رزقِ اولیاءکے پوشیدہ اسباب

مسمّٰی بہ

تَعلِیمُ الرِّفق
فی
طَلَبِ الرِّزق

مُحدّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مُصنّفِ انجم، ترمذیؒ وقت

حضرتِ مولانا مُحمّد موسیٰ رُوحانی بازیؒ

طیّب اللّٰہ آثارہ وأعلےٰ درجاتہ فی دار السّلام

رزقِ اَولیاءکے پوشیدہ اَسباب

مسمّٰی بہ

تَعلیمُ الرِّفق

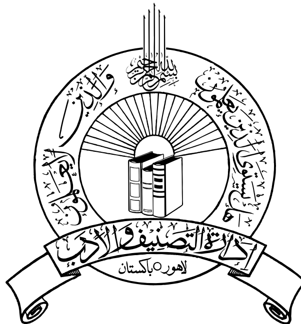
فی

طلب الرّزق

اسمِ کتاب : رزق اولیاء کے پوشیدہ اسباب مسمّٰی به تعلیم الرفق فی طلب الرزق
اسمِ مؤلف : محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ
طبعِ دهم : ۱۴۴۴ھ - ۲۰۲۲م

إداره تصنیف و أدب
مرکزی دفتر : القلم فاؤنڈیشن ۔ ۱۳ ڈی ، بلاک بی
سمن آباد ، لاہور ، پاکستان
فون : ۰۰۹۲ ۴۲ ۳۷۵۶۸۴۳۰
موبائل : ۰۰۹۲ ۳۰۰ ۴۱۰۱۸۸۲
إی میل : alqalam777@gmail.com
ویب : www.jamiaruhanibazi.org

Idara Tasneef wal Adab
(Institute of Research and Literature)
Alqalam Foundation
Address: Head Office: 13-D, Block B,
Samanabad, Lahore, Pakistan.
Phone: +92-42-37568430
Cell: +92-300-4101882
Email: alqalam777@gmail.com
Web: www.jamiaruhanibazi.org



الناشر
إدارة التصنيف والأدب

رزقِ اولیاء کے پوشیدہ اسباب

مسمّٰی بہ

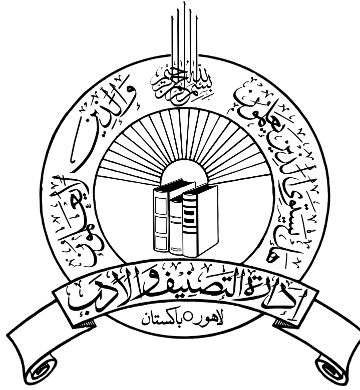
تعلیمُ الرِّفق
فی
طلب الرّزق

محدّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت

حضرت مولانا محمّد موسیٰ رُوحانی بازِی

طیّب اللّٰہ آثارہٗ و أعلٰی درجاتہٗ فی دار السّلام

إدارۂ تصنیف وأدب



ناشر
إدارۂ تصنیف وأدب
جامعہ محمّد موسیٰ رُوحانی بازِی
برہان پورہ، نزد اجتماع گاہ، عقب گورنمنٹ ہائی سکول، رائیونڈ، لاہور
منگوانے کا پتہ »» مرکزی دفتر: القلم ٹرسٹ، 13 ڈی، بلاک بی سمن آباد، لاہور۔
موبائل: 0300-4101882 فون: 042-37568430
www.jamiaruhanibazi.org
Email: alqalam777@gmail.com

مصنّف کتابِ ہذا

محدّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مُصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت

حضرت مولانا محمّد موسیٰ رُوحانی بازِی

طیّب اللہ آثارہٗ و أعلیٰ درجاتہٗ فی دار السّلام

کے بارے میں چند مختصر کلمات

اور ان کی زندگی کے مختصر حالات

بِسمِ اللہِ الرّحمٰنِ الرّحیم

نَحمَدُہٗ وَنُصَلّی عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیم۔
أَمّا بَعدُ!

هَيْهَاتَ لَا يَأْتِي الزَّمَانُ بِمِثْلِهِ
إِنَّ الزَّمَانَ بِمِثْلِهِ لَبَخِيلُ

ترجمہ "یہ بات بڑی بعید ہے، زمانہ ان جیسی شخصیت نہیں لائے گا۔ بیشک ایسی شخصیات کے لانے میں زمانہ بڑا بخیل ہے"۔

محدث اعظم، مفسر کبیر، فقیہ افہم، مصنفِ افخم، جامع المعقول والمنقول، شیخ المشائخ مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی طیب اللہ آثارہ واعلیٰ درجاتہٗ فی دارالسلام کی شخصیت علمی دنیا میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ اپنے عہد میں دنیا بھر کے ذہین لوگوں میں سے ایک تھے۔ آپ کی علمی مصروفیات قدرت نے آپ کی تسکین کیلئے پیدا کر رکھی تھیں۔

لاریب ! ان کی شخصیت سدا یادگار رہے گی۔ اس وقت ان کی موت سے چمنستانِ اسلام اجڑ گیا ہے، علماء یتیم ہو گئے ہیں اور اہل اسلام ان

کے علم و فقہ سے محروم ہو گئے ہیں۔ ان کی باتیں بے شمار ہیں، ان کے سنانے والے بھی بے شمار ہیں۔ ان کی زندگی کے مختلف گوشے لوگوں کے سامنے ہیں اور زندگی ایک کھلی ہوئی کتاب کی مانند ہے۔

کچھ قمریوں کو یاد ہے کچھ بلبلوں کو حفظ
عالم میں ٹکڑے ٹکڑے میری داستاں کے ہیں

اللہ تعالیٰ کے دربارِ جلال و جمال میں حضرت محدث اعظمؒ کا مقام

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو عند اللہ جو مقام و مرتبہ حاصل تھا اور اس سلسلے میں آپ کو جن کرامتوں اور خصائص سے اللہ تعالیٰ نے نوازا اس پر ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ ذیل میں اختصاراً ایک دو واقعات ذکر کئے جا رہے ہیں۔

(۱) حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک سے جنت کی خوشبو کا پھوٹنا

تدفین کے بعد شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ کی قبر اطہر کی مٹی سے خوشبو آنا شروع ہو گئی جس نے پورے میانی قبرستان کو معطر کر دیا۔ دُور دُور تک فضا انتہائی تیز خوشبو سے مہکنے لگی اور یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح ہر طرف پھیل گئی۔ لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو اس ولی اللہ کی قبر پر حاضری دینے کیلئے امڈ پڑا، ملک کے کونے کونے سے لوگ پہنچنے لگے اور تبرکاً مٹی اٹھا اٹھا کر لے جانے لگے۔ قبر مبارک پر مٹی کم ہونے لگتی تو اور مٹی ڈال دی جاتی۔ چند ہی منٹوں میں وہ مٹی بھی اسی طرح خوشبو سے مہکنے لگتی۔ قبر کے پاس چند منٹ گزارنے والے شخص کا لباس بھی جنّتی خوشبو سے معطر ہو جاتا اور کئی کئی دن تک

اس لباس سے خوشبو آتی۔

یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ عالم اسلام کی چودہ صدیوں میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور کے بعد حضرت شیخؒ تیسری شخصیت ہیں جن کی مرقد اطہر سے جنت کی خوشبو جاری ہوئی جو الحمد للہ سات ماہ سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود ابھی تک جاری ہے۔ حضرت شیخؒ اللہ تعالیٰ کے کتنے برگزیدہ اور محبوب بندے تھے ان کی اس عظیم کرامت نے اس بات کی تصدیق کردی۔ یہ عظیم الشان کرامت جہاں حضرت محدثِ اعظمؒ کی ولایتِ کاملہ کی واضح دلیل ہے وہاں مسلکِ دیوبند کیلئے بھی قابل صد فخر بات ہے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے محبت

اس زمین پر عرشِ بریں کے آخری نمائندہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت محدث اعظمؒ کی محبت وعقیدت عشق کی آخری دہلیز پر تھی۔ درسِ حدیث میں یا گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر فرماتے تو رِقّت طاری ہو جاتی، آنکھیں پرنم ہو جاتیں اور آواز حلق میں اٹک جاتی۔

ایک مرتبہ حضرت شیخؒ بمعہ اہل وعیال حج کیلئے حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ حج کے بعد چند روز مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ مولانا سعید احمد خانؒ (جو کہ تبلیغی جماعت کے بڑے بزرگوں میں سے تھے) کو جب آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو آپ کی بمعہ اہل خانہ اپنی مدینہ منورہ والی رہائشگاہ پر دعوت کی۔ دعوت کے دوران والد محترمؒ، مولانا سعید احمد خانؒ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص (جو کہ مدینہ منورہ ہی کا رہائشی تھا) آیا، اس نے جب محدثِ اعظم شیخ الشیوخ مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ کو اس مجلس میں تشریف فرما دیکھا تو

انہیں سلام کر کے مؤدبانہ انداز میں ان کے قریب بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ حضرت میں آپ سے معافی مانگنے کیلئے حاضر ہوا ہوں، آپ مجھے معاف فرما دیں۔ والد ماجد رحمہ اللہ نے فرمایا بھائی کیا ہوا؟ میں تو آپ کو جانتا ہی نہیں، نہ کبھی آپ سے ملاقات ہوئی ہے۔ تو کس بات پر معاف کروں؟ وہ شخص پھر کہنے لگا کہ بس حضرت آپ مجھے معاف کر دیں۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کوئی وجہ بتلاؤ تو سہی؟ وہ شخص کہنے لگا کہ جب تک آپ معاف نہیں فرمائیں گے میں بتلا نہیں سکتا۔ تو اپنے مخصوص لب ولہجہ میں والد صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا اچھا بھئی معاف کیا، اب بتلاؤ کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگا حضرت میری رہائش مدینہ منورہ میں ہی ہے۔ میں اپنے رفقاء اور ساتھیوں سے اکثر آپ کا نام اور آپ کے علم وفضل کے واقعات سنتا رہتا تھا چنانچہ میرے دل میں آپ کی زیارت و ملاقات کا شوق پیدا ہوا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تمنا بڑھتی گئی مگر کبھی زیارت کا شرف حاصل نہ ہو سکا۔

اتفاق سے چند دن قبل آپ مسجد نبوی میں نوافل میں مشغول تھے کہ میرے ایک ساتھی نے مجھے اشارے سے بتلایا کہ یہ ہیں مولانا محمد موسیٰ صاحب جن کے بارے میں تم اکثر پوچھتے رہتے ہو۔ میں نے چونکہ اس سے پہلے آپ کو دیکھا نہیں تھا اس لئے میرے ذہن میں آپ کے بارے میں ایک تصور قائم تھا کہ پھٹا پرانا لباس ہو گا، دنیا کا کچھ پتہ نہیں ہو گا تو جب میں نے نوافل پڑھتے ہوئے آپ کا حلیہ اور وجاہت دیکھی (حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کا لباس سادہ سا ہوتا، سفید لمبا جبہ نما کُرتا پہنتے، شلوار ٹخنوں سے بالشت بھر اونچی ہوتی، سر پر سفید پگڑی باندھتے اور پگڑی کے اوپر عربی انداز میں سفید رومال ڈال لیتے

مگر آپ کو اللہ تعالیٰ نے علمی جلال کے ساتھ ساتھ ظاہری جمال اور رعب بھی بے انتہاء بخشا تھا، نیز نسبتاً دراز قامت بھی تھے اس لئے اس سادہ سے لباس میں بھی آپ کی وجاہت و شان کسی بادشاہِ وقت سے کم معلوم نہ ہوتی اور آپ کو نہ جاننے والے بھی آپ کی شخصیت سے انتہائی مرعوب ہو کر ادب سے ایک طرف ہو جاتے۔) تو میرے ذہن میں جو پھٹے پرانے لباس کا تصور تھا وہ ٹوٹ گیا اور میرے دل میں آپ کے بارے میں کچھ بدگمانی پیدا ہو گئی چنانچہ میں آپ سے ملے بغیر ہی واپس لوٹ گیا۔

اسی رات کو خواب میں مجھے نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی کیا دیکھتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ انتہائی غصے میں ہیں۔ میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ) ! مجھ سے ایسی کیا غلطی ہو گئی کہ آپ ناراض دکھائی دے رہے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

”تم میرے موسیٰ کے بارے میں بدگمانی کرتے ہو،
فوراً میرے مدینے سے نکل جاؤ“۔

میں خوف سے کانپ گیا، فوراً معافی چاہی، تو نبی کریم ﷺ فرمانے لگے۔

”جب تک ہمارا موسیٰ معاف نہیں کرے گا میں
بھی معاف نہیں کروں گا“۔

یہ خواب دیکھنے کے بعد میں بیدار ہو گیا اور اس دن سے میں مسلسل آپ کو تلاش کر رہا ہوں مگر آپ کی جائے قیام کا پتہ نہیں لگا سکا۔ آج آپ سے یہاں

اتفاقاً ملاقات ہوگئی تو معافی مانگنے کیلئے حاضر ہوگیا ہوں۔ حضرت شیخؒ نے جب یہ واقعہ سنا تو آپ پر رقّت طاری ہوگئی اور آپ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے۔

ان واقعات سے بخوبی علم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک نہایت بلند مقام و درجہ حاصل تھا۔ خاص طور پر مدینہ منورہ میں پیش آنے والا مذکورہ بالا واقعہ تو اس قدر عجیب و غریب ہے کہ قرونِ اولیٰ کے علماء و مشائخ کے تذکروں میں بھی اس جیسی مثال خال خال ہی ملتی ہے۔

آپ تصور تو کیجئے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کا کیا مقام و مرتبہ ہو گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ سے کس قدر محبت ہو گی کہ آپ کے بارے میں مدینہ منورہ کے اس شخص کی معمولی سی بدگمانی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی ناراضگی کا اظہار فرمایا بلکہ سخت غضب کی وجہ سے اسے مدینہ سے ہی نکل جانے کا حکم فرمایا۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ یقیناً اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں اور ان عالی مرتبت اولیاء میں سے تھے جن کے بارے میں اللہ جل شانہ فرماتے ہیں۔

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ۔

ترجمہ "جس شخص نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی،
مَیں اس شخص سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں"۔

ذرا اس حدیثِ قدسی کو دیکھئے اور پھر مذکورہ واقعہ پر غور کیجئے بلکہ یہاں تو رنگ ہی نرالا ہے کہ اس شخص نے حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو نہ تو ہاتھ سے کوئی

تکلیف پہنچائی، نہ استہزاء کیا، نہ اہانت وتحقیر کی، نہ زبان سے کوئی برے الفاظ و کلمات ادا کئے بلکہ صرف دل ہی دل میں آپ کے بارے میں بدگمانی کی مگر دشمنی کے معمولی اثرات والی اس حالت وکیفیت پر بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا غضب حرکت میں آگیا اور اسے اپنے شہر کو چھوڑنے اور اس سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

مختصر حالاتِ زندگی

محدث اعظم، مصنف افخم، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ ڈیرہ اسماعیل خان کے مضافات میں واقع ایک گاؤں کٹہ خیل میں مولوی شیر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پیدا ہوئے۔آپ کے والدِ محترم عالم وعارف اور زاہد و سخی انسان تھے، انکی سخاوت کے قصے گاؤں کے لوگوں میں زبان زدِ عام ہیں۔ آپ کے والدِ محترم مولوی شیر محمدؒ کی وفات ایک طویل مرض، پیٹ اور معدہ میں پانی جمع ہونے، کی وجہ سے ہوئی۔حضرت شیخؒ کی عمر اس وقت پانچ سال یا اس سے بھی کم تھی۔

والدِ محترم کے انتقال کے بعد آپ کی پرورش آپ کی والدہ محترمہ نے کی جو کہ بہت ہی صالحہ، صائمہ اور قائمہ للہ تعالیٰ خاتون تھیں۔ آپ نے والدہ محترمہ کی نگرانی ہی میں دینی تعلیم حاصل کی، یہی آپ کے والدِ محترم کی وصیت بھی تھی۔

والدِ محترم مولوی شیر محمدؒ کی وفات کے بعد آپ ان کی قبر پر زیارت کیلئے حاضر ہوتے تو قبر میں سے قرآن حکیم کی تلاوت کی آواز سنائی دیتی خصوصاً ''سُورَةُ المُلك'' کی تلاوت کی آواز آتی۔ حدیث شریف میں سورۂ ملک کے بارے

میں آیا ہے کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کیلئے شفاعت کا باعث بنتی ہے۔

یہ ان کی عجیب وغریب کرامت تھی جسے والد ماجد محدثِ اعظم مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ نے اپنی تصنیف کردہ کتاب ''آثمارُالتکمیل'' (یہ حضرت شیخؒ کی تصنیف کردہ بیضاوی شریف کی شرح ''اَزھارُالتسھیل'' کا دو جلدوں پر مشتمل مقدمہ ہے، اصل کتاب تقریباً پچاس جلدوں پر مشتمل ہے) میں بھی تفصیلاً ذکر فرمایا ہے۔ حضرت شیخؒ کے جدامجد ''احمد روحانی رحمہ اللہ تعالیٰ'' بھی بہت بڑے عالم اور صاحبِ فضل وکمال انسان تھے۔ افغانستان میں غزنی کے مضافات میں پہاڑوں کے اندر اُن کا مزار اب بھی مرجع عوام وخواص ہے۔

حضرت شیخ محدثِ اعظم مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ نے ابتدائی کتبِ فقہ اور فارسی کی تمام کتابیں مثلاً پنج گنج، گلستان، بوستان وغیرہ گاؤں کے علماء سے پڑھیں، اس دوران گھر کے کاموں میں والدہ محترمہ کا ہاتھ بھی بٹاتے۔ گاؤں میں بارش کے علاوہ پانی کے حصول کا اور کوئی ذریعہ نہ تھا، آپ بعض اوقات پانی لانے کیلئے تین تین میل کا سفر کرتے۔

گاؤں میں کتابیں پڑھنے کے بعد آپ بعض علماء کے حکم پر تحصیلِ علم کیلئے تقریباً گیارہ سال کی کم عمری میں عیسیٰ خیل چلے گئے۔ تحصیلِ علم کیلئے یہ آپ کا پہلا سفر تھا۔ یہاں پر چند ماہ میں ہی آپ نے علم الصرف کی کئی کتابیں زبانی یاد کرلیں۔

بعدہٗ ابا خیل ضلع بنوں تشریف لے گئے اور دو سال میں علم الصرف کی تمام کتب فصول اکبری تک اور نحو کی کتابیں کافیہ تک اور منطق کی ابتدائی کتب مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ تعالیٰ اور خلیفہ جان محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیرنگرانی ازبر کیں۔

اس کے بعد مفتی محمودؒ کے ہمراہ عبد الخیل آ گئے اور یہاں پر دو سال میں ان سے شرح جامی، مختصر المعانی، سلم العلوم تک منطق کی کتابیں، مقامات حریری، اصول الشاشی، میبذی شرح ہدایۃ الحکمۃ، شرح وقایہ اور تجوید و قراءت کی بعض کتب پڑھیں۔

مزید علمی پیاس بجھانے کیلئے آپ اکوڑہ خٹک دارالعلوم حقانیہ تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے تقریباً دو سال قیام کیا جس دوران آپ نے منطق کی تمام کتابیں ماسوائے قاضی مبارک اور فلسفہ کی تمام کتب، علم میراث، اصولِ فقہ اور ادب عربی کی کتب پڑھیں۔

سالانہ چھٹیوں کے دوران مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ تعالیٰ کے دورۂ تفسیر میں شرکت کیلئے راولپنڈی آ گئے۔ اس کے بعد مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں داخلے کیلئے تشریف لے گئے۔ قاسم العلوم میں داخلے کا امتحان صدرا، حمد اللہ اور خیالی جیسی مشکل کتابوں میں زبانی دیا۔ ممتحن نے حیران ہو کر قاسم العلوم کے صدر مدرّس مولانا عبد الخالق رحمہ اللہ تعالیٰ کو بتلایا کہ ایک پٹھان لڑکا آیا ہے جسے سب کتابیں زبانی یاد ہیں۔ یہاں آپ تقریباً تین سال تک حصولِ علم میں مشغول رہے اور فقہ، حدیث، تفسیر، منطق، فلسفہ، اصول اور علم تجوید و قراءتِ سبعہ کی تعلیم حاصل کی۔

حضرت شیخؒ کو اللہ جل شانہ نے بے انتہاء قوتِ حافظہ اور سریع الفہم ذہن عطا کیا تھا۔ زمانۂ طالب علمی میں ہی آپ اپنے تمام ہم جماعتوں پر فائق رہے۔ آپ کے اساتذہ آپ کی شدتِ ذکاوت، قوتِ حافظہ اور وسعتِ مطالعہ پر حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے۔ آپ مشکل سے مشکل عبارت اور فنی پیچیدگی کو،

جس کے حل سے اساتذہ بھی عاجز آجاتے، ایسے انداز میں حل فرماتے اور فی البدیہہ ایسی تقریر فرماتے کہ یوں محسوس ہوتا جیسے اس مقام پر کوئی اشکال تھا ہی نہیں۔

تدریس سے وابستہ ہونے کے بعد تمام کتبِ فنونِ عقلیہ و نقلیہ کے دروس میں آپ طلباء و علماء کے سامنے اس فن کے ایسے مخفی نکات اور علومِ مستورہ بیان فرماتے کہ سننے والے یہ گمان کرنے لگتے کہ شاید آپ کی ساری عمر اسی ایک فن کے حصول و تدریس اور استحکام میں گزری ہے۔ تمام فنون میں آپ کے اسباق کی یہی کیفیت ہوتی اور آپ اس فن کی انتہائی گہرائی میں جا کر لطائف وبدائع کو ظاہر فرماتے۔

حضرت محدثِ اعظم مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ کو جن علوم وفنون میں مکمل دسترس و مہارت حاصل تھی اس کا ذکر وہ خود بطور تحدیثِ نعمت اپنی بعض تصانیف میں ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

”ومِمّا مَنّ بہ اللہ تعالی علَیَّ التبحّرَ فی العُلومِ کلِّھا النقلیۃ والعقلیّۃ من علم الحدیث وعلم التفسیر وعلم الفقہ وعلم أصُول التفسیر وعلم أصول الحدیث وعلم أصول الفقہ وعلم العَقائد وعلم التاریخ وعلم الفِرَق المختلفۃ وعلم اللُّغۃ العربیۃ وعلم الأدب العربی المشتمِل علی اثنی عشرَ فنًّا وعِلمًا کما صرّح بہ الأدباء وعلم الصرف وعلم الاشتقاق وعلم النحو وعلم المعانی وعلم البیان وعلم البدیع وعلم قرض الشعر وعلم المنطق وعلم الفلسفۃ الأرسطویۃ الیونانیۃ والإلٰھیّات من الفلسفۃ الیونانیۃ وعلم الطبیعیات من الفلسفۃ الیونانیۃ وعلم

السماء والعالم وعلم الرّياضيات من الفلسفة اليونانية وعلم تهذيب الأخلاق وعلم السياسة المدَنِية من الفلسفة وعلم الهندسة أى علم أقليدس اليونانی وعلم الأبعاد وعلم الأُكُر وعلم اللّغة الفارسيّة و الأدب الفارسی وعلم العروض وعلم القوافی وعلم الهيئة أی علم الفلك البطليموسی اليونانی وعلم التجويد للقرآن وعلم ترتيل القرآن وعلم القراءات".

آپ دورانِ درس خارجی قصے سنانا پسند نہیں فرماتے تھے مگر اس کے باوجود مشکل سے مشکل کتاب کا درس بھی جب شروع فرماتے تو مغلق سے مغلق عبارات و مقامات حل ہوتے چلے جاتے اور سننے والوں پر ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ جی چاہتا کہ درس جاری رہے کبھی ختم نہ ہو۔ یوں معلوم ہوتا جیسے حضرت شیخؒ کے علم نے طلباء پر سحر کر کے انہیں مدہوش کر دیا ہے اور انہیں وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں۔ درس جس قدر بھی طویل ہوتا چلا جاتا طلباء پہلے سے زیادہ ہشاش بشاش و تازہ دم نظر آتے اور ایسا لگتا جیسے آپ نے ان میں ایک علمی قوت بھر دی ہو۔

سب سے زیادہ شہرت آپ کے درسِ ترمذی اور درسِ تفسیر بیضاوی کو حاصل ہوئی۔ دُور دراز سے طلباء و علماء آپ کے درس میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کیلئے کھچے چلے آتے۔ آپ کا درسِ حدیث بعض اوقات پانچ چھ گھنٹوں تک مسلسل جاری رہتا۔ شدید سے شدید بیماری میں بھی، جبکہ حضرت شیخؒ کیلئے بیٹھنا بھی مشکل ہوتا، یہی صورتِ حال رہتی اور بیماری کے باوجود کئی کئی گھنٹوں کی تقریر کے بعد بھی آپ پر تھکن کے آثار دکھائی نہ دیتے۔ طلبہ سے

فرماتے ”بھئی یہ سب علم حدیث کی برکات ہیں“۔

خاص طور پر آپ کا درسِ ترمذی پورے پاکستان بلکہ پوری دنیا میں اپنی مثال آپ تھا جس میں آپ جامع ترمذی کی ابتداء سے لیکر انتہاء تک ہر ہر حدیث کا ترجمہ کرتے، مشکل الفاظ کی صرفی ونحوی تحقیق کرتے، مآخذ بتلاتے، محاوراتِ عرب کی تفاصیل سے مطلع فرماتے اور تمام مسائل پر انتہائی مفصل وسیر حاصل بحث بھی فرماتے۔ مسائل میں عام طریقۂ کار کے مطابق دو یا چار مشہور مذاہب بیان نہ فرماتے بلکہ اکثر مسائل میں آپ سات سات یا آٹھ آٹھ مذاہب بیان فرماتے، ہرفریق کی تمام ادلّہ ذکر کرتے اور پھر ہر دلیل کے کئی کئی جوابات احناف کی طرف سے دیتے۔ بعض اوقات فریقِ مخالف کی ایک ہی دلیل کے جوابات کی تعداد پندرہ بیس سے بھی بڑھ جاتی۔

آپ کے درس کی سب سے خاص بات ”قَالَ“ کیساتھ ”أَقُوْلُ“ کا ذکر تھا یعنی ”میں اس مسئلے میں یوں کہتا ہوں“۔ حضرت شیخؒ کو اللہ تعالیٰ نے استخراجِ جوابِ جدید کا بڑا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ آپ اکثر مسائل ومباحث میں اپنی جانب سے دلائلِ جدیدہ وتوجیہاتِ جدیدہ ذکر فرماتے اور وہی جوابات وتوجیہات سب سے زیادہ تسلّی بخش ہوتیں۔ بعض اوقات ایک ہی مسئلے میں صرف آپ کی اپنی توجیہات وجوابات کی تعداد اس مسئلے میں اسلاف سے مروی مجموعی توجیہات سے بڑھ جاتی اور ساتھ ساتھ یہ فرماتے۔

”مولانا یہ میری اپنی توجیہات واَدِلّہ ہیں اس مسئلہ میں، روئے زمین کی کسی کتاب میں آپ کو نہیں ملیں گی۔ بڑی

دعاؤں و آہ وزاری اور بہت راتیں جاگنے کے بعد اللہ تعالیٰ
نے میرے ذہن میں ان کا القاء و اِلہام کیا ہے“۔

اس جلالتِ علمی کے باوجود عاجزی کا یہ عالم تھا کہ اپنے جوابات و توجیہات کی نسبت اپنی طرف کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی جانب فرماتے تھے کہ بندہ کچھ بھی نہیں، وہی ذات سب کچھ ہے۔ یہ عاجزی و انکساری ان کی سینکڑوں تصنیف شدہ کتابوں میں بھی نظر آتی ہے۔ مصنف حضرات عام طور پر اپنی تصنیفات پر اپنے نام کے ساتھ مختلف القاب بھی لگاتے ہیں مگر حضرت شیخ رحمہ اللہ نے اپنی ہر تصنیف پر عاجزی و انکساری کی راہ اپناتے ہوئے اپنے نام کے ساتھ ہمیشہ عبدِ فقیر یا عبدِ ضعیف ــــ (کمزور بندہ) لکھا جو اُن کی انکساری کی واضح مثال ہے۔ عجز و انکساری کا ساتھ حالتِ نزع میں بھی نہ چھوڑا اور ایسی حالت میں بھی زبان ادب کا دامن پکڑے انکساری و عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے اس ذات وحدہ لاشریک لہ کو اس انداز میں پکارتی رہی۔

”إِلٰهِي أَنَا عَبْدُكَ الضَّعِيْفُ“.

یعنی ”یا اللہ! میں تیرا کمزور بندہ ہوں“۔

حضرت محدث اعظم رحمہ اللہ کے اوقات میں اللہ جلّ جلالہٗ نے بہت زیادہ برکت رکھی تھی۔ آپ قلیل سے وقت میں کئی گنا زیادہ کام کر لیتے جس کا اندازہ آپ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے درسِ ترمذی سے لگا سکتے ہیں کہ ترمذی کی ہر حدیث کا ترجمہ بھی ہو، تمام مشکل الفاظ کی صرفی و نحوی تحقیقات و مآخذ کی توضیح بھی ہو، پھر تمام

مسائل پر اتنی مفصل بحث ہو جیسا کہ ابھی بیان ہوا اور ان سب پر مستزاد یہ کہ آپ سب طلباء سے کاپیاں بھی لکھواتے، چنانچہ مسلسل تقریر کرنے کی بجائے ٹھہر ٹھہر کر املاء کے انداز میں طلباء کو مسائل لکھواتے جس دوران آپ ہر جملے کو کم از کم دو یا تین مرتبہ ضرور دہراتے مگر ان سب باتوں کے باوجود وقت میں اتنی برکت ہوتی کہ جامع ترمذی سالانہ امتحانات سے قبل ہی اطمینان و تسلی سے ختم ہو جاتی اور اس کے ساتھ ساتھ ہر طالب علم کے پاس آپ کی مکمل درسی تقریر بھی مستقبل کیلئے محفوظ ہو جاتی۔

آپ کی زندگی میں ہی آپ کے علمی تفوّق کا اقرار بڑے بڑے علماء کرتے تھے۔ امام کعبہ شیخ معظم محمد بن عبد اللہ السبیل مدّظلہ ایک مرتبہ علماء کرام کی مجلس میں فرمانے لگے۔

"میں اس وقت دنیا کے مرکز (مکہ مکرمہ) میں بیٹھا ہوں۔ دنیا بھر کے علماء میرے پاس تشریف لاتے ہیں مگر میں نے آج تک شیخ روحانی بازی جیسا محقق و مدقّق عالم نہیں دیکھا"۔

تصنیف و تالیف کیساتھ ساتھ وعظ و تبلیغ و ارشاد کے میدان میں بھی اللہ جلّ شانہ نے آپ سے بہت کام لیا۔ اس سلسلے میں آپ خود اپنی تصانیف میں لکھتے ہیں۔

"واللہ تعالی بفضلہ ومنّہ وفّقنی للعمل بجمیع أنواع الدعوة والإرشاد والحمد للہ والمنّة.

فقد أسلم بإرشادی وجهدی المسلسل فی ذلك أكثر من ألفی نفر من الكفار وبایعوا علی یدی وآمنوا بأنّ الإسلام حق وشهدوا أنّ الله تعالی واحد لاشریك له ودخلوا فی دین الله فرادی وفوجًا.

حتی رأیت فی بعض الأحیان أسرة كافرة مشتملة علی عشرة أشخاص فصاعدًا أسلموا وبایعوا للإسلام علی یدی بإرشادی فی وقت واحد وساعة واحدة والحمد لله ثم الحمد لله.

وفی الحدیث لأن یهدی الله بك رجلًا واحدًا خیر لك مما تطلع علیه الشمس وتغرب.

خصوصًا أسلم بإرشادی وتبلیغی نحو خمسین نفرًا من الفرقة الكافرة الملحدة القادیانیة أصحاب المتنبی الكذاب الدجال مرزا غلام أحمد.

وأسلم غیر واحد من الفرقة الكافرة طائفة الذكریین بإرشادی ونصحی وبما بذلت مجهودی و قاسیت المشقة الكبیرة فی الإرشاد والتبلیغ.

والفرقة الذكریة فرقة فی بلادنا لایؤمنون بكون القرآن كتاب الله تعالی ولایحجّون إلی كعبة الله المباركة بل بنوا بیتًا فی دیار مكران من دیار باكستان یحجّون إلیه ولهم عقائد زائغة.

وأمّا إرشادی المسلمین العُصاة التاركین لأداء الزكاة والصلوات والصوم وغیرها فله نتائج طیبة وأحسن. ولله الحمدُ والفضل ومنه التوفیق. فقد تاب آلاف من المجرمین المجاهرین

بالفسق من الرجال والنساء وأصبحوا من مقيمي الصلوات وتوجّهوا إلى أداء الزكاة والصوم والأعمال الصالحة.

وتبدلت حياتهم وانقلبت أحوالهم. ولا أحصی عدد هٰؤلاء التائبين لكثرتهم".

دین اسلام کی سربلندی کیلئے آپ نے منکرین حدیث، اہل بدعت، روافض، قادیانیوں اور یہود ونصاریٰ سے کئی عظیم الشان مناظرے بھی کیے اور عالم اسلام کا سر فخر سے بلند کیا۔

ابتدائی حالات کا مشاہدہ کیجئے تو بظاہرِ اسباب کوئی شخص نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس نونہال کا سایہ ایک عالم پر محیط ہوگا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مشیتِ الٰہی، حفظِ دین اور پاسبانئ ملت کا انتظام، ظاہری اسباب سے بالاتر کرتی ہے اور لطفِ الٰہی خود ایسے افراد کا انتخاب کرتا ہے جن سے دینِ حنیف کی خدمت کا کام لیا جائے۔

وفات

بروز سوموار ۲۷ جمادیٰ الثانیہ ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۸ء عصر کی جماعت میں حضرت محدثِ اعظم کو دِل کا شدید دورہ پڑا اور علم وعمل کے اس جبلِ عظیم کو اللہ تعالیٰ نے اس پُرفتن دنیا سے نجات دیتے ہوئے دارِ قرار کی طرف بلا لیا اور اس دنیاوی آزمائش میں آپ کی کامیابی اور اپنی رضا کا اعلان آپ کی قبر سے پھوٹنے والی جنت کی خوشبو کے ذریعہ دنیا میں ہی کر دیا۔

تو خدا ہی کے ہوئے پھر تو چمن تیرا ہے
یہ چمن چیز ہے کیا سارا وطن تیرا ہے

حضرت شیخؒ نے تریسٹھ ۶۳ برس عمر پائی۔ آپ ایک عالم باعمل، عارف باللہ، باضمیر اور باکمال انسان تھے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ”مؤمن وہ ہے جس کو دیکھ کر خدا یاد آجائے“۔ آپ کی نگاہِ پُر تاثیر سے دلوں کی کائنات بدل جایا کرتی تھی، آپ کی صحبت میں چند لمحے گزارنے سے اسلام کے عہد زرّیں کے بزرگوں کی صحبتوں کا گمان ہوتا تھا۔ حضرت شیخؒ میں قرونِ اولیٰ والی سادگی تھی۔ ان کو دیکھ کر قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ آنکھوں میں تدبر کی گہرائیاں، آواز میں سنجیدگی و متانت کا آہنگ، دری پر گاؤ تکیے کا سہارا لئے حضرت شیخؒ کو معتقدین کے سامنے میں نے اکثر قرآن و حدیث کے اسرار و رموز کھولتے دیکھا۔

یوں تو موت سنتِ بنی آدم ہے اور اس سے کسی کو مفر نہیں، یہاں جو بھی آیا جانے ہی کیلئے آیا۔ مگر کچھ شخصیات ایسی بھی ہوتی ہیں جن کی موت صرف فرد واحد کی موت ہی نہیں بلکہ پوری ملت کی موت ہوتی ہے۔

”مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ“

خصوصاً اگر رخصت ہونے والے کا وجود دنیا کیلئے باعثِ رحمت ہو، ان کی ذات سے عالمِ اسلام کی خدمات وابستہ ہوں تو ان کی جدائی کا صدمہ ایک عالَم کی بے بسی، بے کسی و محرومی اور یتیمی کا موجِب بن جاتا ہے۔

فروغِ شمع تو باقی رہے گا صبحِ محشر تک
مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

حضرت شیخؒ کی رحلت سے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ محفل اجڑ گئی، ایک باب بند ہوگیا، ایک بزم ویران ہوگئی، ایک عہد ختم ہوگیا، ایک روایت نے دم توڑ دیا، زندگی کو حرکت وعمل دینے والا خود ہی اس دنیا میں جابسا جہاں سے کوئی واپس نہیں آیا اور جو دارالعمل نہیں دارالجزاء کی تمہید ہے۔

باغ باقی ہے باغباں نہ رہا — اپنے پھولوں کا پاسباں نہ رہا
کارواں تو رواں رہے گا مگر — ہائے وہ میرِ کارواں نہ رہا

ایسے وقت میں جبکہ اسلام ہر طرف سے طرح طرح کے فتنوں میں گھرا ہوا ہے اور ایسی حالت میں جبکہ اہل اسلام کو انکی رہبری کی مزید ضرورت تھی، وہ اپنے بے شمار چاہنے والوں کو روتا دھوتا چھوڑ کر اس ظالم دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے روٹھ گئے۔

داغِ فراقِ صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ حجاج بن یوسف کے "دستِ جفا" سے شہید ہوئے تھے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے "البدایہ والنہایہ" میں ان کے بارے میں حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا ہے۔

"سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال اس وقت ہوا جب روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو اُن کے علم کا محتاج نہ ہو"۔

نیز امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ اس وقت شہید ہوئے جب روئے زمین کا کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو اُن کے علم کا محتاج نہ ہو"۔

آج صدیوں بعد یہ فقرہ محدثِ اعظم شیخ المشائخ مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ پر حرف بحرف صادق آرہا ہے۔ وہ دنیا سے اس وقت رخصت ہوئے جب اہل اسلام ان کے علم و فقہ کے محتاج تھے، اہل دانش کو اُن کے فہم و تدبّر کی احتیاج تھی اور علماء ان کی قیادت و زعامت کے حاجتمند تھے۔ اُن کی تنہا ذات سے دین و خیر کے اتنے شعبے چل رہے تھے کہ ایک جماعت بھی اس خلا کو پُر کرنے سے قاصر رہے گی۔

آپ نے جس طور کُل عالَم کی فضاؤں کو علمی و روحانی روشنی سے منوّر کیا اس کی بدولت اہل حق کے قافلے ہمیشہ منزلوں کا سراغ پاتے رہیں گے۔

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

عبدِ ضعیف محمد زہیر روحانی بازی عفا اللہ عنہ وعافاہ
ابن شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ
ربیع الاوّل ۱۴۲۰ھ مطابق جون ۱۹۹۹ء

رزقِ اولیاء کے پوشیدہ اسباب

مسمّٰی بہ

تعلیمُ الرِّفق فی طلب الرّزق

محدّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مُصنّفِ افخم، ترمذیِ وقت

حضرت مولانا محمّد موسیٰ رُوحانی بازِی

طیّب اللّٰہ آثارہٗ و أعلیٰ درجاتہٗ فی دار السّلام

إدارۂ تصنیف وأدب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

أمّا بعد .

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

و مَن یتّقِ اللّٰہ یجعل له مخرجًا ویرزقه من حیث لا یحتسِب و من یتوکّل علی اللّٰہ فهو حسبُه اِنّ اللّٰہ بالغ اَمره قد جعل اللّٰہ لکلّ شیٔ قدرًا .

(سورۃ طلاق ، آیت ۲ - ۳ ، پ ۲۸)

” اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے مضرّتوں سے نجات کی شکل نکال دیتے ہیں اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتے ہیں جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا ۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکُّل کریگا تو اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح مہمّات کے لئے کافی ہیں ۔ اللہ پاک جس طرح کرنا چاہیں پورا کر کے رہتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں ہر شے کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے “ ۔

درج ہونگے تو وہ حیران و پریشان ہوکر کہے گا) حیرت ہے اس اعمالنامہ سے کہ اس سے میرا کوئی چھوٹا یا بڑا گناہ رہا نہیں ، سب اس میں درج ہیں "۔

حضرات ! اس جہانِ رنگ و بو میں انسان کا سب سے بڑا مقصد خدا کا قرب و رضا حاصل کرنا ہے مگر قربِ خدا کا جو مدار ہے وہ کسی کو نظر نہیں آتا۔ خدا کا قرب ایمانِ کامل سے ملتا ہے اور ایمان دل میں ہوتا ہے، کسی کو نظر نہیں آتا۔

ایمانی قندیل کی حفاظت

ایمان وہ قندیل ہے جس کی روشنی میں انسان جادۂ مستقیم پر چل کر منزلِ مقصود تک جا پہنچتا ہے۔ ایمانی قندیل کی حفاظت اعمال سے ہوتی ہے اور گناہوں سے اس کے بجھنے کا زبردست خطرہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ چراغ کی روشنی کی بقاء کے لئے وقتاً فوقتاً تیل کی ضرورت ہوتی ہے اور اس پر پانی ڈالنے سے وہ بجھ جاتا ہے ، اسی طرح ہمیں پتہ چلتا ہے کہ نیک عمل اس قندیلِ ایمانی کی روشنی تیز کرنے میں مُمِدّ ہے اور گناہ اس کی روشنی کم کرتا ہے۔ مگر ہمیں تفصیلی طور پر کسی نیکی اور بدی کی مقدارِ تاثیر کا علم نہیں۔ ایمان کی طرح ان کی تاثیر بھی آنکھوں سے اوجھل ہے۔

چھوٹے گناہوں کے تباہ کن اثرات

قرآن و احادیث سے اگرچہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ فلاں گناہ بڑا ہے

اور فلاں چھوٹا، فلاں نیکی بڑی ہے اور فلاں چھوٹی ہے مگر تفصیلی طور پر ان کی تاثیر کا علم نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ایک بڑے گناہ کا انجام اتنا خطرناک نہ ہو جتنا اس سے چھوٹے گناہ کا انجام خطرناک ہوتا ہے۔ بالفاظِ دیگر گاہے چھوٹا گناہ بڑے گناہ کے مقابلہ میں زیادہ تباہ کن ہوتا ہے۔

دیکھئے۔ کبھی انسان ایک خرمن لکڑیوں کو آگ لگا دیتا ہے مگر اس سے شہر نہیں جلتا اور کبھی ایک دیا سلائی سے سارا شہر راکھ بن جاتا ہے۔ خالی میدان پر آگ کا کچھ اثر نہیں ہوتا اور تنکوں اور مکان کے شہتیروں میں تھوڑی سی آگ لگ جانے سے سارا مکان جل جاتا ہے۔ اسی طرح بعض مقامات اور بعض اوقات میں چھوٹے گناہ سے اللہ تعالیٰ بہت ناراض ہوتے ہیں۔ خدا پناہ دے۔

دیکھئے۔ جمعہ کی رات، شبِ قدر، یومِ عرفہ، یومِ عیدین، رمضان شریف اور حرمین شریفین میں چھوٹے گناہ پر بھی سخت گرفت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ حرمین شریفین میں اقامت کو افضل قرار نہیں دیتے کیونکہ وہاں اگرچہ عبادت کا بہت ثواب ملتا ہے مگر گناہ کی سزا بھی بڑی سخت ہے۔ البتہ جو حضرات حرمین شریفین کا پورا اکرام کرتے ہیں ان کیلئے وہاں اقامت بڑی سعادت ہے۔ بہرحال نیکی سے شعلۂ ایمان بھڑکتا ہے اور گناہ سے معاملہ الٹا ہوتا ہے۔

الغرض ایک طرف تو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ نیک اعمال کے ذریعے ایمان کی حفاظت کرو تاکہ اس کا شجر بارآور ہو اور

تین ہیں لباس ، مکان اور خوراک۔ اگرچہ ان کے علاوہ بھی انسان کی بیشمار ضروریات ہیں لیکن یہ تین ضرورتیں سب سے اہم اور بنیادی ہیں۔ اِن تینوں کے حصول کیلئے انسان سرگرم رہتا ہے۔

ان میں سے بعض کی ضرورت کچھ کم اور محدود ہوتی ہے اور بعض کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے۔ لباس اور مکان کی ضرورت محدود ہے۔ البتہ مکان کی ضرورت اور حاجت پوری کرنے کیلئے زیادہ وسائل اور زیادہ مال چاہئے۔ اور لباس کی ضرورت محدود وسائل اور محدود مال سے بھی پوری ہوسکتی ہے۔ اور خوراک کی ضرورت ان دونوں ضرورتوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ خوراک کی ضرورت سب سے وسیع تر بھی ہے اور اس کیلئے زیادہ وسائل اور زیادہ مال بھی چاہئے۔

پس خوراک کے دائرے کا معاملہ وسیع تر ہے اور زیادہ اہم سمجھا جاتا ہے، لباس کی فکر ہر وقت نہیں ہوتی، کپڑے کا ایک جوڑا کئی ماہ تک کام دے سکتا ہے۔ اسی طرح مکان بھی ایک بار بنالیا جائے تو سالہا سال بلکہ عمر بھر وہی مکان کافی ہوسکتا ہے۔ مگر خوراک کی حاجت اور ضرورت چوبیس گھنٹوں میں کم از کم دو تین مرتبہ پیش آتی ہے یعنی صبح ، دوپہر ، رات۔ یہ تو تقریباً واجبی حد ہے ورنہ کئی لوگ دن میں بیسیوں مرتبہ اللہ تعالیٰ کی مختلف نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

اس بنا پر انسان کو خوراک کی زیادہ ضرورت اور زیادہ فکر رہتی ہے۔ یعنی خوراک کے حصول کی فکر، اس کے تنوع کا خیال، اس کے مزیدار ہونے کا تصور اور اس کے ہضم ہونے کی فکر۔ غرض اس ایک

ضرورت یعنی خوراک و طعام سے متعلق سینکڑوں بلکہ ہزاروں ایسی انواع اور ایسے شعبے ہیں جن کی فکر میں انسان مستغرق رہتا ہے۔

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو ان پریشانیوں اور افکار سے نجات دلانے اور بے فکر کرنے کیلئے ارشاد فرمایا کہ ہر دابّہ یعنی ہر ذی روح چیز کا رزق میرے ذمہ ہے۔ وما من دابّة فی الارض إلاّ علی الله رزقها .

لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ رزق کے معاملہ میں زیادہ پریشان اور فکرمند نہ ہو۔ اور نہ ہی اسے رزق کے حصول کیلئے اپنے تمام اوقات صرف کر کے اپنی زندگی تباہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ وہ جتنی بھی سعی اور کوشش کر لے ملے گا اس کو اتنا ہی رزق جتنا اس کے مقدّر میں لکھا جا چکا ہے۔ اس سے زیادہ وہ حاصل نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس سے زیادہ کا حصول ممکن بھی نہیں ہے۔ تعلیماتِ اسلامیہ میں سے ایک اہم شعبہ یہ ہے کہ روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ اور انسان کے ذمّہ اللہ جل جلالہ کی عبادت ہے۔ پس انسان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور آخرت کی فکر کرنی چاہئے۔ ایک حدیث شریف ہے۔

مَن جعل همومَه همًّا واحدًا همّ الآخرة كفاه الله همومه .

یعنی ” جو شخص (دنیا کے) تمام غموں کو چھوڑ کر صرف ایک آخرت کے غم میں لگ جائے تو اللہ جل جلالہ اس کے تمام غموں کے متکفِّل ہو جائیں گے “۔

تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے افسوس...... جو کام انسان کے کرنے کا تھا یعنی عبادت وہ تو اس نے چھوڑ دیا اور جو کام انسان کے ذمّے نہیں تھا بلکہ اللہ تعالی کے ذمّے تھا یعنی روزی دینا وہ اس نے اپنے ذمّے لے لیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نہ آخرت سنور سکی نہ دنیا۔ کیونکہ دنیا تو فانی ہے یہ باقی رہنے والی شے نہیں۔ اور آخرت کی فکر نہیں کی تاکہ وہ سنور جاتی۔ فکرِ آخرت سے غافل زمانۂ حال کے مسلمانوں کے بارے میں کسی شاعر نے کہا ہے۔

نگاہ الجھی ہوئی ہے رنگ و بو میں خرد کھوئی گئی ہے چار سُو میں
نہ چھوڑ اے دل فغانِ صبح گاہی اماں شاید ملے اللہ ہو میں

اِس دور میں مسلمانوں کی حالت وہی ہے جو ایک شاعر نے بیان کی ہے۔

گئے دونوں جہاں کے کام سے ہم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے
نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

انسان اگر اللہ تعالی پر بھروسہ اور توکُّل کرلے تو اللہ تعالی اُسے کبھی بھوکا نہیں رکھتے اور نہ ہی اسے مایوس کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں چند واقعات و حکایات پیش خدمت ہیں جو نہایت ایمان افروز و نصیحت آموز ہیں۔

حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ تعالیٰ صاحبِ کرامت صوفی و مشہور بزرگ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں تھا وہاں میں نے تین دن تک ایک فقیر کو دیکھا جو بالکل خاموش رہ رہا تھا۔ ان تین دنوں میں اس نے نہ

کچھ کھایا اور نہ پیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تیرا دل کھانے کیلئے کس چیز کی تمنا کرتا ہے؟ کہنے لگا گرم روٹی اور کباب کی تمنا کرتا ہے۔

ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں کہ میں وہاں سے نکلا تاکہ اس فقیر کیلئے گرم روٹی اور کباب خرید کر لاؤں۔ مگر سارا دن کوشش کے باوجود مجھے یہ چیزیں کہیں سے نہ ملیں۔ چنانچہ میں مایوس ہو کر واپس آگیا اور آکر مسجد کا دروازہ بند کر دیا۔

فرماتے ہیں کہ رات کو کسی نے دروازے پر دستک دی۔ میں نے دروازہ کھول کر دیکھا تو ایک شخص گرم روٹی اور کباب ہاتھ میں لئے کھڑا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ یہ لو کباب اور روٹی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ بھائی یہ چیزیں کیوں لائے ہو؟

اس نے کہا کہ آج ہم نے گھر میں یہ چیزیں پکائی تھیں۔ گھر میں بعض امور کی وجہ سے جھگڑا اور نزاع ہوا۔ جھگڑے اور آپس میں تکرار کی وجہ سے ہم اہل خانہ نے قسم کھائی کہ اب یہ سارا کھانا مسجد ہی میں دیں گے۔

ابراہیم خواصؒ کہتے ہیں کہ میں نے کہا۔

إلٰهی إذا كنتَ تريد أن تُطعمه فلِمَ أتعبتَني طولَ النهار.

یعنی " اے اللہ! جب آپ نے اس فقیر کو کھانا کھلانا ہی تھا تو پھر سارا دن مجھے کیوں تھکایا "۔

اس قول سے ابراہیم خواصؒ کا مقصد یہ ہے کہ اگر مجھے پہلے سے یہ معلوم ہوتا کہ اللہ تعالی اس طرح آسانی سے کھانا عنایت فرمائیں گے تو

میں سارا دن کھانے کی تلاش میں اپنے آپ کو نہ تھکاتا۔

ایک عابد یعنی عبادت گزار بزرگ کسی مسجد میں مقیم و معتکف تھے۔ ان کے کھانے کا بظاہر کوئی انتظام نہ تھا۔ امام مسجد نے ان سے کہا کہ اگر آپ کسبِ معاش بھی کرتے تو اچھا ہوتا، تاکہ آپ کو کھانے کے معاملہ میں پریشانی نہ ہوتی۔ اُس عابد نے امام کی اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

امام نے تین دفعہ یہ بات دہرائی۔ تو اس عابد نے امام کو توکُّل کے راز سے خبردار کرنے کیلئے بالآخر یہ جواب دیا کہ مسجد کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا ہے وہ مجھے ہر روز دو روٹیاں دیتا ہے۔ امام نے کہا کہ اگر ایسی بات ہے تو پھر آپ کا ترکِ معاش درست ہے۔ اس عابد نے کہا۔

یا هذا ! لولم تكن إمامًا تقف بين يدى الله و بين عباده مع هذا النقص فى التوحيد لكان خيرًا لك . تفضل ضمانَ يهوديٍّ على ضمان الله .

یعنی ”عقیدۂ توحید میں اس نقص کی وجہ سے اگر آپ امام بن کر لوگوں کے آگے کھڑے نہ ہوتے تو بہتر تھا۔ آپ ایک یہودی کی ذمّہ داری کو اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری پر ترجیح دیتے ہیں“۔

کسی شاعر نے کہا ہے۔

نگاہِ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے
خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے
بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

أتطلبُ رزقَ اللهِ من عند غيره
وتُصبح مِن خوف العواقب آمِنًا
وترضى بِصرّافٍ وإن كان مشركًا
ضمينًا ولا ترضى بِربّك ضامنًا

(۱) ”(اے انسان) تو اللہ تعالیٰ کا رزق غیر اللہ سے طلب کرتا ہے اور انجام کے خوف سے بے فکر ہے۔

(۲) تو ایک صرّاف یعنی دنیادار، اگرچہ وہ مشرک ہو، کی ضمانت پر راضی ہے اور اللہ تعالیٰ کو ضامن ماننے پر راضی نہیں ہے“۔

بزرگوں سے ایک بات منقول ہے جو کہ متعدد کتابوں میں درج ہے کہ عالمِ ازل میں جب انسانی ارواح پیدا کی گئیں تو ہر ایک روح نے اپنی پسند کی صنعت اختیار کی۔ پھر عالمِ دنیا میں آنے کے بعد ہر انسان نے وہی صنعت اختیار کی جسے اس نے عالمِ ازل میں پسند کیا تھا۔ مگر ایک گروہ نے عالم ازل میں کوئی بھی صنعت پسند نہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کیا۔ یا اللہ ! ہمیں کوئی دنیوی صنعت اور فانی حرفت پسند ہی نہیں آئی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں مقاماتِ طاعت وعبادت دکھائے تو اس گروہ نے کہا اے اللہ ! ہم آپ کی طاعت و عبادت ہی پسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

و عِزّتی وجلالی لأُسخِّرنّهم لكم ولأجعلنّهم لكم

خدّامًا و عزّتی و جلالی لأُشفعنّکم غدًا فیمن عرفکم و خدَمَکُم.

یعنی "مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم۔ میں ان سب لوگوں کو تمہارے لئے مسخر کر کے تمہارے خادم بنادونگا اور بروزِ حشر تمہاری سفارش ان سب لوگوں کے حق میں قبول کروں گا جو تمہاری خدمت کریں گے اور تمہاری قدر پہچانیں گے"۔

حضرت جنید ابوالقاسم رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ان کے مریدوں کی ایک جماعت حاضر ہوئی اور عرض کیا۔

أنطلبُ أرزاقَنا ؟ فقال : إن علمتم أین هی فاطلبوها . فقالوا : أنسأل الله ذلك ؟ فقال : إن علمتم أنه ینساکم فذکّروه . فقالوا : أندخل بیوتَنا و نتوّکلُ علیه ؟ فقال : التجرید مع الله شكّ . قالوا : ما الحیلة ؟ قال : ترك الحیلة .

یعنی "(انہوں نے عرض کیا کہ حضرت) ہم رزق طلب کرنا شروع کردیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر تمہیں رزق کی جگہ کا علم ہو تو طلب کرو (مگر اس بات کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے)۔ مریدوں نے عرض کیا کہ پھر خدا سے طلب کریں؟ حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ اگر تم سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھلا دیتے ہیں تو پھر تم انہیں یاد دلا دو (مگر اللہ تعالیٰ تو ہر وقت اپنے بندوں کے حالات سے باخبر ہیں)۔ مریدوں نے عرض کیا کہ پھر ہم توکّل کر کے گھروں میں بیٹھ جائیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ بھی شک

کی زندگی ہے (یعنی سب کچھ چھوڑ کر گھروں میں بیٹھ جانا شک کی طرح نامناسب کام ہے)۔ مریدوں نے عرض کیا کہ پھر ہم کونسا حیلہ اور ذریعہ اختیار کریں؟ حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ تمام حیلے اور ذرائع ترک کردو"۔

جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قصہ زہد و توکّل علی اللہ کے سلسلے میں اُن کے نہایت بلند مرتبے پر مبنی ہے۔ اس قسم کے بلند و بالا مرتبے والے بزرگ کے یہی شایانِ شان ہے۔ البتہ عام مسلمانوں کے لئے رزق کے بارے میں اسبابِ ظاہری و ذرائعِ ظاہری پر عمل کرنا اور ان کے مطابق کوشش کرنا مناسب ہے بلکہ بہتر ہے۔ تفاوتِ مراتب کی وجہ سے گاہے گاہے احکامِ شرعیّہ بھی قدرے مختلف ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کی ایک اور حکایت بھی سن لیں۔

بعض کتابوں میں ہے کہ ایک نیک آدمی طلبِ رزق کیلئے گھر سے نکلا۔ رزق کی طلب میں سعی کرتے کرتے تھک کر ایک جگہ بیٹھ گیا۔ اچانک سامنے ایک دیوار پر اس کی نظر پڑی جس پر کچھ اشعار لکھے ہوئے تھے۔ جن میں سے چند اشعار یہ ہیں۔

یَسعی الحریصُ فلا ینال بحرصِہٖ
حظًّا و یحظی عاجزٌ و مَہِینٌ

ہوّن علیک وکُن بربّك واثقًا
فأخو التوکُّلِ شانُہ التہوینٗ

طرح الأذی عن نفسہ فی رزقہٖ
لما تیقَّن أنّہ مضمونٗ

(۱) " حریص آدمی بڑی محنت کرتا ہے۔ مگر صرف لالچ سے کچھ ہاتھ نہیں آتا جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہو۔ اور (اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو) ایک عاجز اور کمزور انسان رزق کے حصول میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

(۲) (اے انسان) صبر کر اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر۔ کیونکہ متوکل انسان کا کام صبر ہے۔

(۳) اس شخص نے رزق کے معاملہ میں اپنے نفس سے بہت بڑا بوجھ ہلکا کر دیا جس کو یہ یقین ہو گیا کہ رزق کی ضمانت دیدی گئی ہے (یعنی رزق کے ضامن اللہ تعالیٰ ہیں)"۔

وہ نیک اور صالح شخص یہ اشعار پڑھ کر واپس گھر آ گیا۔ اور پھر زندگی بھر کبھی بھی طلبِ رزق کے لئے اس نے زیادہ کوشش اور زیادہ سعی نہ کی۔

چنانچہ علماءِ دین نے لکھا ہے کہ عام مسلمانوں کیلئے حصولِ رزق کیلئے سعی و کوشش کرنا جائز بلکہ مسنون ہے۔ البتہ فکرِ آخرت فکرِ دنیا و فکرِ رزق پر غالب رہنی چاہئے۔ کیونکہ اصل مقصود تو آخرت کی کامیابی اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی ہے۔ حصولِ رضاءِ خدا تعالیٰ کی فکر اور آخرت کی فکر دیگر تمام افکار سے مقدّم اور اہم تر ہیں۔

حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

یقین دانم دریں عالم کہ لا معبود اِلاّ ہو
و لا موجود فی الکونین لا مقصود اِلاّ ہو
چو تیغِ لا بدست آری بیا تنہا چہ غم داری
مجو از غیر حق یاری کہ لا فتّاح اِلاّ ہو

(۱) ”مجھے یقین ہے کہ اس عالَم میں خدا تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ نیز حقیقی موجود اور اصلی مقصود صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

(۲) کلمۂ طیبہ یعنی لا إله الاّ الله جیسی روحانی تلوار کے ہوتے ہوئے تم کوئی غم نہ کرو۔ صرف اللہ تعالیٰ کی دوستی اور مدد کے طالب رہو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور فتّاح (کامیابی دینے والا) نہیں“۔

اولیاء اللہ کی نظر ہر مقام پر، ہر حال میں اور ہر معاملہ میں صرف، ذاتِ خدا تعالیٰ پر ہوتی ہے۔ ان کا مقام و مرتبہ نہایت بلند ہوتا ہے۔

مشہور بزرگ، زاہدِ زمانہ ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک امام مسجد کے پیچھے نماز ادا کی۔ سلام کے بعد امام مسجد اور اِن کے درمیان گفتگو ہوئی۔ امام نے ابو یزید بسطامیؒ سے پوچھا۔

من أين تأكل ؟ فقال أبويزيد : اصبر حتّى أعيدُ الصَّلاةَ التى صلّيتُها خلفك حيث شككتَ فى رازق المخلوقين . فانه لا تجوز الصلاة خلف مَن لايعرف الملك الرازق تعالى .

یعنی ” (اے ابو یزید) آپ کھانا کہاں سے کھاتے ہیں؟ ابو یزیدؒ نے فرمایا۔ ذرا ٹھہر، تاکہ میں وہ نماز لوٹالوں جو میں نے تیرے پیچھے ادا کی۔ کیونکہ تو نے مخلوق کے رازق کے بارے میں شک کیا اور ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں جو رزّاق کو نہ جانتا ہو “ ۔

دوستو ! اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگا کریں کہ وہ ہمیں حصولِ رزقِ حلال ہی کی توفیق بخشیں اور حرام رزق و مشتبہات سے بچائیں۔ آمین۔

کتنے خوش نصیب ہیں وہ مسلمان جو حلال ہی کھا رہے ہیں ، حلال ہی پہن رہے ہیں اور حلال مکان ہی میں رہائش رکھتے ہیں۔ اس دور میں حرام کا چرچا ہے اور رزقِ حلال کا حصول بہت مشکل ہے۔ بہت سے لوگ حرصِ دنیا میں عشق کی حد تک مبتلا ہیں۔ حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتے۔ حبِّ دنیا و حبِّ مال سے ان کے دل مخمور ہیں۔

مشہور صاحبِ کرامات بزرگ حضرت شبلی صوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے عزم مصمم کیا کہ جب تک کسی کھانے کی چیز کے متعلق حلال ہونے کی مکمل تشفّی نہ ہوگی اسے نہیں کھاؤں گا۔

چنانچہ میں جنگل میں نکل گیا۔ وہاں پھر رہا تھا کہ ایک انجیر کے درخت پر میری نظر پڑی۔ میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تاکہ اس کا پھل توڑ کر کھاؤں۔ فنادتنی الشجرةُ : احفِظ عليك عقدَك لا تأكل منيّ فانی ليهوديٍّ.

یعنی " درخت سے آواز آئی کہ (اے شبلی!) اپنے عہد کا خیال رکھ۔ میرا پھل استعمال نہ کر کیونکہ میں ایک یہودی کی مِلک میں ہوں "۔

حرام مال کے مقابلے میں حلال چیز تھوڑی ہی مل جائے تو بہت بڑی غنیمت اور سعادت ہے۔ افسوس ...... اس زمانہ میں مسلمانوں کو صرف حصولِ دنیا کی فکر ہے، آخرت کی کچھ فکر نہیں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ دنیا اپنی زیب و زینت اور تزخرف و شہوات سمیت میرے پاس آئی۔ میں نے اس سے اِعراض کیا۔ پھر آخرت حور و قصور سمیت مجھ پر پیش کی گئی۔ میں نے ان نعمتوں سے بھی منہ

موڑ لیا۔ اس کے بعد مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے غائبانہ آواز آئی۔

لو أقبلتَ على الدنيا حجبناك عن الآخرة . و لو أقبلتَ على الآخرة حجبناك عنّا . فها نحن لك وقِسمتُك من الدارَين تأتيك .

یعنی ''اگر تو دنیا کی طرف متوجّہ ہوتا تو آخرت سے ہم تجھے روک دیتے (یعنی آخرت میں تیرا کوئی حصہ نہ ہوتا) اور اگر آخرت (یعنی جنت کی راحتوں اور مسرتوں) کی طرف متوجہ ہوتا تو ہمارے اور تیرے درمیان حجاب آجاتا۔ پس ہم تیرے ہیں۔ اور تیری خوشی اور راحت کا حصہ دونوں جہاں میں تجھے ملتا رہیگا''۔

اس حکایت میں صرف خواصّ عارفین کی عبادت اور مخصوص کیفیت کا ذکر ہے کہ وہ صرف حصولِ رضاءِ خدا تعالیٰ کیلئے عبادت کرتے ہیں۔ یعنی اس حکایت میں عبادت کے درجۂ اعلیٰ کا ذکر ہے۔ عام مسلمان اس قسم کی عبادت سے قاصر ہوتے ہیں۔ لہٰذا عام مسلمانوں کیلئے یہ بھی بڑی غنیمت اور سعادت ہے کہ آخرت کی نعمتوں اور جنت کے حصول کی خاطر عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دیں۔ آمین۔

لیکن بزرگوں اور اولیاء اللہ کے نزدیک بوقت عبادت جنّت مطمعِ نظر نہیں ہوتی بلکہ صرف ذاتِ باری تعالیٰ اور اس کی رضا ان کا مقصود و مطلوب ہوتی ہے۔

عارف باللہ کا اصل مقام یہ ہے کہ اس کی نظر نہ دنیا کی زینت پر ہو اور نہ آخرت کی نعمتوں پر۔ بلکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کو اپنا مطلوب بنالے۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مل جائیں تو دونوں جہان کی نعمتیں اور مسرّتیں بھی حاصل ہوجائیں گی۔

عارف باللہ حضرت جامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک رباعی ہے جو اُن کی کتاب ''لوائح جامی'' میں نظر سے گزری۔ وہ فرماتے ہیں۔

با یار بہ گلزار شدم رہگذری
بر گل نظرے فگندم از بے خبری
دلدار بطعنہ گفت شرمت بادا
رُخسارِ من ایں جا است تو در گُل نگری

(۱) یعنی ''میں اپنے محبوب کے ساتھ باغ پر گزرا۔ بے خبری سے وہاں ایک پھول پر میری نظر پڑی۔

(۲) محبوب نے بطورِ طعنہ کہا کہ شرم و حیا کر۔ میرا چہرا اور رُخسار سامنے ہیں اور تو پھول کو دیکھ رہا ہے''۔

حضرت جامیؒ کی ایک اور مفید و نصیحت آموز رباعی ہے۔

آمد سحر آں دلبر خونین جگراں
گفت اے ز تو بر خاطر من بار گراں
شرمت بادا کہ من بسویت نگراں
باشم ، تو نہی چشم بسوئے دگراں

(۱) ''ایک مرتبہ سحر کے وقت میرا محبوب میرے پاس آیا اور کہا اے عاشق! تو اپنے بُرے رویہّ کی وجہ سے میرے دل پر سخت بوجھ ہے۔

(۲) کیا تجھے اس بات سے شرم نہیں آتی کہ میں تو تیری طرف دیکھ

رہا ہوں اور تو دوسری چیزوں کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے"۔

جب بندہ اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی آدمی کا کوئی دوست بھوکا ہو تو وہ ضرور اسے کھانا دے گا۔ اپنے دوست کا بھوکا ہونا اسے برداشت نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ جو رزّاق ہیں وہ کیسے اپنے دوست اور محبّ کا بھوکا رہنا گوارا کر سکتے ہیں۔ وہ ضرور کھلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کریم و جواد ہیں، سخی اور وسیع خزانوں والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے عظیم خزانوں سے کفّار بھی پوری طرح متمتّع ہوتے ہیں تو مسلمان کس طرح محروم رہ سکتے ہیں۔

شیخ شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب — گبر و ترسا وظیفہ خور داری

دوستاں را کجا کنی محروم — تو کہ با دشمناں نظر داری

(۱) "اے اللہ کریم و سخی! آپ کے خزانۂ غیب سے کفار پوری طرح رزق کھا رہے ہیں۔

(۲) اپنے دوستوں یعنی مسلمانوں کو (اور خصوصاً اولیاء اللہ کو) آپ کس طرح رزق اور مسرتوں سے محروم کر سکتے ہیں جبکہ آپ اپنے دشمنوں یعنی کفّار پر بھی نظرِ کرم فرماتے ہیں"۔

ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں اللہ جل جلالہ کی زیارت کی۔ فقلتُ : کیف اَجِدُك ؟ قال : فارِق نفسَك و تعالَ .

یعنی "(ابو یزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا

(اے اللہ) میں آپ کو کیسے پا سکوں گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (اے ابویزید!) نفس کا اتباع چھوڑ کر آیئے (یعنی پھر مجھے پالو گے)"۔

حضرات! اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہی میں دنیا و آخرت کی کامیابیاں و مسرّتیں پوشیدہ ہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنے اعمال پر نگاہ رکھتے ہوئے آخرت کی کامیابی کے حصول کی کوشش کرتے ہیں۔

بغیر محنت کے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

تجھے کیوں فکر ہے اے گُل دلِ صد چاک بلبل کی
تو اپنے پیرہن کے چاک تو پہلے رفو کر لے
تمنا آبرو کی ہے اگر گلزارِ ہستی میں
تو کانٹوں میں الجھ کر زندگی کرنے کی خُو کر لے
صنوبر باغ میں آزاد بھی ہے پابہ گِل بھی ہے
انہیں پابندیوں میں حاصل آزادی کو تُو کر لے
اگر منظور ہے تجھ کو خزاں نا آشنا رہنا
جہانِ رنگ و بُو سے پہلے قطعِ آرزو کر لے

احمد بن خضرویہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

یا أحمد! كلُّ الناسِ يطلبون منّي إلاّ أبايزيد . فانّه يطلبني .

یعنی "اے احمد! سارے لوگ مجھ سے اپنی ضرورت کی چیزیں

طلب کرتے ہیں مگر ابو یزید بسطامی خود مجھے طلب کرتے ہیں "۔

حضرت ابوالفتح بن بشر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ایک باغ میں ہیں اور سامنے دستر خوان بچھ رہا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اے ابو نصر (یہ کنیت ہے بشر حافی کی) اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم کیا اور بخش دیا اور ساری جنّت میرے لئے مباح کرتے ہوئے فرمایا۔

کُل مِن جمیع ثمارِها و اشرَب من أنهارها و تمتّع بجمیع ما فیها کما کنتَ تحرم نفسَك الشهوات فی دار الدُّنیا .

یعنی " (اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ) ہر قسم کے جنتی پھل کھا۔ اس کی نہروں سے (دودھ و شہد وغیرہ) پی اور جنت کی ہر شے (یعنی ہر نعمت) سے لطف اندوز ہوتا رہ، کیونکہ تو نے دنیا میں اپنے نفس کو خواہشات سے محروم رکھا تھا "۔

ابوالفتح فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں بشر حافیؒ سے یہ بھی پوچھا کہ آپ کے دوست امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کہاں ہیں؟ فرمانے لگے هوقائم علی بابِ الجنّةِ یشفَع لأهل السنّة ممن یقول: القرآن کلام الله غیر مخلوق .

یعنی " احمد بن حنبل جنت کے دروازے پر کھڑے ہیں اور ہر اس شخص کی سفارش کر رہے ہیں جو اہل سنت میں سے ہو اور اس کا یہ

عقیدہ ہو کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے بلکہ قدیم ہے"۔

ابوالفتح فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا۔ بشرؒ نے سر ہلایا اور فرمایا۔

هیهات بیننا و بینه الحُجُب . إنّ معروفًا لم یعبدِ الله شوقًا الی جنّتِه و لا خوفًا من ناره . و انما عبد شوقًا الیه . فرفَعه الله الی الرفیق الأعلی و رفع الحجب بینه و بینه . فمن کانت له الی الله حاجة فلیأت قبرَه و لیدعُ . فانّه یستجاب له إن شاء الله تعالی .

یعنی " (بشرؒ نے فرمایا کہ) معروف کرخیؒ کے درجے بہت بلند ہیں۔ ہمارے اور ان کے درمیان پردے ہیں۔ معروفؒ نے جنت کے شوق یا دوزخ کے ڈر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کی تھی بلکہ صرف ذاتِ باری تعالیٰ کی محبت اور شوق کی وجہ سے انہوں نے عبادت کی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے (انہیں اس کا صلہ یہ عطا فرمایا کہ) انہیں رفیقِ اعلیٰ تک بلند کر کے اپنی ذات اور ان کے درمیان سے پردے ہٹا دیئے۔ پس جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اپنی کسی حاجت کیلئے دعا مانگنی ہو تو وہ معروف کرخیؒ کی قبر کے پاس جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول ہوگی"۔

برادرانِ اسلام! عبادت سے انسان کا اصل مقصود و مطلوب اللہ تعالیٰ کی رضا ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے تو سب کچھ مل جاتا ہے۔ مَن کان للہ کانَ اللہ له. "جو شخص خدا تعالیٰ کا

ہو جائے اللہ تعالی اس کے ہو جاتے ہیں "۔

تُو خدا ہی کے ہوئے پر تو چمن تیرا ہے

یہ چمن چیز ہے کیا سارا وطن تیرا ہے

یہ دنیا فانی ہے۔ اس میں آدمی کو کھانے پینے کیلئے اتنا مل جائے کہ انسان زندہ رہ کر اطمینان سے اللہ تعالی کی عبادت کر سکے تو بس کافی ہے۔ یہی ہمارے بزرگوں کی سوچ تھی اور یہی ان کا طریقہ تھا۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالی مشہور و معروف محدث و عابد گزرے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مشہور عابد و زاہد محمد بن واسع رحمہ اللہ تعالی نے مجھے کہا کہ آیئے آج ایک بزرگ کی زیارت کیلئے چلتے ہیں۔ چنانچہ ہم دونوں بصرہ سے نکلے۔ محمد بن واسعؒ کے ہاتھ میں روٹی کا ایک سوکھا ٹکڑا بھی تھا۔ اس بزرگ کا مکان آبادی سے دور جنگل میں تھا۔ ہم وہاں جا کر ان کے دروازے پر بیٹھ گئے۔

اندر سے ہمیں گفتگو کی آواز سنائی دی۔ شاید اس بزرگ کی لڑکیاں ان سے کھانے پینے کے معاملے پر بحث کر رہی تھیں اور اپنے بُرے حال یعنی فقر و فاقہ کی شکایت کر رہی تھیں۔ وہ بزرگ انہیں تسلی دے رہے تھے اور سمجھا رہے تھے کہ جس ذاتِ قدوس نے تمہیں پیدا کر کے منہ، دانت اور پیٹ دیا ہے وہ تم پر تم سے زیادہ شفیق اور مہربان ہے۔

اتنے میں ہم نے اندر داخل ہونے کی اجازت چاہی۔ انہوں نے ہمیں داخل ہونے کی اجازت دی۔ ہم اندر داخل ہوئے۔ وہ بزرگ ہم سے ملے اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ یعنی تمہارا کیا نام ہے؟ ہم نے عرض

کیا کہ محمد اور سفیان۔ فرمایا کیسے آنا ہوا؟ محمد بن واسع نے کہا۔

كِسرةُ خبزٍ أتيتُ بها لتلك البنات . فقال : هاتها جئتَ بها في وقتها .

یعنی "روٹی کا ایک ٹکڑا ان بچیوں کیلئے لایا ہوں۔ بزرگ نے فرمایا دیجئے۔ آپ اچھے وقت پر لیکر آئے ہیں"۔

سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پھر ہم ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اتنے میں ایک شخص نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ بزرگ نے پوچھا۔ کون؟ اس شخص نے جواب دیا۔ مالک بن دینار (یہ بہت بڑے ولی اللہ گزرے ہیں)۔ بزرگ نے فرمایا آجائیں۔ پھر ان سے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا؟ مالکؒ نے کہا کہ ان بچیوں کے لئے دو درہم لایا ہوں۔ بزرگ نے فرمایا۔

سَبقك بها محمدُ بن واسع . جاءهنّ بما يكفيهنّ اليوم .

یعنی "محمد بن واسع آپ سے سبقت کر گئے ہیں۔ وہ اتنی چیز کھانے کی لے آئے ہیں جو آج ان بچیوں کیلئے کافی ہے"۔

مالک بن دینارؒ نے کہا کہ حضرت یہ دو درہم کل کیلئے رکھ لیں۔

فقال : أتُخوّفني يا مالك ! والله لا تدخل إليّ .

یعنی "اس بزرگ نے کہا۔ اے مالک! آپ مجھے بھوک سے ڈرا رہے ہیں۔ آئندہ آپ میرے پاس نہ آیا کریں"۔

سفیانؒ فرماتے ہیں کہ مجھے محمد بن واسعؒ نے کہا کہ آپ اس

شخص کے مقامِ توکّل کو بھی دیکھیں اور اس کے گھر کی بری حالت یعنی حالتِ فقر و فاقہ کو بھی دیکھیں کہ گھر میں کھانے کو کچھ بھی نہیں ہے مگر توکّل کا یہ مقام ہے کہ ایک دن کیلئے بھی اپنے پاس کوئی چیز رکھنا گوارا نہیں ہے۔

سفیانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا یہ بزرگ بڑے فضلاء میں سے ہیں؟ محمد بن واسعؒ فرمانے لگے ہاں۔ میں نے کہا کہ یہ زُہّاد میں سے ہیں؟ فرمایا ہاں۔ میں نے کہا کہ عُبّاد میں سے ہیں؟ فرمایا ہاں۔

سفیان فرماتے ہیں فلم أزل أذكر له المقامات وهو يقول : أجل أجل حتى قال : هذا من الفقراء الصابرين .

یعنی "میں محمد بن واسع کے سامنے ولایت کے مختلف مقامات گنتا رہا اور وہ کہتے رہے ہاں، ہاں۔ تا آنکہ انہوں نے فرمایا کہ یہ بزرگ فقراءِ صابرین میں سے ہیں"۔

حکایت ہے کہ چند نیک لوگ ایک سیاہ رنگ والے باغبان شخص کی زیارت کیلئے گئے۔ وہ شخص بہت بڑے بزرگ تھے اور باغبان تھے۔ ان کا نام مُقبِل تھا۔ راوی کہتا ہے کہ ہم ایک باغ میں داخل ہوئے۔ ہم نے دیکھا کہ اس باغ میں سیاہ رنگ کے ایک شخص نماز میں مصروف تھے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ان سے ہماری علیک سلیک ہوئی۔ انہوں نے ایک تھیلا نکالا جس میں روٹی کے چند سوکھے ٹکڑے اور نمک تھا۔ وہ ٹکڑے انہوں نے ہمارے سامنے رکھے اور کہا کھائیں۔ ہم کھانے لگے۔

پھر بزرگوں کی کرامات کا ذکر چھڑا۔ وہ شخص خاموش تھے۔ ہم میں سے ایک آدمی نے کہا۔ اے مقبل! ہم آپ کی زیارت اور آپ سے مستفید ہونے کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ ہمیں کوئی بات سنادیں۔ انہوں نے فرمایا۔

أیُّ شئ أنا وأیُّ شئ عندی أخبرکم به ؟ أنا أعرف رجلاً لو سأل الله أن یجعل هذا الباذنجان ذهبًا لفعل .

یعنی "(مقبل نے فرمایا کہ) میں کیا چیز ہوں اور میرے پاس کیا ہے کہ تمہیں بتاؤں؟ (یعنی نہ میرے پاس کوئی ایسی چیز ہے اور نہ ہی میری کوئی حیثیت ہے۔) البتہ میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ یہ باذنجان (بینگن کا پودا) سونا بن جائے تو واقعی یہ پودا سونا بن جائیگا"۔

راوی کہتا ہے کہ بس یہ کہنا ہی تھا کہ وہ سارا پودا چمکدار سونے میں تبدیل ہوگیا۔ ہم میں سے کسی آدمی نے کہا کہ اے مقبل! کوئی آدمی یہ پودا حاصل کرسکتا ہے؟ حضرت مقبل نے اس پودے کو جڑ سے نکال کر فرمایا کہ یہ لو یعنی اسے اکھاڑ کر ہمارے سامنے رکھدیا۔ وہ پودا سارا سونا بن چکا تھا۔ اس سے باذنجان (بینگن) کا ایک دانہ اور چند پتے گرے جو میں نے اٹھالئے۔ آج بھی میرے پاس ان میں سے کچھ باقی ہیں جو میں وقتاً فوقتاً ضرورت کے تحت خرچ کرتا رہتا ہوں۔

پھر حضرت مقبلؒ نے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کی کہ دوبارہ اسی طرح باذنجان پیدا ہو جائے۔ چنانچہ اس اکھڑے ہوئے باذنجان کی جگہ نیا

باذنجان نمودار ہو گیا۔

مذکورہ صدر حکایت سے معلوم ہوا کہ دنیوی زندگی کا اصل مقصود و مطلوب حصولِ رضاءِ خدا تعالیٰ ہے۔ بزرگانِ دین صرف اسی مقصد کے پیشِ نظر اپنی زندگی فقیروں جیسی گزارتے ہیں نہ کہ اس وجہ سے کہ انہیں دنیا ملتی نہیں اور وہ حصولِ مال و دولت پر قادر نہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ ان کے ہاں غیبی دولت کی کمی نہیں ہوتی۔ وہ صرف ارادہ کریں تو بطورِ کرامت دنیا ان کے قدموں میں پہنچ جاتی ہے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا حکایت میں یہ بات مذکور ہے کہ حضرت مقبلؒ کے ارادہ اور دعا سے باذنجان (بینگن) کا پوداسونا بن گیا۔ ایسے بزرگوں کے بارے میں کسی شاعر نے کہا ہے۔

دنیا میں ہوں دنیا کا طلبگار نہیں ہوں

بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

اس قسم کی کرامت والی ایک اور حکایت سُن لیں۔

حضرت ابوالقاسم جنید رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں گیا۔ وہاں پر میں نے فقراء و اولیاء اللہ کی ایک جماعت دیکھی جو بزرگوں کی کرامات کے بارے میں گفتگو کر رہی تھی۔

ان میں سے ایک فقیر نے کہا کہ میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں کہ اگر وہ اس ستون کو حکم دے کہ آدھا سونے کا اور آدھا چاندی کا بن جائے تو یہ ستون اسی طرح بن جائیگا۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں ستون کو دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اسی وقت اس کا آدھا حصہ سونے کا اور

آدھا چاندی کا بن گیا (یعنی وہ فقیر خود صاحبِ کرامت بزرگ تھے)۔

اسی قسم کی ایک تیسری حکایت بھی سن لیں۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ ایک دفعہ منٰی کے ایک پہاڑ پر تھے۔ آپ نے اپنے رفیق سے کہا۔

لو أنّ وليًّا من أولياء الله أمر هذا الجبل أن يميد لماد . فتحرّك الجبل . فقال : أسكُن . فلم أرِدك بها . إنما ضربتُ مثلاً فسكَن .

یعنی " اللہ تعالیٰ کا ولی اگر اس پہاڑ کو ہلنے کا حکم دے تو یہ پہاڑ ہل جائیگا۔ (بس یہ کہنا ہی تھا کہ) پہاڑ ہلنے لگا۔ حضرت فضیلؒ نے پہاڑ کو مخاطب ہوکر فرمایا کہ ساکن ہو جا۔ میرا ارادہ تجھے ہلانے کا نہیں تھا بلکہ میں صرف مثال بیان کر رہا تھا۔ چنانچہ پہاڑ فوراً ساکن ہوگیا "۔

بہرحال میں بیان یہ کر رہا تھا کہ ہمارے اَسلاف کے نزدیک دنیا کی کوئی حقیقت نہیں تھی۔ نیز جب بندہ اپنی کوشش و محنت کا رُخ آخرت کی طرف کر دے اور اسی کو اپنا مطلوب و مُدّعا بنالے تو اللہ تعالیٰ کس طرح غیبی طاقت سے اپنا وعدہ رزّاقیت پورا فرماتے ہیں۔

اس سلسلے میں بزرگوں کی مزید چند حکایات پیش کرتا ہوں۔ تاکہ ہم ان سے سبق و عبرت حاصل کریں۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز میخواں قصۂ پارینہ را

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ دریائے فرات کے کنارے جارہا تھا۔ اچانک میرے دل میں تازہ مچھلی کھانے کی خواہش پیدا ہوئی تو فوراً پانی کی موج نے ایک مچھلی دریا سے باہر میرے پاس پھینک دی۔

و إذا رجل يَعدُو و يقول : أشوِيها لك ؟ فقلتُ : نعم . فشواها فقعدتُ و أكلتُها .

یعنی " اتنے میں ایک آدمی دوڑتا ہوا میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں آپ کیلئے یہ مچھلی پکا دوں؟ میں نے کہا پکادو۔ چنانچہ اس نے پکاکر مجھے دی اور میں نے کھائی " ۔

آپ اندازہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنے نیک بندے کو رزق پہنچایا اور کس طرح عجلت سے اس کی دلی خواہش پوری فرمائی۔ اگر بندہ پوری طرح اللہ تعالیٰ کی رزّاقیّت پر توکُّل کرے اور مکمل طور پر خدا تعالیٰ کا ہو جائے تو اللہ عزوجل غیب سے اس پر رزق کے اور راحتوں کے دروازے کھول دیتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے بوقت وفات کسی نے کہا کہ آپ اپنی اولاد کو مفلس چھوڑ کر جارہے ہیں۔ آپ کی وفات کے بعد ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔

أولادي أحد رَجُلين . إمّا رجل يتّقي الله فسيجعل الله له مخرجًا . وهو يتولّى الصالحين . و إمّا رَجل مكبٌّ على المعاصي . فلا أقوّيه على معاصي الله .

یعنی " میری اولاد یا تو متقی ہوگی (یا گناہوں پر گر پڑنے والی ہوگی۔ اگر وہ متقی ہوگی) سو (اس صورت میں) اللہ تعالیٰ اس کے رزق کا ذریعہ خود پیدا فرمادیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے متولی اور نگران ہیں۔ اور اگر وہ گناہوں پر گر پڑنے والی ہوگی تو میں (اس صورت میں) اپنی اولاد کیلئے مال چھوڑ کر اس کو گناہوں کیلئے مزید طاقتور نہیں بنانا چاہتا "۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ خلافت ملنے سے قبل ان کیلئے ایک ہزار درہم سے کپڑوں کا جوڑا خرید کر لایا جاتا تو آپ فرماتے۔ ما أحسَنَها لولا خشونةٌ فیها ۔ یعنی " (باوجود کپڑا اچھا اور قیمتی ہونے کے فرماتے کہ) کیا ہی اچھا ہوتا اگر اس میں کھردرا پن بھی نہ ہوتا "۔

لیکن خلیفہ بننے کے بعد صرف چار یا چھ درہم سے معمولی کپڑا خرید کر جب ان کیلئے لایا جاتا تو آپ فرماتے۔ ما أحسنها لو لا نعومةٌ فیها ۔ یعنی " کپڑا اچھا ہے لیکن اس کی یہ نرمی (کپڑے کا ملائم ہونا) نہ ہوتی تو بہت اچھا ہوتا "۔

آپ (عمر بن عبدالعزیزؒ) سے کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میرا نفس توّاق اور ذوّاق ہے یعنی بڑے شوق و ذوق والا ہے۔ جب اسے کوئی خواہش ہو اور وہ پوری ہو جائے تو پھر اس سے اوپر والی چیز کی تمنا کرتا ہے تا آنکہ اس کا مزہ بھی حاصل کر لے۔ اور اس وقت دنیا کی سب سے بلند اور اہم تر چیز یعنی خلافت اسے حاصل ہوگئی ہے۔

فتاقت الی ما فوقها . فلم تجد شیئًا فوقها إلاّ ما عند الله فی الدّار الآخرة فتاقت إلیه . ولا یمکن الوصول إلیه إلاّ بترك الدنیا .

یعنی " خلافت حاصل ہونے کے بعد (میرا نفس) خلافت سے بھی بلند چیز کا مشتاق ہوا۔ اور خلافت سے بلند درجہ تو آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ملتا ہے۔ سو میرے نفس کو (آخرت میں ملنے والے) اس بلند درجے کی خواہش ہوئی۔ اور اس کا حصول ترکِ دنیا سے ہوتا ہے (اس لئے میرا نفس ترکِ دنیا اختیار کرنے لگا) "۔

بہرحال ان واقعات و حکایات سے ہمیں یہ ترغیب ملتی ہے کہ رزق کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے۔

حضرت حاتم اصم رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے کن امور کو ملحوظ رکھ کر اپنی زندگی گزاری؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ چار امور ہیں۔

اول یہ کہ مجھے یہ یقین ہوا کہ میں ایک لمحہ بھی اللہ تعالیٰ سے اوجھل نہیں ہوسکتا فاستحییتُ الله أن أعصیَه . " سو مجھے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے حیا آئی "۔

دوم یہ کہ مجھے یہ یقین ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے لئے رزق مقرر ہے جو مجھے ہر صورت میں ملے گا اور اللہ تعالیٰ ہی میرے رزق کے ضامن ہیں۔ فوثِقتُ به و قعدتُّ عن طلبه . " سو میں نے اس پر (یعنی اللہ تعالیٰ پر) اعتماد کیا اور طلب چھوڑ دی "۔

سوم یہ کہ مجھے یہ یقین ہوا کہ مجھ پر کچھ فرائض ہیں جنہیں میں نے ہی پورا کرنا ہے۔ میری جگہ کوئی اور آدمی وہ فرائض پورے نہیں کریگا۔ فاشتغلتُ بہ. "پس میں ان میں مشغول ہوگیا"۔

چہارم یہ کہ مجھے یہ یقین ہوا کہ میری موت میری طرف دوڑتی ہوئی آرہی ہے۔ تو میں بھی موت کی طرف دوڑنے لگا۔ یعنی موت کی تیاری شروع کردی۔ واستعدیتُ لِلآخرة فأنا مشغول بما ألقاہ من کرم اللہ و ثوابہ و عقابہ. یعنی "میں نے آخرت کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ پس میں مشغول ہوں ان امور میں جن سے میں ہمکنار ہوں یعنی اللہ جل جلالہ کا فضل وکرم اور ثوابؔ خوفِ عقاب"۔

دوستو اور بزرگو! یہ دنیا امتحان گاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے افعال واَخبار اور اعتقاد وایمان کا امتحان لے رہے ہیں۔

حضرت ابراہیم بن اشعث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ ایک رات سورتِ محمد کی تلاوت کر رہے تھے اور روتے ہوئے اس آیت کو بار بار پڑھ رہے تھے۔

و لنبلونّکم حتّی نعلم المجٰھدین منکم و الصّٰبرین و نبلو أخبارکم.

یعنی "(اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) ہم ضرور تمہیں آزمائیں گے۔ تاکہ ہم جان لیں تم میں سے مجاہدین و صابرین کو۔ اور ہم تمہاری خبروں کا امتحان لیں گے"۔

حضرت فضیلؒ اس آیت کی تلاوت کے ساتھ یہ کہتے جارہے

تھے و تبلو أخبارَنا ، و تَبلو أخبارنا . یعنی ” (اے اللہ) آپ ہمارا امتحان لیں گے۔ ہماری خبروں کو آزمائیں گے “ ۔

و یقول : إن بلوتَ أخبارَنا فضحتَنا و هتكتَ أستارنا . إن بلوتَ أخبارنا فضحتَنا وهتكتَ أستارنَا . إن بلوتَ أخبارنا فضحتنا و هتكتَ أستارنَا .

یعنی ” اگر آپ نے ہماری خبروں کا امتحان لیا تو آپ ہمیں رُسوا کردیں گے اور ہمارے عیوب کے پردے کھول دیں گے (بار بار یہ الفاظ دہراتے رہے) “ ۔

ناظرین کرام ! حضرت فضیل بن عیاضؒ بہت بڑے بزرگ اور ولی اللہ تھے ، بڑے عابد تھے ، شب و روز اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ اس کے باوجود دوزخ کا خوف اور آخرت کی فکر ان پر سوار رہتی تھی۔

مگر افسوس آجکل مسلمان کس قدر غافل ہیں ، گناہوں میں غرق ہیں ، حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتے ۔ نماز نہیں پڑھتے ۔ عبادت اور ذکر اللہ سے غافل ہیں۔ آخرت اور روزِ جزاء کی فکر نہیں کرتے۔ دنیا کی فکر میں مستغرق ہیں۔ دوزخ کا خوف دلوں میں نہیں ہے۔ اس غفلت کے باوجود جنت کی امید رکھتے ہیں۔ یہ نہایت افسوس کا معاملہ ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

اتنی غفلت تو نہ کر اے دل خدا کے واسطے

فکر کر کچھ تو بھلا روزِ جزا کے واسطے

حق کی نافرمانیوں سے باز آ تو باز آ
آگ دوزخ کی بھڑکتی ہے سزا کے واسطے
کام دوزخ کے ہیں اور جنّت کا ہے امیدوار
قصر جنّت بس بنا ہے پارسا کے واسطے
دست وپا کام وزبان و چشم و گوش اور نقدِ مال
چاہیے سمجھو کہ ہیں شکرِ خدا کے واسطے
شکر کے معنی ہیں یہ ہو اُن سے محتاجوں کو نفع
مت سمجھنا اپنی ہی حاجت روا کے واسطے
شمعِ اعمالِ نکو روشن تو کر ہمراہ لے
کنجِ قبر تنگ تیرہ کی ضیا کے واسطے

برادران اسلام ! اکثر مسلمان صبح سے شام تک نہ معلوم کتنی چیزیں کھاتے رہتے ہیں اور گاہے کھانے کو کچھ نہ ملے یا کم ملے تو اللہ تعالی سے شکوے کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ہمارے اسلاف ایک معمولی سی چیز کھانے کیلئے سالہا سال ترستے رہتے تھے اور نہ ملنے پر صبر کرتے تھے۔ ان کی نظر صبر کے ثواب اور اس قسم کی آیات پر ہوتی تھی إنّ اللہ مع الصّٰبرین . "بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتے ہیں"۔

ذیل میں چند واقعات ذکر کیئے جارہے ہیں جن سے آپ بخوبی اندازہ لگالیں گے کہ ہمارے اسلاف نے کتنے فقر و غربت کی زندگی گزاری۔

حضرت محمد بن واسع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ چالیس سال تک مجھے بُھنے ہوئے جگر اور کلیجی کی خواہش رہی۔ مگر میں غربت اور تنگدستی کی وجہ سے اس نعمت سے محروم رہا۔ ایک دفعہ جہاد پر اس ارادے سے جانے کیلئے تیار ہوا کہ ثواب کے ساتھ ساتھ شاید مالِ غنیمت میں سے کوئی بکرا وغیرہ میرے حصے میں آجائے اور اس طرح ثوابِ جہاد کے ساتھ ساتھ جگر اور کلیجی کھانے کی خواہش پوری ہو جائے۔

چنانچہ ہم لوگ جہاد پر گئے اور مشرکین سے لڑے۔ لڑائی کے بعد ہمیں غنیمت کا مال مل گیا۔ میں نے اپنے حصے کا ایک بکرا لیا۔ پھر میں نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ ذبح کر کے اس کی کلیجی پکاؤ اور میں خود سو گیا۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے فرشتے نازل ہوئے اور انہوں نے یہ لکھنا شروع کیا کہ فلاں آدمی جہاد میں اس لئے شریک ہوا تاکہ لوگ اسے شجاع (بہادر) کہیں اور فلاں آدمی مالِ غنیمت حاصل کرنے کیلئے جہاد میں شریک ہوا اور فلاں آدمی تکبّر اور فخر کیلئے جہاد میں شریک ہوا۔ پھر وہ فرشتے میرے پاس کھڑے ہو کر کہنے لگے۔

شهوانيٌّ مسكين اشتهى كبدًا مشويًّا فقلتُ : بالله لا تفعلوا . فأنا تائب الى الله . ثم قلتُ : يا ربّ ! لا أعودُ . يا ربّ ! لا أعودُ . يا ربّ ! لا أعودُ . أنا تائبٌ اليك من سائر الشهوات .

یعنی ” (فرشتوں نے کہا کہ) یہ بیچارہ نفس پرست ہے۔ بھنے

ہوئے جگر اور کلیجی کا خواہشمند ہے۔ (محمد بن واسع فرماتے ہیں کہ) میں نے درخواست کی کہ خدا کے واسطے ایسا نہ کرو (یعنی مجھے ثواب سے محروم لوگوں میں شمار نہ کرو) میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں (کہ آئندہ ایسا ارادہ بالکل نہیں کروں گا) پھر میں نے (خواب ہی میں) کہا۔ اے رب! میں پھر ایسی نیت کبھی نہیں کرونگا۔ میں پھر ایسا نہیں کروں گا۔ میں پھر ایسا نہیں کروں گا۔ میں تمام خواہشات چھوڑ کر آپ کی طرف رجوع کرتا ہوں"۔

ابو تراب نخشبی رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے عارف باللہ گزرے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ عمر بھر صرف ایک بار میرے دل میں ایک دنیوی خواہش پیدا ہوئی۔ وہ یہ کہ ایک سفر کے دوران میرے دل میں انڈے اور تازہ روٹی کھانے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ میں اس شوق کو پورا کرنے کیلئے قریب واقع ایک بستی میں گیا کہ شاید اس بستی میں میری خواہش پوری ہو جائے۔

اس بستی میں ایک شخص کی چوری ہو گئی تھی۔ اس شخص نے مجھے پکڑ کر چیخنا شروع کر دیا اور کہنے لگا کہ یہ شخص بھی چوروں کے ساتھ تھا۔ لوگوں نے مجھے سزا کے طور پر ستر کوڑے مارے۔ پھر ایک شخص نے مجھے پہچان لیا اور ان لوگوں سے کہا۔ بدبختو! یہ تو ابو تراب نخشبی ہیں جو کہ بڑے بزرگ ہیں۔

حضرت نخشبیؒ فرماتے ہیں کہ پھر سارے لوگ مجھ سے معذرت کرنے لگے اور ایک آدمی مجھے اپنے گھر لے گیا۔

فقدَّم لی خبزًا وبَیضًا فقلتُ لنفسی : کُلِی بعد

سبعين درّة .

یعنی " اس شخص نے میرے سامنے تازہ روٹی اور انڈے رکھے۔ پس میں نے اپنے نفس سے کہا کہ کھا ستر کوڑے لگنے کے بعد " ۔

اللہ تعالیٰ مُسبّب الاسباب ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے۔

ومن يتّقِ الله يجعل له مخرجًا و يرزقه من حيث لا يحتسب . یعنی " جس شخص نے تقویٰ کا راستہ اختیار کیا اللہ تعالیٰ اس کے لئے کامیابی کا راستہ پیدا فرمادینگے اور ایسی جگہ سے اسے رزق پہنچائیں گے جہاں اس کا گمان بھی نہ تھا " ۔

ایک شخص کا قول ہے کہ میں ایک دن اپنے اہل وعیال کے نان ونفقہ کے بارے میں متفکر تھا۔ اِسی پریشانی کے عالم میں مجھے نیند آگئی۔ میں نے خواب میں اپنے آپ کو ایک جزیرہ میں پایا۔

میں نے دل ہی دل میں کہا۔ أينَ يَصِلُني ما آكل وما أشرب ؟ یعنی " یہاں (اس جزیرہ میں) مجھے کھانے پینے کی چیزیں کہاں سے ملیں گی ؟ "

فرماتے ہیں کہ جب یہ خیال دل میں آیا تو غیب سے ہاتف نے یعنی ایک فرشتے نے مجھے یہ آواز دی۔

يا هذا ! لوكان رزقك خلف سبعة أبحر لأتاك .

فانتبهتُ مسرورًا و زال عنّي ما كنتُ أجدُ . ثم بعد ذلك جاءتني رسالة على يدِ بعضِ الأصحاب من رجل لم يخطر

ببالی . فقلت : صدق اللّٰہ فی قولِہ : و من یتّقِ اللّٰہ یجعل لہ مخرجًا و یرزُقہُ من حیث لا یحتسب .

یعنی " (ہاتف غیبی نے آواز دیکر کہا کہ) اگر آپ کا رزق سات سمندروں کے پیچھے ہو تو بھی وہ آپ کو پہنچ کر رہیگا۔ (فرماتے ہیں کہ) میں بیدار ہو کر بہت خوش ہوا۔ میری پریشانی دور ہوئی۔ پھر مجھے بعض رفقاء کے ہاتھوں ایک ایسے آدمی کی طرف سے کامیابی کا مژدہ پہنچا جس کا مجھے تصور بھی نہ تھا۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالی کا یہ فرمان سچا ہے کہ جو شخص اللہ تعالی سے ڈرتا ہے (یعنی تقویٰ اختیار کرتا ہے) تو اللہ تعالی اس کیلئے کوئی راہ نکال دیتے ہیں اور ایسی جگہ سے اسے رزق پہنچاتے ہیں جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا "۔

اللہ والوں میں ایسے لوگ بھی گزرے ہیں کہ وہ عُمر بھر پہاڑ کے ایک غار میں رہے۔ اس سے باہر نہیں نکلے مگر ان کا رزق انہیں وہیں پہنچتا رہا۔

چنانچہ ایک نیک و صالح شخص فرماتے ہیں کہ ہم چند آدمی جبلِ لبنان میں گئے تاکہ ہمیں کوئی بزرگ مل جائیں۔ لبنان میں ایک پہاڑ ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس میں اولیاء اللہ و ابدال رہتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہم اس پہاڑ پر تین روز تک گھومتے رہے۔ آخر کار میں تو ایک بلند جگہ پر بیٹھ گیا کیونکہ میری ٹانگ میں کچھ تکلیف تھی اور رفقاء گھومتے رہے۔ میں نے دو دن تک اپنے ساتھیوں کا انتظار کیا مگر وہ واپس نہ آئے۔

وہ صالح شخص فرماتے ہیں کہ نیچے ایک جگہ پانی کا چشمہ تھا۔

میں نے وہاں جا کر وضوء کیا اور نماز میں مصروف ہو گیا۔ نماز کے اندر کسی تلاوت کرنے والے شخص کی آواز میرے کان میں پڑی۔ میں نماز سے فارغ ہو کر اس طرف گیا جس طرف سے وہ آواز آئی تھی۔

میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ ایک بڑے غار میں ایک نابینا شخص ہیں۔ میں نے السلام علیکم کہا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر مجھ سے پوچھا کہ جِنّی ہو یا اِنسی (یعنی جنّ ہو یا انسان)؟ میں نے کہا اِنسی۔ یعنی میں انسان ہوں۔ وہ فرمانے لگے۔

لا إلٰه إلاّ الله وحدَه لا شريك له ما رأيتُ هٰهنا إنسيًّا منذ ثلاثينَ سنةً غيرك .

یعنی "(انہوں نے) یہ کلمہ لا إلٰه الاّ الله وحده الخ پڑھ کر کہا کہ آپ کے بغیر تیس سالوں سے میں نے یہاں پر کوئی انسان نہیں دیکھا"۔

پھر مجھے کہا کہ آپ تھکے ہوئے ہونگے۔ آئیں آرام کریں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے غار کے اندر جا کر تین قبریں دیکھیں۔ میں ان قبروں کے پاس سو گیا۔ جب نمازِ ظہر کا وقت ہوا تو انہوں نے مجھے آواز دی۔

الصّلاة . يرحمك الله . و لم أرَ رَجلاً أعرف بأوقات الصلاة منه .

یعنی "(انہوں نے مجھے آواز دیکر کہا کہ) نماز کا وقت ہو گیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کریں۔ میں نے اُن سے زیادہ اوقاتِ نماز

جاننے والا کوئی شخص نہیں دیکھا"۔

چنانچہ میں نے ان کے ساتھ نماز ادا کی۔ نماز کے بعد وہ عصر تک نوافل میں مشغول رہے۔ پھر نمازِ عصر ادا کرنے کے بعد انہوں نے یہ دعا فرمائی۔

اللّٰهم أصلِح أُمَّةَ محمدٍ . اللّٰهم ارحَم أُمَّةَ محمدٍ . اللّٰهم فرِّج عن أمّة محمدٍ ﷺ .

یعنی " اے اللہ ! آپ امّتِ محمدیہ کی اصلاح فرمادیں۔ اے اللہ ! آپ امّتِ محمدیہ پر رحم کریں۔ اے اللہ ! آپ امّتِ محمدیّہ سے مصائب و مشکلات دور فرمادیں "۔

پھر ہم نے نمازِ مغرب ادا کی۔ نماز کے بعد میں نے پوچھا کہ آپ کو یہ دعا کہاں سے معلوم ہوئی اور کس نے سکھائی ؟ انہوں نے فرمایا لا يحتمل إيمانك ذلك . یعنی " آپ اس کے متحمل نہیں ہوسکتے "۔

پھر فرمایا کہ جو شخص ہر روز اس دعا کو تین مرتبہ پڑھے اللہ تعالی اس شخص کو ابدالوں میں لکھ دیں گے۔

روض الریاحین میں علامہ یافعیؒ لکھتے ہیں کہ رئیسِ صوفیاء حضرت ابوالحسن شاذلیؒ فرماتے ہیں۔

مَن قال كلّ يوم " اللّٰهم اغفِر لأمّةِ محمدٍ . اللّٰهم ارحَم أمّةَ محمدٍ . اللّٰهم استر أمّةَ محمدٍ . اللّٰهم اجبُر امّةَ محمدٍ ﷺ " كتِبَ من الأبرارِ . قالوا : وهو دعاءُ الخضر

علیه الصلاة والسلام.

یعنی " جو شخص یہ دعا (اللّٰهم اغفر سے لیکر اللّٰهم اجبر امّة محمد ﷺ تک) ہر روز پڑھے تو اللہ تعالی اس شخص کو نیکوکاروں میں داخل فرمادیں گے۔ کہتے ہیں کہ یہ خضر علیہ الصلاۃ والسلام کی دعا ہے "۔

بہر حال اس دعا کے بارے میں یہ حوالہ ضمناً میں نے پیش کر دیا۔ پھر اس واقعہ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

وہ صالح شخص فرماتے ہیں کہ نمازِ عشاء کے بعد اُس نابینا بزرگ نے مجھے کہا کہ کھانا کھائیں گے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا کہ غار کے اندر آپ چلے جائیں وہاں جو کچھ موجود ہو وہ کھالیں۔

فوَجَدتُ صخرةً علیها جوز و زبیب و خرنوب و تفّاح و تِین وحبّةُ الخَضراءِ کلُّ واحدٍ من ذلك فی ناحیةٍ.

یعنی " میں نے (اندر جاکر) وہاں ایک چٹان پر اخروٹ، منقّٰی، خرنوب (ایک خاردار قسم کے درخت کا پھل)، سیب، انجیر اور مختلف قسم کے پھلوں کو موجود پایا۔ ان میں سے ہر ایک پھل علیحدہ علیحدہ کونوں میں رکھا ہوا تھا "۔

وہ صالح شخص فرماتے ہیں کہ میں جتنا کھا سکتا تھا اتنا کھایا۔ وہ نابینا بزرگ ساری رات نہیں سوئے بلکہ ذکر و عبادت میں مشغول رہے۔ سحری کے وقت انہوں نے وتر اور نمازِ تہجد ادا کی۔ اس کے بعد انہوں نے بھی ان پھلوں میں سے کچھ کھایا۔ پھر بیٹھ گئے۔ صبح کی نماز پڑھنے

کے بعد وہیں بیٹھے بیٹھے وہ سو گئے تا آنکہ آفتاب دو نیزوں کے بقدر نکلا۔ پھر وہ بزرگ کھڑے ہوئے اور وضوء وغیرہ کیا۔

پھر میں نے ان سے پوچھا کہ یہ پھل کہاں سے آتا ہے؟ اتنا لذیذ پھل میں نے کبھی نہیں کھایا۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ خود اس کا معائنہ کرلیں گے۔

فدخل طائر جناحاه أبيضان وصدره أحمر و رقبته خضراء و فى منقاره حبّةُ زبيبٍ وبين رجليه جوزة فوضع الزبيبة على الزبيب و الجوزة على الجوز .

یعنی " تھوڑی دیر کے بعد ایک پرندہ آیا جس کے پر سفید، سینہ سرخ اور گردن سبز تھی۔ چونچ میں منقی اور پنجوں میں اخروٹ تھے۔ اس نے منقی کو منقی کی جگہ پر اور اخروٹ کو اخروٹ کی جگہ پر رکھا"۔

وہ نابینا بزرگ فرمانے لگے کہ آپ نے دیکھ لیا؟ میں نے کہا جی ہاں دیکھ لیا۔ پھر فرمایا۔

هذا الطائر يأتينى بهذه الفاكهةِ منذُ ثلاثين سَنَةً .

یعنی " یہ پرندہ میرے پاس یہ مختلف قسم کے پھل اور میوہ جات تیس سال سے لا رہا ہے"۔

میں نے کہا کہ دن میں کتنی بار یہ پرندہ پھل لیکر آتا ہے؟ فرمایا سات بار۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اس دن شمار کیا تو پندرہ مرتبہ آیا۔ میں نے ان بزرگ کو یہ بات بتائی تو فرمایا۔

قد زادك مَرّةً اجعلنا فى حلّ . یعنی " معاف کیجئے

آپ کی وجہ سے اس پرندے نے فی کس مقررہ سات چکروں پر ایک چکر زیادہ لگایا"۔

وہ نابینا بزرگ چھلکوں سے بنی ہوئی قمیص پہنے ہوئے تھے جو شجرۂ موز (کیلے) کے چھلکوں سے مشابہ تھی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ یہ کہاں سے لیتے ہیں؟ فرمایا۔

یأتینی هذا الطائر فی کلّ یوم عاشوراء بعشر قِطعٍ من هذا اللحاء فأصنعُ منه قمیصًا ومِئزَرًا . وکانت عنده مِسَلّة یخیط بها اللحاء .

یعنی "ہر سال عاشورے (۱۰ محرم) کے دن یہ پرندہ میرے پاس اس نوع کے دس چھلکے لے آتا ہے جن سے میں قمیص اور تہہ بند سی لیتا ہوں۔ ان کے پاس ایک بڑا سُوا تھا جس سے وہ ان چھلکوں کو سی لیا کرتے تھے"۔

فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ انہوں نے پرانے پھٹے ہوئے چھلکے بچھونے کے طور پر اپنے نیچے بچھائے ہوئے تھے۔

و رأیتُ عنده حجرًا یصبّ علیه الماء ثم یأخذ الماء الذی ینزل منه فیمسح به الشعر الذی ینبت علیه فیحلقه .

یعنی "میں نے ان نابینا بزرگ کے پاس ایک پتھر دیکھا جس پر وہ پانی ڈال دیتے۔ پھر پتھر سے مس ہونے والے پانی کو لے کر اُن بالوں کو تر کر دیتے جنہیں مونڈنا مقصود ہوتا۔ اس عمل سے وہ بال

گر جاتے تھے"۔

فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ اس نابینا بزرگ کے پاس سات اشخاص آئے جن کی آنکھیں سرخ تھیں اور اوپر نیچے پھٹی ہوئی تھیں۔ ان کا لباس ان کے بال تھے۔ بزرگ نے فارسی میں مجھے کہا کہ آپ خوف نہ کریں یہ مسلمان جِنّی ہیں یعنی مسلمان جنّ ہیں۔ پھر ان جنّوں میں سے ایک جنّ نے سورۃ طٰہٰ ، دوسرے نے سورۃ فرقان اس نابینا بزرگ کو سنائی اور ایک نے سورۃ رحمٰن کی چند آیات سیکھیں۔ پھر وہ چلے گئے۔ معلوم ہوا کہ جن علم حاصل کرنے اور سیکھنے کیلئے آئے تھے۔

فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اس بزرگ نے سجدہ میں یہ دعا فرمائی۔ اللّٰهم امنُن علیّ بإقبالی علیك و إصغائی إلیك و إنصاتی لك و الفهمِ عنك والبَصیرةِ فی أمركَ والنّفاذِ فی خدمتِك و حُسنِ الأدَبِ فی معاملتِك . و رفع صوتَه .

"اے اللہ! مجھ پر یہ احسان فرمائیں کہ میں ہمیشہ کیلئے آپ کی طرف متوجہ رہوں۔ آپ کے احکام گوشِ ہوش سے سنوں۔ آپ کا ہر حکم بے چون وچرا خاموشی سے تسلیم کروں۔ آپ کے احکام کا فہم اور آپ کے معاملاتِ بندگی کی بصیرت نصیب ہو۔ آپ کی عبادت میں زندگی گزرے اور آپ کے ساتھ معاملات میں حسنِ ادب حاصل ہوجائے۔ یہ دعا اس نابینا بزرگ نے بلند آواز سے مانگی"۔

میں نے پوچھا کہ آپ نے یہ پیاری اور جامع دعا کہاں سے حاصل کی؟ فرمایا کہ اس کا مجھے الہام ہوا۔ اور فرمایا میں نے ایک رات یہ

دعا پڑھی تو ہاتف نے آواز دی **إذا دعوتَ بهذا الدعاءِ ففخّم فانّه مستجاب .**

یعنی " (ہاتف نے کہا کہ) جب آپ یہ دعا پڑھیں تو بلند آواز سے اور تعظیم سے پڑھا کریں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے "۔

وہ مرد صالح فرماتے ہیں کہ میں چوبیس دن اس نابینا بزرگ کے پاس ٹھہرا۔ پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ یہاں تک یعنی میرے پاس کیسے پہنچے؟ میں نے انہیں سارا قصہ سنایا اور کہا کہ میں ساتھیوں کے انتظار میں تھا مگر وہ نہیں آئے۔

فرمانے لگے کہ اگر مجھے پہلے اس بات کا علم ہوتا تو میں اتنی مدت آپ کو اپنے پاس نہ ٹھہراتا کیونکہ آپ کے رفقاء آپ کی وجہ سے بڑے متفکر ہوں گے۔ اب اگر آپ زیادہ ٹھہریں گے تو وہ مزید پریشان ہوں گے۔ لہٰذا اب آپ کیلئے زیادہ ٹھہرنا مناسب نہیں بلکہ واپس جانا ہی بہتر ہے۔

میں نے عرض کیا کہ مجھے راستے کا علم نہیں ہے۔ انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر زوال کے وقت فرمایا اٹھیں، جانے کی تیاری کریں۔

میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے کوئی وصیت فرمادیں۔ انہوں نے فرمایا۔ **عليك بالجوعِ و الأدَبِ فإنّی أرجُو لك أن تَلحَق بالقوم .**

یعنی " (یہ وصیت فرمائی کہ) آپ دو باتوں پر عمل کریں ایک بھوک اختیار کریں اور شکم سیری سے پرہیز کریں اور دوسرا یہ کہ ادب ملحوظ

رکھیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ بزرگوں کے مقام کو پالیں گے "۔

کسی شاعر نے ادب کے بارے میں کیا خوب کہا ہے۔

ادب گاہیست زیرِ آسمان از عرش نازک تر

نفس گم کردہ مے آید جنید و بایزید ایں جا

یعنی " ادب ایک مقام ہے آسمان کے نیچے جو کہ عرش سے نازک تر ہے۔ اس نازک مقام میں بڑے بڑے اولیاء اللہ مثل جنید بغدادیؒ و بایزید بسطامیؒ حیران و سرگرداں و ترساں آتے ہیں "۔

اسی طرح ایک اور شاعر کہتا ہے۔

ادب تاج است از لوحِ الٰہی   بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

یعنی " ادب ایک تاج ہے لوحِ ربانی سے۔ یہ تاج سر پر رکھیئے اور پھر جہاں جانے کو جی چاہے جایئے۔ کامیابی پاؤ گے "۔

بہرحال اس نابینا بزرگ نے وصیت کرنے کے بعد فرمایا کہ میں آپ کو ایک بزرگ کے لئے بطور امانت ایک ہدیہ یعنی تحفہ بھی دینا چاہتا ہوں یہ تحفہ اس بزرگ کو میری طرف سے پہنچادیں۔ وہ یہ کہ خانہ کعبہ کی زیارت کے بعد زمزم کے کنویں اور مقام ابراہیمی کے درمیان آپ کو ایک شخص ملے گا اس سے ملاقات کر کے میرا سلام اسے پہنچادینا (سلام ایک تحفہ ہے جو ایک دوسرے کو پہنچایا اور بھیجا جاتا ہے)۔

اس شخص کے کچھ خصوصی احوال بھی انہوں نے مجھے بتائے اور یہ بھی فرمایا کہ اس شخص سے اپنے لئے دعا بھی کروانا۔

پھر وہ نابینا بزرگ غار سے نکلے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔

میں نے دیکھا کہ غار کے دروازے پر ایک درندہ کھڑا ہے۔ انہوں نے اس درندے سے کچھ کلام کیا جو میں نہ سمجھ سکا۔

پھر مجھے فرمایا کہ آپ اس درندے کے پیچھے چلے جائیں۔ جہاں یہ درندہ رُک جائے وہاں پر دائیں یا بائیں جانب آپ کو راستہ مل جائیگا۔ چنانچہ وہ درندہ ایک گھنٹہ تک میرے آگے آگے چلتا رہا اور میں اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا، پھر وہ کھڑا ہوگیا۔

میں نے دائیں طرف عقبۂ دمشق کو پایا۔ یہ مشہور شہر ہے۔ میں جامع مسجد میں گیا۔ وہیں میرے رفقاء بھی موجود تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ میں نے انہیں اس نابینا بزرگ کا سارا قصہ سنایا۔

فرماتے ہیں کہ ہم سب پھر اس پہاڑ کی طرف نکلے نابینا بزرگ کی زیارت کیلئے۔ ہمارے ساتھ بے شمار لوگ تھے۔ ہم اسی پہاڑ میں اسی جگہ پر پہنچے جہاں وہ بزرگ ملے تھے۔ مسلسل تین دن تک ہم اس غار کو تلاش کرتے رہے لیکن اس کا کچھ پتہ نہ چلا۔

لوگوں نے مجھے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی خصوصی کرامت تھی جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر منکشف فرمائی تھی اور ہم سے پوشیدہ رکھی۔

وہ مرد صالح فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں ہر سال حج کیلئے جاتا رہا اور اس شخص کو تلاش کرتا رہا جس کے بارے میں مجھے اس نابینا بزرگ نے فرمایا تھا کہ اس سے ملاقات کر کے دعا کروانا۔ لیکن اس شخص سے ملاقات نہ ہوسکی۔

اس واقعہ کے پورے آٹھ سال بعد ان علامات (جو علامات

نابینا بزرگ نے بیان فرمائی تھیں) والے ایک شخص مجھے زمزم و مقام ابراہیمی کے درمیان نمازِ عصر کے بعد ملے ۔ میں نے السلام علیکم کہا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔

میں نے ان سے دعا کی درخواست کی۔ انہوں نے میرے لئے دعا کی۔ پھر میں نے عرض کیا کہ ابراہیم کرمانی (غار والے نابینا بزرگ) آپ کو سلام کہتے تھے۔ فرمانے لگے کہ آپ نے انہیں کہاں دیکھا ہے؟ میں نے کہا کہ جبل لبنان (لبنان کے ایک پہاڑ) میں۔

انہوں نے فرمایا۔ رحمہ اللہ تعالی۔ یعنی اللہ تعالی ان پر رحم فرمائے۔ میں نے عرض کیا کہ کیا وہ انتقال کر گئے ہیں؟ فرمایا۔ ہاں، ابھی میں ان کی نمازِ جنازہ پڑھ کر انہیں ان بھائیوں کے پاس دفنا کر آیا ہوں جن کی قبریں آپ نے غار میں دیکھی تھیں۔

پھر فرمانے لگے کہ جس وقت ہم انہیں غسل دے رہے تھے۔

إذا بالطائر الذی کان یأتیه بقُوته قد سقط . فلم یزل یضرب بجناحیه حتی مات . فدفنّاه عند رجلَیه .

یعنی " اچانک وہ پرندہ جو ہمیشہ ان کیلئے پھل وغیرہ کھانے کی چیزیں لایا کرتا تھا ہمارے پاس گر پڑا اور تڑپ تڑپ کر اس نے بھی جان دیدی۔ ہم نے اس پرندے کو بھی اس بزرگ کے پاؤں کے قریب دفنا دیا " ۔

اس غار والے نابینا بزرگ کی موت کا قصہ بیان کرنے کے بعد پھر وہ بزرگ (یعنی زمزم و مقام ابراہیمی کے درمیان ملنے والے

بزرگ) اٹھ کھڑے ہوئے اور طواف میں مصروف ہو گئے اور غائب ہو گئے۔ وہ مرد صالح فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے انہیں نہیں دیکھا۔

حضرات ! اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میرے احکام کی تعمیل کرو۔ میرا عہد پورا کرو۔ أوفُوا بِعَهدِی اُوفِ بِعَهدِکُم ۔ یعنی " تم اپنا عہدِ عبادت پورا کرتے رہو۔ میں اپنا عہدِ رزق رسانی پورا کرونگا " ۔

مسلمان جب اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی تعمیل اور اللہ جل جلالہ کی رضا کے حصول میں لگ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے کام اور اس کی حاجات کو پورا کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ جب ہم ایفاءِ عہد کریں گے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنا وعدہ پورا فرمائیں گے۔

انسان جب اللہ تعالیٰ کو راضی کرلے تو اللہ تعالیٰ غیب سے اس کی ایسی مدد و نصرت فرماتے ہیں کہ وہ حیران رہ جاتا ہے۔ مگر افسوس کہ آجکل مسلمانوں کے اَفکار و خیالات خراب ہو چکے ہیں۔ دنیاوی افکار ان پر غالب آچکے ہیں۔ آخرت کی فکر برائے نام رہ گئی ہے۔ مسلمانوں کے موجودہ احوال کے بارے میں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ہم نے جب خود ہی وفاؤں کا نہ کچھ ساتھ دیا
پھر زباں پر گلۂ شکوۂ دوراں کیوں ہو
ہم نے جب خود ہی کیا دشت نوردی کو قبول
شکوۂ تلخیٔ افتاد بیاباں کیوں ہو
ہم نے جب خود ہی سجایا ہے چمن کانٹوں سے

دامنِ شوقِ حدیثِ گل خنداں کیوں ہو

روشنی دے کے اندھیروں کو خریدا ہم نے

مطلعِ زیست پہ پھر صبح درخشاں کیوں ہو

ایفائے قول و عہد کے فوائد و برکات کے بارے میں ایک حکایت ہے۔ ایک شخص کا قول ہے کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا۔ ایک شخص اہل یمن سے آیا اور کہنے لگا کہ میں آپ کیلئے ایک ہدیہ لایا ہوں۔ پھر ایک رفیق سے کہا کہ اپنا قصہ سنائیے۔

اس نے یہ قصہ سنانا شروع کیا کہ میں صنعاءِ یمن سے حج کے ارادہ سے چلا۔ ایک شخص نے مجھے یہ پیغام دیا کہ جب آپ کو نبی ﷺ کے روضۂ مبارک کی زیارت کا موقعہ ملے تو نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو اور آپ کے صاحبین ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو میرا سلام کہنا۔

اس شخص نے کہا کہ میں مدینہ منورہ میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے روضۂ مبارک کی زیارت کیلئے حاضر ہوا مگر وہ پیغام مجھے یاد نہ رہا اور ہمارا قافلہ مدینہ منورہ سے واپس روانہ ہوا۔

جب میں ذوالحلیفہ میں احرام باندھنے کی تیاری کر رہا تھا تو اس وقت مجھے وہ پیغام یاد آیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم میری اونٹنی اور سامان کا خیال رکھنا، میں مدینہ منورہ جا رہا ہوں مجھے ایک پیغام پہنچانا ہے۔ ساتھیوں نے کہا کہ اب تو قافلہ روانہ ہونے والا ہے تم اتنی جلدی مدینہ منورہ سے واپس لوٹ کر قافلے کے ساتھ نہیں مل سکو گے۔ میں نے کہا کہ اگر میں نہ پہنچ سکا تو تم میری اونٹنی اور سامان ساتھ لے جانا۔

اس شخص نے کہا کہ میں پھر واپس مدینہ منورہ چلا گیا اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام و صاحبین رضی اللہ تعالی عنہما کو اس شخص کا سلام پہنچایا۔

سلام پہنچانے سے فارغ ہونے کے بعد جب میں واپس ہوا تو مجھے ایک شخص ملا۔ میں نے اس سے اپنے قافلے کے بارے میں پوچھا۔ اس نے بتایا کہ قافلہ تو چلا گیا ہے۔

میں واپس مسجد نبوی میں آیا اور ارادہ کیا کہ جب تک کوئی دوسرا قافلہ جانے کیلئے تیار نہیں ہوتا اس وقت تک میں مدینہ منورہ ہی میں مقیم رہوں گا (کیونکہ اس زمانے میں اکیلا جانا نہایت مشکل اور ناممکن تھا)۔

وہ شخص کہتا ہے کہ میں سو گیا۔ رات کے آخری حصے میں نبی کریم ﷺ اور ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالی عنہما کی خواب میں زیارت ہوئی۔ ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا۔

یا رسول الله ! هذا الرجل . فالتفتَ إليّ رسول الله ﷺ و قال : ابوالوفاء ؟ فقلتُ : يا رسول الله ! كنيتي ابوالعباس . فقال لى : انت ابوالوفاء . وأخذ بيدى فوضَعنى فى المسجد الحرام . فأقمتُ بمكة ثمانية أيّام حتى وردت الرفقة . روض الرياحين ص ١٨١ .

یعنی " (ابوبکرؓ نے عرض کیا) یا رسول اللہ! وہ آدمی (جس نے آکر سلام پہنچایا ہے) یہ ہے۔ پس آنحضرت ﷺ نے میری طرف متوجّہ ہوکر فرمایا۔ کیا (تو) ابوالوفاء (وفاء والا) ہے (یعنی تیری کنیت ابوالوفاء ہے)؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری کنیت ابوالعباس

ہے (مجھے اسی کنیت سے پکارا جاتا ہے)۔

نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا۔ نہیں، تُو ابوالوفاء (وفا کرنیوالا) ہے۔ پھر آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے مسجدِ حرام (مکہ مکرمہ) میں پہنچادیا (میں جب صبح نیند سے بیدار ہوا تو بجائے مدینہ منورہ کے مَیں مکہ مکرمہ پہنچ چکا تھا) پھر میں نے آٹھ دن مکہ مکرمہ میں قیام کیا۔ اس کے بعد (یعنی آٹھ دن گزرنے کے بعد) میرے قافلہ والے ساتھی مکہ مکرمہ پہنچے"۔

عزیزانِ محترم! اس حکایت میں ایفاءِ عہد و وعد کی بڑی فضیلت اور بڑی برکت کا ذکر ہے۔ دیکھئے۔ اس شخص نے ایفائے وعدہ کے سلسلے میں تکلیف برداشت کی اور قافلہ کی رفاقت چھوڑ دی لیکن اللہ تعالی کے ایک حکم یعنی ایفاء وعد و عہد کو بجالایا۔ آخرت کا اجر و ثواب تو آخرت میں ملے گا جو کہ یقیناً بہت بڑا ہوگا۔

لیکن آخرت سے قبل بھی اللہ تعالی نے اسے ایفاءِ عہد کی کئی برکتوں سے یوں نوازا کہ خواب میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام اور ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالی عنہما کی زیارت نصیب ہوئی۔ نیز نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اسے ابوالوفاء کی کنیت و نام سے موسوم فرمایا۔ ابوالوفاء کا معنی ہے وفادار، وفا والا۔ نیز نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کا ہاتھ پکڑا اور بطریقہ ٔ معجزہ مکہ مکرمہ کی مسجد حرام میں پہنچایا۔ یہ بیش بہا برکات و سعادات اس شخص کو ایفائے وعدہ کے طفیل حاصل ہوئیں۔

جب ایک انسان کے ساتھ کیے گئے وعدے اور عہد کے ایفاء

کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بدلہ دیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل پیرا ہونے، ان کے اوامر کے امتثال اور ان کے ساتھ کئے ہوئے وعدۂ عبادت کے ایفاء کے بدلے میں ملنے والی برکات و سعادات کا اندازہ آپ خود لگالیں۔ جو شخص اللہ و رسول کے اوامر و احکام پر عمل پیرا رہے یقیناً وہ شخص کبھی بھی بھوک اور پیاس کی وجہ سے نہیں مریگا۔

شیخ ابو عمران واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ مکہ مکرمہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کی غرض سے نکلا۔ راستہ میں اتنی شدید پیاس لگی کہ میں اپنی زندگی سے نا امید ہوگیا اور شجرۂ اُمّ غیلان (کیکر کے درخت) کے نیچے بیٹھ کر موت کا انتظار کرنے لگا۔

اتنے میں ایک فارس (شہسوار) آئے۔ وہ ایک سبز رنگ کے گھوڑے پر سوار تھے۔ ان کا لباس، زین اور لگام وغیرہ دیگر سب چیزیں سبز تھیں۔ ان کے ہاتھ میں سبز رنگ کا ایک پیالہ تھا جس میں سبز رنگ کا پانی تھا۔ اس شخص نے وہ پیالہ مجھے دے کر کہا۔

إشرَب . پی لیں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے تین سانسوں سے خوب پیٹ بھر کر پیا مگر وہ پانی کم نہ ہوا۔

پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا مدینہ منورہ جارہا ہوں تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں ہدیۂ سلام پیش کروں۔

یہ سن کر انہوں نے فرمایا۔ إذا وصلتَ و سلَّمتَ علی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم و علیھما فقُل لھم: رضوان (أی ملك الجنة)

یقرؤ علیکم السّلام

یعنی "جب آپ (مدینہ منورہ) پہنچ جائیں اور آنحضرت ﷺ اور آپ کے صاحبین (ابو بکرؓ و عمرؓ) کی خدمت میں زیارت و سلام کیلئے حاضر ہوں تو میری طرف سے بھی یہ عرض کر دینا کہ (جنتی فرشتوں کا سردار) رضوان (نامی فرشتہ) آپ تینوں کی خدمت میں سلام پیش کرتا ہے"۔

معلوم ہوا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر انسانی شکل میں آنے والا شخص رضوان نامی فرشتہ تھا جو جنتی فرشتوں کا سردار ہے۔ اور رضوان فرشتہ ہی بحکم خدا تعالیٰ اس بزرگ کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پانی لے کر آیا تھا۔ گاہے گاہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی غیب سے اس طرح فرشتوں کے ذریعہ مدد فرماتے ہیں اور رزق عطا فرماتے ہیں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ عدن شہر سے اپنے رفقاء کے ساتھ سفر پر نکلا۔ دورانِ سفر رات کے وقت میری ٹانگ میں سخت تکلیف شروع ہوگئی جس کی وجہ سے میں چلنے سے عاجز ہو گیا اور اپنے رفقاء کے ہمراہ آگے نہ جا سکا۔ رفقاء چلے گئے اور میں اکیلا سمندر کے کنارے رہ گیا۔

وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں روزے سے تھا لیکن افطار کیلئے میرے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا۔ جب رات کو میں سونے کی تیاری کرنے لگا تو اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سامنے دو روٹیاں پڑی ہیں اور ان کے درمیان میں پرندے کا بُھنا ہوا گوشت ہے۔ میں نے وہ روٹیاں اور

گوشت رکھ دیا اور ان میں سے کچھ بھی نہ کھایا (کیونکہ انہیں تردّد تھا کہ یہ طعام ان کے لئے ہے یا کسی اور شخص کیلئے۔ نیز اس کے حلال وحرام ہونے میں بھی انہیں تردّد تھا)۔

اتنے میں ایک شخص نظر آیا جس کے ہاتھ میں لوہے کا ڈنڈا تھا۔

فقال لی : کُل یا مُرائِی . یعنی "مجھے اس نے کہا کہ اے ریاکار شخص ! کھا"۔

وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روٹی اور کچھ گوشت کھالیا اور بقیہ کھانا کپڑے میں لپیٹ کر سر کے قریب رکھ دیا اور سو گیا۔ فرماتے ہیں کہ جب میں بیدار ہوا تو حیرت ہوئی کہ وہ کپڑا موجود تھا مگر اس میں روٹی اور گوشت نہیں تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے غیب سے وہ کھانا صرف ضرورت پوری کرنے کیلئے بھیجا تھا۔ ضرورت پوری ہونے کے بعد جو کھانا بچ گیا تھا اللہ تعالی کے حکم سے وہ اٹھالیا گیا۔ اس حکایت میں دنیائے رنگ و بو میں الجھے ہوئے لوگوں کیلئے بڑا سبق ہے۔

نگاہ الجھی ہوئی ہے رنگ و بو میں خرد کھوئی گئی ہے چار سُو میں
نہ چھوڑ اے دل فغانِ صبحگاہی اَماں شاید ملے اللہ ہُو میں

ایک شاعر مسلمانوں کی غفلت کی شکایت کرتے ہوئے کہتا ہے۔

اتنی غفلت تو نہ کر اے دل خدا کے واسطے
فکر کر کچھ تو بھلا روزِ جزا کے واسطے

حیف تو سوتا رہے ہر صبح اور وقتِ اذان
مرغ و ماہی سب اٹھیں یادِ خدا کے واسطے
کب عمارت کو یہاں پر پائیداری ہے عزیز
عمر کھوتا ہے عبث اس کی بنا کے واسطے
تجھ پہ جو آئے مصیبت صبر کر اور کر خیال
سختیاں کیا کیا ہوئی ہیں انبیاء کے واسطے

بعض صالحین سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رات کے وقت اکیلا باہر صحرا کی طرف کسی کام کی غرض سے نکلا۔ میں سخت بخار میں مبتلا تھا۔ راستے میں مجھے بڑی شدّت سے پیاس لگی۔ پیاس اتنی شدید تھی کہ میں اپنی زندگی سے نا امید ہو کر ایک درخت کے نیچے لیٹ گیا۔

فإذا أنا برجلٍ معه أربعة أرغفة بين اثنين منها طائر مشوِيٌ و بين اثنَين خبيص. یعنی " اچانک میں نے ایک شخص کو اپنے پاس موجود پایا جس کے پاس چار روٹیاں تھیں۔ ان میں سے دو روٹیوں کے درمیان پرندے کا بھنا ہوا گوشت اور دو روٹیوں کے درمیان حلوہ تھا (وہ روٹیاں اس شخص نے مجھے دیدیں) "۔

فرماتے ہیں کہ میرے سر کے پاس ایک لوٹا رکھا تھا وہ شخص اسے دریا سے بھر کر لے آیا۔ فإذا ماء أبردُ من الثّلجِ و أحلى من العَسل. یعنی " وہ پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا "۔

وہ بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے وہ پانی پیا۔ پانی پینے سے اللہ تعالیٰ

نے میرا بخار بھی ختم فرمادیا۔ پھر وہ شخص میرے پاس بیٹھ گیا۔ میں کھانا کھانے لگا۔اس کے بعد وہ شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ میرے ساتھی آ گئے ہیں اس لئے مجھے کوئی اور کام کرنا ہے۔

وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے آنکھیں اٹھا کر دیکھا۔ فاذا نحو من عشرين جمّالاً فقمتُ إليهم و غاب . رحمه الله تعالى . یعنی " (مجھے) بیس افراد اونٹوں والے دکھائی دیئے۔ میں ان کی طرف دیکھتے ہوئے کھڑا ہوا۔ اتنے میں وہ شخص اچانک غائب ہوگیا "۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کو غیب سے اللہ تعالی نے اس بزرگ کی اعانت کیلئے اور اسے غیبی رزق پہنچانے کیلئے بھیجا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ دراصل فرشتہ ہو انسانی شکل میں۔ اس لئے وہ آنکھوں سے یکلخت اوجھل ہوگیا۔

ابو جعفر حداد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ایک قافلے کے ساتھ تھا جو بصرہ سے بغداد کی طرف جارہا تھا۔ قافلہ میں ایک شخص تھا جو نہ کھاتا تھا اور نہ پیتا تھا۔

میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہنے لگا۔ میں عیسائی ہوں۔

میں نے پوچھا۔ کیا وجہ ہے کہ تم کھاتے پیتے کچھ نہیں ہو؟

اس نے کہا کہ میں متوکِّل ہوں (یعنی میں نے اللہ تعالی پر توکُّل کیا ہوا ہے)۔ میں نے کہا کہ میں نے بھی اللہ تعالی پر توکُّل کیا ہوا ہے۔

اس کے بعد میں نے اسے کہا کہ توکُّل علی اللہ کا تقاضا یہ ہے کہ ہم یہاں نہ بیٹھیں اور نہ قافلے والوں کے ساتھ رہیں۔ قافلے والوں کی

رفاقت اور کھانے پینے میں ان کی اعانت پر بھروسہ کرنا اور اسے درخورِ اعتناء سمجھنا توکّل علی اللہ کے خلاف ہے۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد یہ لوگ کھانا کھانے کے لئے مل کر بیٹھیں گے۔ ہمارے پاس تو کچھ کھانے کے لئے ہے نہیں۔ پس لامحالہ یہ لوگ ہمیں بھی کھانے میں شرکت کی دعوت دیں گے اور بلائیں گے۔ پس قافلے والوں کے طعام اور ان کی اعانت کی امید پر یہاں رہنا اور ان کے ساتھ سفر کرنا توکّل علی اللہ کے خلاف ہے۔

اس لئے آیئے ہم دونوں قافلہ والوں سے الگ ہو کر ان کی اعانت کے بغیر جنگل اور بیابانوں میں سفر جاری رکھتے ہیں۔

اس نے کہا۔ ٹھیک ہے مگر ایک شرط پر، وہ یہ کہ جب ہم کسی شہر میں داخل ہوں گے تو نہ تم کسی مسجد میں جاؤ گے اور نہ میں کسی گرجا گھر (نصاریٰ کے معبد) میں جاؤنگا۔ میں نے یہ شرط مان لی۔

چنانچہ ہم روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے رات ہم ایک بستی میں پہنچے۔ وہاں ہم ایک جگہ بیٹھ گئے۔

فجاءنا كلب أسود و فی فمه رغيف فوضعه قُدّام النصرانی فأكَلَه و لم يلتفت الىّ و لا عرض علیّ.

یعنی " ایک کالے رنگ کا کتا منہ میں روٹی اٹھائے ہوئے آیا اور آکر روٹی اس عیسائی کے پاس رکھ دی۔ عیسائی نے ساری روٹی خود کھالی اور میری طرف اس نے ذرا بھی التفات (توجہ) نہ کیا اور نہ مجھے کھانے کو کچھ دیا "۔

پھر ہم مسلسل تین دن اور تین راتیں چلتے رہے۔ ہر رات یہی قصہ ہوتا کہ کتا اس کے پاس روٹی لے آتا اور وہ کھالیتا۔

چوتھی رات ہم ایک بستی میں داخل ہوئے۔ میں نماز مغرب ادا کرنے کیلئے کھڑا ہوا۔ اتنے میں ایک شخص آیا۔

و معه طبق علیه طعام و دَورَق فیه ماء . فسلَّمَ عليّ . فلمّا فرغتُ من الصّلاة وضعه قُدّامی . فقلتُ له : احمِله الی ذلك الرجل .

یعنی " اس شخص کے پاس ایک بڑی رکابی میں کھانا اور لوٹے میں پانی تھا اس نے مجھے السلام علیکم کہا۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو (میں نے اس کے سلام کا جواب دیا) اس نے وہ کھانا اور پانی میرے سامنے رکھا۔ میں نے اسے کہا کہ آپ یہ سب کچھ اٹھا کر اس دوسرے آدمی کو دیدیں "۔

میں پھر نماز میں مصروف ہوگیا۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو وہ عیسائی کھانے کی رکابی لے کر میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں کیونکہ تمہارا دین میرے دین سے بہتر ہے۔ پھر اس نے پڑھا۔ أشهد أن لا إله إلاّ الله و اشهد أن محمدًا عبده و رسوله .

میں نے پوچھا کہ تمہیں یہ کیسے علم ہوا کہ اسلام بہتر دین ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے میرا رزق مجھ جیسے ایک کتے کے ذریعے پہنچایا جاتا رہا۔ کتا ایک نجس جانور ہے۔

اور تمہارا رزق ایک نیک پاک انسان کے ذریعے تمہیں پہنچایا گیا۔ نیز میں سارا کھانا خود کھا جایا کرتا تھا، تمہیں اس میں سے کچھ بھی نہیں دیتا تھا اور تم نے جذبۂ ایثار کے تحت یہ کھانا مجھے دیدیا اور خود کچھ بھی نہ کھایا۔ حالانکہ تمہیں یہ کھانا تین دن کے بعد ملا تھا۔ اس لئے مجھے یہ یقین ہوگیا کہ تمہارا دین بہتر، اعلیٰ اور افضل ہے۔

برادران کرام! دنیا کی زندگی جتنی عیش و عشرت اور غفلت میں گزرتی ہے اتنی ہی آخرت کی نعمتوں اور مسرتوں میں کمی واقع ہوتی ہے۔

روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر جب اللہ تعالیٰ نے نعمتوں اور مال و دولت کے دروازے کھول دیئے اور انہیں رزقِ فراخ نصیب ہوا تو وہ رویا کرتے تھے اور غمگین ہو کر فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں ڈر ہے کہ یہ دنیاوی نعمتیں اور مالی راحتیں کہیں ہمارے اُخروی اجر و ثواب میں کمی کی موجب اور نقصان کا سبب نہ بن جائیں۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ غم اور ان کی یہ فکر بے جا و بے اصل نہیں تھی بلکہ وحی اللہ اور واقعات سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ گاہے دنیاوی نعمتوں کی بہتات سے اخروی اجر و ثواب میں کمی آجاتی ہے۔

ابو احمد حلاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری والدہ بڑی نیک و صالح خاتون تھیں اور ہم انتہائی تنگدست اور غریب تھے۔ غربت و افلاس کی زندگی گزار رہے تھے۔ ایک دفعہ والدہ نے کہا بیٹا! کب تک تنگی کی زندگی گزارتے رہیں گے، تجھے کچھ طلبِ معاش کی فکر کرنی چاہیئے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے سحری کے وقت اٹھ کر یہ دعا کی۔

اللّٰهم ! إن كان لى فى الآخرة شئ فَعَجِّل منه لى فى الدنيا . فرأيتُ نورًا فى زاوية البيت . فقمتُ اليه . فرأيتُ رجلَ سرِيرٍ من ذهبٍ مُرَصَّعٍ بالجواهر . فقلتُ لها : خذِى هَذا .

یعنی " اے اللہ! اگر آخرت کی نعمتوں میں میرا کچھ حصہ ہے تو اس میں سے کچھ دنیا ہی میں مجھے عنایت فرمادیں۔ (فرماتے ہیں کہ اس دعا کے بعد) میں نے مکان کے ایک کونے میں روشنی دیکھی۔ میں جب اس کی طرف لپکا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک تخت کا پایا ہے جو سونے کا ہے اور اس میں جواہر جڑے ہوئے ہیں۔ میں نے (وہ اٹھا کر) اپنی ماں سے کہا کہ یہ لیں (آپ کی خواہش پوری ہوگئی) "۔

فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں مسجد میں چلا گیا اور یہ سوچتا رہا کہ اس سونے کے پائے اور اس میں جڑے ہوئے جواہرات کو کس جوہری کے پاس لے جاؤں اور ان کے ساتھ کیا برتاؤ کروں۔

جب میں واپس گھر آیا تو والدہ نے کہا کہ بیٹا مجھے معاف کردے۔ میں نے کہا۔ کیا بات ہے؟

والدہ نے فرمایا کہ تیرے جانے کے بعد میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنّت میں ہوں۔ وہاں میں نے ایک محل دیکھا جس کے دروازے پر یہ لکھا ہوا تھا لا إلٰه إلاّ اللّٰه محمّد رسول اللّٰه . هذا لِأبى احمد الحلاّسى .

یعنی " کلمۂ طیبہ کے ساتھ یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ محل ابو احمد حلاسی

کا ہے"۔

میں نے پوچھا کہ کیا یہ میرے بیٹے کا محل ہے؟ فرشتوں نے کہا۔ ہاں۔ میں اس محل کے اندر داخل ہوئی۔ اندر ایک کمرے میں کئی تخت رکھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک تخت کا ایک پایا نہیں تھا۔ میں نے کہا کہ دیگر تختوں میں یہ ٹوٹا ہوا تخت اور پلنگ کتنا برا لگتا ہے۔

تو کسی نے کہا کہ اس تخت کا ایک پایا تو خود آپ نے لے لیا ہے۔ میں نے انہیں کہا کہ تم وہ پایا دوبارہ اس پلنگ کے ساتھ جوڑ دو۔ پھر جب میں نیند سے بیدار ہوئی تو وہ پایا جو تو نے مجھے دیا تھا غائب ہو چکا تھا۔

ایک بزرگ کی حکایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ بلادِ روم میں ایک دفعہ ہمارے ساتھ ایک نیک شخص شریک سفر ہوئے۔ وہ نہ کھاتے تھے اور نہ پیتے تھے۔

میں نے ان سے ایک دن پوچھا کہ گیارہ دن سے آپ نے نہ کچھ کھایا ہے اور نہ پیا ہے، کیا بات ہے؟ فرمانے لگے کہ اس کی وجہ میں آپ کو جدائی کے وقت بتاؤنگا۔

جب فراق وجدائی کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ ایک دفعہ ہم بہت سارے افراد جن کی تعداد تقریبا چار سو تھی ایک جنگ میں شریک ہوئے۔ کفار سے جنگ ہوئی اور میرے رفقاء شہید ہو گئے۔

فرمایا کہ میں بھی زخمی ہونے کی وجہ سے لاشوں میں پڑا تھا۔ غروبِ آفتاب کے وقت اوپر فضا سے بڑی مست، عمدہ اور مزیدار خوشبو

آنے لگی۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتا ہوں کہ خوبصورت لڑکیاں (حوریں) کھڑی ہیں۔ ان جیسی حسین عورتیں میں نے کبھی نہیں دیکھی تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں پانی کے گلاس تھے۔ وہ شہیدوں کے منہ میں پانی ڈالنے لگیں۔ میں نے بھی آنکھیں بند کرلیں۔

وہ حوریں شہیدوں کے منہ میں پانی ڈالتے ڈالتے میرے پاس پہنچ گئیں۔ ان میں سے ایک لڑکی نے کہا۔

أصبُبنَ فی حلَقِ هذا و عَجّلنَ قبلَ أن تُغلَقَ أبوابُ السّماء فَنبقی فی الأرضِ . فقالَت أُخری : أسقِیهِ و فِیهِ رمَق ؟ فقالت الأخری : اِسقِیهِ ، لا بَأسَ علیكِ یا اُختی .

یعنی "اس شخص کے حلق میں پانی جلدی ڈالو قبل اس کے کہ آسمان کے دروازے بند ہو جائیں اور ہم زمین پر ہی رہ جائیں۔ دوسری لڑکی نے کہا کہ میں کیسے پلاؤں اس میں تو جان باقی ہے؟ پہلی لڑکی نے کہا کہ پلادو، اس میں کوئی حرج نہیں اے میری بہن"۔ چنانچہ اس لڑکی (حور) نے میرے حلق میں بھی پانی ڈال دیا۔

فأنا منذ شربتُ ذلك الشراب لا أحتاجُ الی طعام و لا شراب .

یعنی "جب سے میں نے وہ شربت پیا ہے اس وقت سے مجھے نہ کھانے کی ضرورت ہے اور نہ پینے کی"۔

برادران اسلام! جنتی نعمتوں کا مقام وشان نہایت اعلیٰ ہے۔ دعا کریں کہ ہمارا خاتمہ بالایمان ہو اور اللہ تعالیٰ ہمیں جنت نصیب فرمائیں۔

آمین ثم آمین۔

افسوس کہ آج ہم ہر وقت دنیا کی نعمتوں اور کھانے پینے کی چیزوں کے حصول ہی میں لگے رہتے ہیں اور ان کیلئے انتھک محنت و کوشش کرتے ہیں۔ مگر آخرت کی ہمیں کچھ فکر نہیں اور نہ اس کی نعمتوں کی طرف ہماری توجہ ہے۔ حالانکہ دنیاوی نعمتیں آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہیں۔

اس بات کی تائید مذکورہ صدر قصّے سے ہوتی ہے۔ دیکھئے۔ اس بزرگ کو جنّت کے پانی کے چند قطرے نصیب ہوئے جن کی لذّت و غذائیت اتنی زیادہ تھی کہ انہیں ہمیشہ کیلئے کھانے پینے کی ضرورت نہ رہی۔

دنیا میں اگر انسان غم، بھوک اور افلاس میں مبتلا ہو جائے تو یہ چیزیں جلد ختم ہو جائیں گی کیونکہ دنیا چند روزہ ہے۔ اسی مضمون کا بیان ایک شاعر نے یوں کیا ہے۔

غم بھی گزشتنی ہے خوشی بھی گزشتنی
کر غم کو اختیار کہ گزرے تو غم نہ ہو

ایک شاعر کہتا ہے۔

مسکیں حریص در ہمہ عالم ہمے رود
او در قفائے رزق و اجل در قفائے او

یعنی " انسان مسکین مال کا حریص ہے وہ حرصِ مال و دولت کی وجہ سے سارے عالم میں گھومتا ہے۔ افسوس کہ وہ رزق کے پیچھے لگا ہوا ہے اور موت اس کے پیچھے اسے گرفتار کرنے کے لئے لگی ہوئی ہے "۔

افسوس کہ آخرت سے غفلت بہت زیادہ ہوگئی ہے۔اس غفلت کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں بھی مفلسی ہے اور آخرت میں بھی مفلسی، جو بہت بڑی بدبختی ہے۔

ما أحسنَ الدینَ و الدنیا اذا اجتمعا

و أقبح الکفرَ و الإفلاسَ بالرجل

" یہ کتنی اچھی بات ہے کہ کسی انسان میں دین و دنیا دونوں جمع ہوں، یعنی وہ دیندار بھی ہو اور دولتمند بھی ہو۔اور کسی انسان میں کفر و افلاس کا جمع ہونا کتنی قبیح اور بُری بات ہے "۔

اس زمانے میں گناہوں کی کثرت ہے۔فکرِ آخرت اور خوفِ خدا بہت کم ہے۔لوگ اللہ تعالی کی یاد سے غافل ہیں۔بس لوگ رزق و مال کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔حلال و حرام کا فرق نہیں کرتے۔

اس زمانے کے اہل دنیا کے بارے میں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

مفلسی ہے اور بیکاری بھی ہے
رشوتوں کی گرم بازاری بھی ہے
حق پرستوں کیلئے ہے قید و بند
اہلِ باطل کی طرفداری بھی ہے
اہلِ دنیا سے ہے بس اِتنا سوال
آخرت کی کوئی تیاری بھی ہے
ڈھول، تاشے، پھول، باجہ، کھیل کود
اس پہ دعوائے وفاداری بھی ہے

ایک کتاب میں بعض سادات اولیاء اللہ کی یہ حکایت میں نے دیکھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں آبادی سے دور ایک دریا کے کنارے مدّت مدید تک عبادت میں مصروف رہا۔ ایک بار عید الفطر کی نماز پڑھنے کیلئے قریب واقع ایک بستی میں گیا۔

نمازِ عید سے فارغ ہو کر جب میں واپس اپنے مکان (یعنی وہ جگہ جہاں وہ بزرگ علیحدگی میں عبادت کرتے تھے) میں آیا تو اپنی خلوت گاہ میں ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا لیکن دروازے میں ان کے قدموں کا کوئی نشان نہ تھا۔ مجھے تعجب ہوا کہ یہ مہمان بزرگ کہاں سے داخل ہوئے۔

نماز سے فراغت کے بعد دیر تک وہ مہمان بزرگ مصلّے پر روتے رہے اور میں سوچ رہا تھا کہ آج عید کا دن ہے۔ ان کی خدمت میں کیا چیز پیش کروں کیونکہ یہ میرے مہمان ہیں۔ مگر میرے پاس کچھ بھی نہ تھا۔

انہوں نے یعنی مہمان نے کہا کہ آپ فکر نہ کریں غیب میں ایسی چیزیں ہیں جنہیں ہم نہیں جانتے۔ ہاں اگر آپ کے پاس پانی ہو تو لائیں۔ فرماتے ہیں کہ میں اُٹھا تاکہ لوٹے میں پانی لاؤں۔

فوجدتُ عند الإبريق رَغِيفَيِن كبيرَينِ حارَّينِ كأنَّهما الساعة خرَجَا مِنَ الفرنِ و لِوزًا كبيرًا . یعنی "میں نے لوٹے کے پاس دو بڑی روٹیاں پائیں جو گرم تھیں، گویا وہ اسی وقت تنور سے نکالی گئی تھیں اور بڑے بڑے بادام بھی ملے"۔

میں نے یہ چیزیں اٹھا کر ان کے پاس رکھ دیں۔ انہوں نے روٹی توڑی اور بادام میرے سامنے رکھدیئے اور فرمایا کھائیں۔ وہ بزرگ مجھے بادام کھلاتے رہے مگر انہوں نے خود صرف ایک یا دو بادام کھائے۔

فرماتے ہیں کہ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ یہ کھانا کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے یعنی مہمان نے فرمایا کہ تعجب کی کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالی کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ وہ جہاں بھی ہوں اپنی مراد پا لیتے ہیں۔

مجھے اس بات سے مزید تعجب ہوا۔ میرے دل میں ان کی مواخاۃ یعنی دوستی کی طلب پیدا ہوئی۔

انہوں نے یعنی مہمان بزرگ نے فرمایا لا تعجل بطلب المواخاۃ فأنا لابدّ أن أعود إلیک إن شاء اللہ تعالی.

یعنی " آپ طلبِ مواخاۃ (دوستی) میں جلدی نہ کریں۔ میں ان شاء اللہ پھر آپ کے پاس آؤنگا "۔

پھر وہ بزرگ مجھ سے پوشیدہ ہوگئے اور نہ معلوم کہاں گئے۔ مہمان کے اس حیرت انگیز واقعہ سے مجھے انتہائی تعجب ہوا۔

فلمّا کان اللیلۃ السّابعۃ من شوال اَتانِی و وَاخانِی رحمہ اللہ تعالی. یعنی " جب شوال کی ساتویں رات تھی تو وہ بزرگ میرے پاس آئے اور بھائی بن گئے "۔

ایک بزرگ کی حکایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ سیر و سیاحت کیلئے جنگل میں گیا۔ وہاں مجھے کئی دنوں تک کھانے پینے کیلئے کچھ نہ ملا۔ مجھے سخت پیاس لگی۔

اچانک ایک محل نظر آیا۔ میں اس کی طرف گیا کہ شاید کچھ کھانے پینے کو مل جائے۔ جب میں محل کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ اندر سے ایک درندہ نکل کر آ رہا ہے۔ میں اندر داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص پشت کے بل قبلہ رخ پڑا ہے۔ میں نے اسے حرکت دی لیکن وہ مردہ تھا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ درندہ اسے کھانے کیلئے آیا ہو گا مگر اللہ تعالی نے درندے سے اسے محفوظ رکھا۔

پھر میں محل سے باہر نکلا تا کہ میّت کے کفن دفن کا انتظام کروں حالانکہ سخت پیاس کی وجہ سے مجھ میں یہ سکت نہ تھی۔ اتنے میں جنگل سے ایک شخص غیب سے نمودار ہوا۔ یہ کوئی ولی اللہ تھے۔ سلام کے بعد وہ ولی اللہ کہنے لگے۔

جهَّزتَ الفقير ؟ قلتُ : لا ، يا سيدى . قال : بسم الله تَمضِي مَعِي إلى رأسِ الجبل . فانّ فيه عَينَ ماءٍ .

یعنی "کیا آپ اس فقیر کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو گئے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا اللہ تعالی کا نام لیکر میرے ساتھ اس پہاڑ پر چڑھیں۔ وہاں پانی کا چشمہ ہے"۔

چنانچہ میں اس غیبی شخص کے ساتھ پہاڑ پر گیا۔ وہاں چشمہ پر ایک مشکیزہ ملا۔ میں نے پیٹ بھر کر پانی پیا۔ اس شخص کے پاس ایک لوٹا تھا۔ ہم نے لوٹا اور مشکیزہ بھر لیا اور اس فقیر کی میت کے پاس واپس آئے۔ اُسے غسل دیا اور اس کے اپنے کپڑے کا اسے کفن پہنایا۔ نماز جنازہ پڑھی اور اسے دفن کیا۔

تکفین وتدفین سے فراغت کے بعد وہ بزرگ فرمانے لگے کہ یہ متوفی فقیر اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے۔ مگر خود اس فقیر کو اس بات کا علم نہ تھا کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہیں لأنّه کان یتّقِی مولاهُ فأخفاهُ .

یعنی " چونکہ یہ اللہ تعالی سے بہت ڈرتے تھے اس لئے اللہ تعالی نے ان کو پوشیدہ رکھا "۔

ثم غاب عَنّی کأنه قد اختُطِفَ من جانبی فوقفتُ علی القبر و قرأتُ شیئا من القرآن وأهدیتُه الی الفقیر . وسألتُ الله بحرمتِه . فأجابنی و وجدتُ برکتَه زمانًا طویلاً .

یعنی " پھر وہ غیبی بزرگ مجھ سے اچانک غائب ہوگئے گویا کہ میرے پاس سے انہیں اٹھالیا گیا۔ پھر میں نے (اس فقیر کی) قبر کے پاس کچھ قرآن پاک کی تلاوت کی اور اس کا ثواب اس میت کو بخشا اور اس کے وسیلہ سے دعا کی۔ اللہ تعالی نے میری دعا قبول فرمائی اور مدّت تک میں اس دعا کی برکت سے مستفیض ہوتا رہا "۔

احباب کرام ! اللہ والوں کے رزق اور ان کی ضروریات کا انتظام اس طرح غیب سے کیا جاتا ہے۔

آہ ، آہ...... افسوس ، صد افسوس...... موت قریب آرہی ہے۔ آخرت قریب ہو رہی ہے۔ قبر قریب آرہی ہے۔ حساب کا وقت قریب ہو رہا ہے۔ ذرے ذرے کے برابر برے اعمال کا حساب ہوگا۔ فمن یعمل مثقال ذرّةٍ خیرًا یره و من یعمل مثقال ذرةٍ شرّا یره . یعنی " جس نے ذرے کے برابر نیک عمل کیا ہوگا وہ اسے محشر

میں دیکھ لے گا اور جس نے ذرے کے برابر بُرا عمل کیا ہوگا وہ اسے قیامت میں دیکھ لے گا"۔

سخت منازل آنے والی ہیں۔ ان کیلئے تیاری کرنی چاہئے۔ محنت کرنی چاہئے۔ مگر لوگ خواب غفلت میں سوئے ہوئے ہیں، موت سے غافل ہیں، قبر کی سختیوں سے غافل ہیں، حسابِ عقبیٰ سے غافل ہیں، آخرت سے غافل ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

اتنی غفلت تو نہ کر اے دل خدا کے واسطے
فکر کر کچھ تو بھلا روزِ جزا کے واسطے

نفس کے تابع رہے ایسے کہ بھولے، آہ، وہ
آئے تھے دنیا میں ہم جس مدّعا کے واسطے

بیٹھ کنجِ صبر میں قسمت میں جو ہے پائیگا
مت اٹھا رنج و عنا گنج و غنا کے واسطے

مال و زر ملک و زمیں فوج و سپہ گنج و حشم
کسب کس کو ہے بقا ہے سب فنا کے واسطے

ہے تکبّر زر پہ لاحاصل کہ بعد از مرگ بس
ایک ہی رستہ ہے سب شاہ و گدا کے واسطے

گر تو قارونِ زمانہ بھی ہوا تو کیا ہوا
آخرش تُو چیونٹیوں کی ہے غذا کے واسطے

آج جو دینا ہے دے لے کل خدا جانے یہ مال
ہوگا کس بیگانہ و ناآشنا کے واسطے

کام وہ کر لے تو پیارے جس کے باعث گور میں
باغِ رضواں سے کُھلے کھڑکی ہوا کے واسطے

ایک مرد صالح فرماتے ہیں کہ میں اور ابو علی بدوی رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک دفعہ ایک ولی اللہ کی زیارت کیلئے نکلے۔ فرماتے ہیں کہ دورانِ سفر ایک جنگل و بیابان میں ہمیں سخت بھوک لگی۔

فاذا بثعلب يحفر الأرض ويخرج منها كَمأَةً ويرمى بها إلينا .

یعنی " اچانک (ہم نے دیکھا کہ) ایک لومڑی زمین کھود رہی ہے اور اس میں سے کھمبیاں نکال کر ہماری طرف پھینک رہی ہے "۔

ہم نے حسبِ ضرورت کھمبیاں کھائیں۔ پھر آگے چلے تو دیکھا کہ ایک بہت بڑا درندہ سویا ہوا ہے۔ ہم اس کے قریب گئے تو معلوم ہوا کہ وہ اندھا ہے۔ ہم اس درندے کی کیفیت و حالت پر تعجب کرتے ہوئے ابھی کھڑے ہی تھے اور سوچ رہے تھے کہ یہ تو اندھا ہے اسے خوراک کہاں سے اور کس طرح حاصل ہوتی ہوگی کہ اتنے میں ایک کوّا آیا۔ معه قِطعةُ لَحمٍ كبيرةٌ . فضربَ بجناحَيهِ على أُذُنِ السُّبُع ففَتَحَ فَمَه فطَرَحَ فِيه القِطعَةَ .

یعنی " اس کوّے کی چونچ میں گوشت کا ایک بہت بڑا ٹکڑا تھا۔ اس نے اپنے پر اس درندے کے کانوں پر مارے۔ درندے نے منہ کھولا اور کوّے نے وہ گوشت کا ٹکڑا اس کے منہ میں ڈال دیا "۔

ابو علیؒ نے مجھے فرمایا کہ قدرت کی یہ علامت ہماری عبرت کیلئے

ہے۔ دیکھئے۔ اللہ تعالی کی رازقیت کا عجیب مظاہرہ، اللہ تعالی نے غیب سے یہ کوّا اس نابینا درندے کو رزق پہنچانے پر مقرر فرمایا ہے۔

پھر ہم اور آگے گئے تو ہماری نگاہ ایک جھونپڑی پر پڑی۔ ہم اس کے قریب گئے۔

فإذا فِيه عَجُوز كبيرة ليس عِندَها شئ وعلى بابِ الكُوخِ حَجَرِ مَنقُور . یعنی "(ہم نے وہاں جاکر دیکھا تو) اس میں ایک بڑھیا تھی جس کے پاس کسی قسم کی کوئی چیز نہ تھی۔ اور دروازے کے قریب ایک پتھر پڑا تھا جس میں گڑھا (سوراخ) تھا"۔

فرماتے ہیں کہ ہم نے اندر داخل ہوکر سلام کیا اور اس بڑھیا کے پاس بیٹھ گئے۔ وہ عبادت میں مصروف تھی۔

نمازِ مغرب کے بعد وہ جھونپڑی سے باہر نکلی۔ اس کے ہاتھ میں دو روٹیاں اور کچھ کھجوریں تھیں۔ اس نے ہمیں کہا کہ اندر جاؤ جو چیز مل جائے کھالو۔ ہم نے اندر جاکر دیکھا تو چار روٹیاں اور دو ٹکڑے کھجوروں کے پڑے تھے۔ حالانکہ وہاں قریب قریب کہیں بھی کھجور کا درخت نہیں تھا۔

پھر تھوڑی دیر کے بعد بادل آکر برسا اور پتھر میں جو گڑھا (سوراخ) تھا وہ بھر گیا۔ پتھر کے علاوہ کسی جگہ بارش کا ایک قطرہ بھی نہ گرا، یعنی صرف پتھر پر بارش ہوئی۔ ہم نے پوچھا کہ آپ کتنی مدت سے یہاں مقیم ہیں؟ بڑھیا نے کہا ستر سال سے۔

سبعين سَنَةً هكذا حالى مع مَولاىَ فى قُوتِى و

شَرَابِی کَمَا تَرَوْن .

یعنی " ستر سال سے میرا حال اپنے مولیٰ (اللہ تعالی) کے ساتھ کھانے پینے کے معاملات میں ایسا ہی ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو "۔

ہم نے پانی کے متعلق دریافت کیا۔ بڑھیا نے جواب دیا کلّ لیلة تجئ هذه السحابة فی الصّیف و الشتاء و هذان الرغیفان و التمر .

یعنی " ہر رات یہ بدلی آکر برستی ہے سردیوں میں بھی اور گرمیوں میں بھی اور یہ دو روٹیاں اور کھجوریں بھی اسی طرح ہر رات پہنچتی ہیں "۔

پھر اس بڑھیا نے پوچھا۔ کہاں جا رہے ہو؟ ہم نے کہا کہ ابونصر سمرقندی کی زیارت کرنے جا رہے ہیں۔ بڑھیا نے کہا۔ رجل صالح . یا أبانصر ! تعالَ إلی القومِ . فإذَا أبُونَصر قائم عندنا . فسلّمَ علَینا . و سلّمنا علیه .

یعنی " ابونصر تو صالح انسان ہیں۔ پھر بڑھیا نے آواز دی کہ اے ابونصر ! اِن لوگوں کے پاس آجائیے۔ پس اچانک حضرت ابونصر ہمارے سامنے نمودار ہوئے۔ انہوں نے ہمیں سلام کہا اور ہم نے انہیں سلام کا جواب دیا "۔

پھر بڑھیا نے کہا اذا اَطاعَ العَبدُ مَولاهُ اَطاعَه مَولاهُ .

یعنی " جب بندہ اللہ تعالی کی اطاعت و فرمانبرداری کرے تو اللہ تعالی بھی اس کے امور اور اس کی ضروریات کو پورا فرماتے ہیں "۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں

نے جنگل کے ایک چرواہے سے کہا کہ مجھے دودھ یا پانی چاہئے۔ چرواہے نے کہا کہ دونوں چیزیں موجود ہیں۔ آپ کونسی چیز پسند فرمائیں گے؟ میں نے کہا پانی۔ اس نے اپنی لاٹھی ایک پتھر پر ماری۔ پتھر سے چشمہ پھوٹ پڑا۔ میں نے پانی پیا۔

فإذا هو أبرَد مِنَ الثَّلج و أحلى مِنَ العَسَلِ . یعنی "وہ پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا"۔

میں حیران رہ گیا۔ چرواہے نے کہا لا تَتَعَجَّب فَإنَّ العَبدَ إذا أطاع مولاه أطاعَه کُلُّ شيءٍ . یعنی "بندہ جب اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے تو ہر شے اس کی اطاعت کرتی ہے"۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں کہ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک دفعہ شہر مدائن میں ایک مہمان آیا۔ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہمان کو ساتھ لیکر شہر سے باہر نکلے اور جنگل میں گئے۔ وہاں بہت سارے ہرن اور پرندے دیکھے۔ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

لِيَأتِنِي ظَبيٌ وَ طَير مِنكُنّ سَمِينَانِ فَقَد جَاءَنِي ضيف و أُحبُّ إكرامَه فجاءَ كِلاَهُمَا . یعنی "تم میں سے ایک موٹا ہرن اور ایک موٹا پرندہ میرے پاس آجائے کیونکہ میرا مہمان آیا ہوا ہے جس کی میں تعظیم اور اکرام کرنا چاہتا ہوں (یعنی گوشت کھلانا چاہتا ہوں) پس ایک ہرن اور ایک پرندہ دونوں (حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس) آگئے"۔

مہمان بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا سبحان اللہ ، اے سلمان ! آپ کیلئے پرندے (اور ہرن) مسخر کر دیئے گئے ہیں۔ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا أفتعجَب مِن هذا ، هل رأيتَ عبدًا أطاعَ الله فعصاهُ شئ .

یعنی " آپ اس بات سے متعجب ہوئے ہیں (یعنی تعجب کی کوئی بات نہیں) کیا آپ نے کوئی ایسا بندہ بھی دیکھا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہو اور پھر مخلوق میں سے کوئی چیز اس بندہ کی اطاعت نہ کرے (یعنی جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے مخلوق میں سے ہر چیز اس کی اطاعت کرتی ہے) "۔

عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ تعالیٰ ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور حضرت ایوب سختیانی رحمہ اللہ تعالیٰ سفر پر گئے۔ ہم ملکِ شام کے ایک راستے پر جا رہے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ ایک سیاہ رنگ کا آدمی لکڑیوں کا گٹھا سر پہ اٹھائے آرہا ہے۔ وہ قریب آیا تو میں نے اس سے بطورِ امتحان پوچھا۔

يا اَسوَدُ ! مَن ربُّكَ ؟ یعنی " اے کالے رنگ والے ! تیرا ربّ کون ہے ؟ " اس نے کہا۔ لمثلي تقول هذا ؟ ثم رَفعَ رأسَه إلى السماء و قال : إلهي حوّل هذا الحَطبَ ذهبًا . فإذا هُوَ ذهَب . یعنی " آپ مجھ جیسے انسان سے یہ سوال کر رہے ہیں ؟ پھر اس نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا۔ اے اللہ ! آپ اِن لکڑیوں کو سونا بنا دیں۔ پس اچانک وہ لکڑیاں سونا بن گئیں "۔

پھر اس نے کہا کہ آپ نے یہ دیکھ لیا؟ ہم نے کہا۔ جی ہاں۔ پھر کہا۔

اللّٰھم رُدَّہ حَطَبًا فصَارَ حَطَبًا کما کان أوَّلاً ۔ یعنی "اے اللہ! آپ اس سونے کو دوبارہ لکڑیوں کا گٹھا بنادیں۔ پس وہ سونا پہلے کی طرح لکڑیوں کا گٹھا بن گیا"۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے سَلُوا العارِفِینَ فَإنّ عَجائِبَھُم لاَ تفنی ۔ یعنی "عارفین (اللہ والوں) سے احوالِ معرفت و طریقت پوچھا کرو کیونکہ ان کے عجائبات فنا اور ختم نہیں ہوتے"۔

حضرت عبدالواحد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس عبدِ اسود (سیاہ رنگ والے آدمی) سے سخت شرمندہ اور حیران ہوا۔ واستَحیَیتُ منہُ حیاءً مَا استَحیَیتُ مِثله قَبلَ ھذا مِن اَحدٍ قطُّ ۔ یعنی "میں ان کے سامنے اتنا شرمندہ ہوا کہ اتنا شرمندہ کبھی کسی کے سامنے نہیں ہوا تھا"۔

پھر میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس کھانا ہے؟ انہوں نے سامنے کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا، فاذا بَینَ أیدِینا جام فِیهِ عسَل اَشَدُّ بَیاضًا مِنَ الثَّلجِ و اَطیَبُ رِیحًا مَنَ المِسكِ ۔

یعنی "فوراً ہمارے سامنے شہد کا ایک بڑا پیالہ نمودار ہوا جو برف سے زیادہ سفید اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا"۔

انہوں نے فرمایا۔ کھاؤ۔ فوَالَّذِی لاَ إلٰهَ غیرُہ لَیسَ ھذا من بَطنِ نحلِ ۔ فأکلنا فمَا رَأینا شیئًا أحلی مِنهُ ۔ فتَعجَّبنا

فقال : لیسَ العارِفُ مَن تعجَّبَ من آیاتِ اللهِ . فمَن تعجَّبَ فَاعلَم أنّه بَعِید منَ اللهِ . و مَن عَبَدَ الله علی رؤیَةِ الآیاتِ فَإنّه جَاهِل بِاللهِ .

یعنی " قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہ شہد مکھی کے پیٹ سے نکلا ہوا نہیں۔ پس ہم نے وہ شہد کھایا اور اس سے زیادہ میٹھی چیز ہم نے کبھی نہیں کھائی۔ ہمیں بڑا تعجب ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ عارف باللہ (اللہ تعالی کی ذات کی معرفت رکھنے والا) اللہ تعالی کی نشانیوں اور اس کی قدرت کے کرشموں سے حیران نہیں ہوتا اور جو حیران ہو تو سمجھ لو کہ وہ اللہ تعالی سے دور ہے (یعنی اسے اللہ تعالی کی معرفت حاصل نہیں ہے) اور جو آدمی اس قسم کے کرشموں سے متأثر ہو کر اللہ تعالی کی عبادت کرے وہ اللہ تعالی کی عظمت سے ناواقف ہے "۔

احباب کرام ! مذکورہ قصے سے آپ کو معلوم ہوا کہ دنیا میں ایسے بزرگ بھی گزرے ہیں جو بظاہر تو کالے رنگ کے تھے اور حقیر و ذلیل نظر آتے تھے مگر واقعہ میں وہ اللہ تعالی کے اتنے محبوب تھے کہ اللہ تعالی ان کی ہر دعا قبول فرماتے رہے اور انہیں غیب سے رزق پہنچاتے رہے۔ اصل مقصود حبّ اللہ و حبّ الرسول ہے، ایمان ہے، عبادۃ اللہ ہے، ذکر اللہ ہے۔ ایمان کامل کے بعد اللہ تعالی کی محبت و عبادت میں استغراق حاصل ہو جائے تو اللہ تعالی غیب سے رزق کے دروازے کھول دیتے ہیں۔

عمر خیامؒ اللہ تعالیٰ کے عشق میں مستغرق ہونے کی دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

یارب بکشائے برمن از رزق درے
بے منّتِ مخلوق رساں ماحضرے
از بادہ چناں مست نگہدار مرا
کز بے خبری نباشدم درد سرے

(۱) "اے اللہ! مجھ پر رزق کا دروازہ کھول دیجئے۔ مخلوق کی منّت و احسان کے بغیر مجھے رزق نصیب فرمائیے۔

(۲) جنتی شراب کی محبت سے مجھے ایسا مست رکھئے کہ بے ہوشی کی وجہ سے کسی غم اور درد سر کا خیال نہ رہے"۔

زندگی گزر رہی ہے مگر ہم خوابِ غفلت میں سو رہے ہیں۔ آخرت سے غفلت ہے۔ خدا تعالیٰ کی عبادت سے غفلت ہے۔ ذکر اللہ سے غفلت ہے۔ اقترب للناس حسابھم و ھم فی غفلة معرضون . یعنی " حسابِ آخرت کا وقت قریب ہو رہا ہے اور لوگ غفلت میں ہیں اعراض کرتے ہوئے "۔ عمر خیام فرماتے ہیں۔

ہنگام سفیدہ دم خروش سحری ۔۔۔ دانی کہ چرا ہمے کند نوحہ گری
یعنی کہ نمودند در آئینہ صبح ۔۔۔ کز عمر شبے گزشت و تو بے خبری

مطلب یہ ہے کہ " صبح اور مرغ نوحہ کرتے ہوئے تجھے یہ صدا دیتے ہیں کہ صبح کی یہ سفیدی آئینے کی طرح تجھے یہ بتا رہی ہے کہ تیری زندگی کی ایک رات اور گزر گئی اور تو بے خبر ہے "۔

ابو سعید حراز رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار جنگل میں تھا۔ مجھے سخت بھوک لگی۔ میرے نفس نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے کھانا مانگ۔ میں نے اسے کہا۔

ما هذا مِن فِعلِ الـمُتوَكّلِينَ أهلِ الهِمَمِ . یعنی " یہ باہمت اہلِ توکّل کا کام نہیں ہے "۔

پھر میرے نفس نے مطالبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے صبر مانگ۔ جب میں نے اس کا ارادہ کیا تو ہاتف غیبی نے یہ اشعار پڑھے۔

و يَزعَمُ أنه منّا قريبٌ   و إنّا لا نُضِيّعُ مَن أتانا

فهَمَّ أبُوسَعِيدِ سُؤلَ صبرٍ   كأنّا لا نَراهُ ولا يَرانا

(۱) یعنی " بندہ کو یہ یقین ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہے۔ اور واقعی ہم اس کو ضائع نہیں کرتے جو ہماری طرف آئے۔

(۲) ابو سعید نے صبر کی درخواست کا ارادہ کیا گویا کہ ہم اُسے نہیں دیکھتے اور نہ وہ ہماری قدرت کو دیکھتا ہے "۔

حضرات! یہ بڑے بزرگوں کا مقام ہے کہ وہ اعلیٰ درجے کے توکّل کی بنا پر انتہائی تنگدستی اور بھوک کی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ سے کھانے کا سوال نہیں کرتے۔ عام مسلمان اس درجہ کے متوکّل نہیں ہوتے اور نہ ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں ہر وقت اللہ تعالیٰ سے اس کی مدد و نصرت کی دعا کرنی چاہئے اور ہر چھوٹی بڑی پریشانی میں اس کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

دیکھئے۔ ابراہیم علیہ السلام آگ میں گرے ہوئے تھے مگر انہوں

نے فرشتے کی مدد کو ٹھکرا دیا اور فرمایا کہ میرا ربّ مجھے دیکھ رہا ہے۔ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام دوستی کے بلند مقام پر فائز تھے۔

ابوالعباس احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک بڑے عابد و زاہد اور بزرگ گزرے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک اسلامی بھائی یعنی سلوک و ذکر اللہ کے راستے کے رفیق اور دوست کو مکہ مکرمہ میں چھوڑ دیا اور میں خود کسی خاص ضرورت کی خاطر ملک مصر آ گیا۔ پھر کچھ مدت کے بعد وہ اسلامی بھائی اور دوست میرے پاس آیا۔ مجھے اس کے آنے کی بہت خوشی ہوئی۔ اس نے کہا۔

یَا اَخِی ! اَنَا جَائِع . یعنی " اے میرے بھائی ! میں بھوکا ہوں " ۔ میں نے اسے کہا کہ میرے پاس تو کھانے کیلئے کچھ بھی نہیں ہے اور میں کسی سے مانگتا بھی نہیں۔

فما تمَّ کَلامِی مَعَه حتی دَخَلَ مِن شُبَّاكِ البَیتِ عصفُور کَبِیر . و ألقی فی حِجرِی قِیراطًا کَبِیرًا . فأخَذتُه و اشترَیتُ لَه بِه شیئًا فأ کلَه .

یعنی " اس کے ساتھ میری بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ مکان کے روشندان سے ایک بڑا پرندہ اندر داخل ہوا اور ایک بڑا موتی اس نے میری گود میں ڈال دیا۔ میں نے اسے اٹھالیا اور کھانے کی کوئی چیز خریدی۔ پھر اس (میرے بھائی) نے وہ چیز کھائی " ۔

افسوس ...... آج ایسے بزرگ بہت کم ملتے ہیں۔ آجکل کے مسلمانوں کی حالت کسی شاعر نے یوں بیان کی ہے۔

فرقہ آرائی کی زنجیروں میں ہیں مسلم اَسیر
اپنی آزادی بھی دیکھ ان کی گرفتاری بھی دیکھ
دیکھ مسجد میں شکستہ رشتۂ تسبیحِ شیخ
بت کدے میں برہمن کی پختہ زنّاری بھی دیکھ
کافروں کی مسلم آئینی کا نظارہ بھی دیکھ
اور اپنے مسلموں کی مسلم آزاری بھی دیکھ
جس کو ہم نے آشنا لطفِ تکلّم سے کیا
اُس حریفِ بے زباں کی گرم گفتاری بھی دیکھ
قافلہ دیکھ اور ان کی برق رفتاری بھی دیکھ
رہروِ درماندہ کی منزل سے بیزاری بھی دیکھ

ایک شخص کہتا ہے کہ میں ایک دفعہ ایک بزرگ کے پاس گیا۔ ان کے گھر میں دنیاوی ساز و سامان میں سے کوئی چیز نہ تھی۔ میں نے پوچھا کیا وجہ ہے کہ آپ کے گھر میں دنیا کا کوئی سامان نہیں ہے؟ انہوں نے فرمایا۔

لَنَا دَارَانِ إحدَاهُمَا دَار أمنٍ وَالأخرى دَارُ خَوفٍ فَما يَكُونُ لَنا مِنَ الأموالِ نَدَّخِرُه فِى دَارِالأمنِ يَعنى نُقَدِّمُه لِلدَّارِ الآخرة .

یعنی " ہمارے رہنے کی دو جگہیں ہیں۔ ایک دارِ امن ہے اور دوسرا دارِ خوف۔ چنانچہ ہم اپنے مال کو دارِ اَمن یعنی آخرت میں ذخیرہ کرتے ہیں "۔

میں نے عرض کیا کہ اس دنیاوی رہائشگاہ میں بھی تو کچھ سامان ہونا چاہئے۔ فرمانے لگے۔ إنّ صاحِبَ هذا المنزل لا يدَعُنا فِيهِ . یعنی " اس مکان کا مالک ہمیں اس میں نہیں رہنے دیتا "۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

بعض بزرگوں کا ایک زرّین قول ہے، فرماتے ہیں۔

الدُّنیا عارِیَة أو وَدِیعَة وَلَابُدّ لِلمُعیرِ أن یَّرجِعَ فی عاریَته و لِلمُودِعِ أن یّأخُذَ وَدِیعَتَه . یعنی " یہ دنیا اور دنیاوی زندگی عاریہ (مانگی ہوئی چیزیں) ہیں یا بطورِ امانت (ہمارے پاس) ہیں۔ اور عاریہ دینے والا اور امانت کا مالک کسی وقت بھی اپنی چیز واپس لے سکتا ہے "۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

وَمَا المالُ وَالأهلُونَ إلاَّ وَدِیعَةٌ
و لَابُدّ یومًا أن تُردَّ الوَدَائِعُ

یعنی " یہ مال اور اہل، امانت ہیں۔ یہ امانتیں ضرور ایک دن واپس کرنی ہونگی "۔

دوستو! آج دنیاوی بازار آباد ہیں مگر روح و قلب کے بازاروں میں تباہی دکھائی دے رہی ہے۔ ہر آدمی کو روٹی کی فکر لگی ہوئی ہے۔ حالانکہ اگر صحیح معنوں میں انسان خدا کا بندہ بن جائے تو روٹی اور دیگر کھانے پینے کی چیزیں غیب سے پہنچائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ آپ کو سابقہ حکایات سے معلوم ہوا کہ خدا مل گیا تو سب کچھ مل گیا۔

میں یہ نہیں کہتا کہ رزق کے حصول کیلئے انسان کو کوشش نہیں کرنی چاہئے بلکہ رزقِ حلال کے حصول کیلئے محنت اور کوشش کرنا مسنون اور عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ بھی اس سے خوش ہوتے ہیں۔

بلکہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ انسان کا مقصود و مطلوب حقیقی عبادت ہے، ذکراللہ ہے، رضائے خدا تعالیٰ ہے۔ اس لئے تحصیلِ رزق کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بجاآوری بھی ضروری ہے۔ احکامِ ربّانیہ کو پس پشت نہیں ڈالنا چاہئے۔ یعنی حصولِ رزق کے دوران بھی یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ہم سے کوئی حکمِ خداوندی چھوٹنے نہ پائے۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

ساری دنیا آپ کی حامی سہی ہر قدم پر میری ناکامی سہی
نیک نام اسلام میں رکھے خدا کفر کی دنیا میں بدنامی سہی

ایک کتاب میں ایک بزرگ کا یہ واقعہ میری نظر سے گزرا۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بازار گیا۔ میرے ساتھ میری حبشیّہ لونڈی بھی تھی جو کہ بڑی عابدہ و زاہدہ اور نیک تھی۔ میں نے اسے ایک جگہ بٹھایا اور کہا کہ مجھے ایک کام ہے۔ میرے واپس آنے تک یہیں بیٹھنا، کہیں اِدھر اُدھر نہ جانا۔

میں جب کام سے فارغ ہو کر واپس آیا تو وہ لونڈی وہاں موجود نہ تھی۔ مجھے اس پر بڑا غصہ آیا۔ میں واپس اپنے گھر آ گیا۔ اتنے میں وہ بھی آ گئی اور کہنے لگی۔

إنَّكَ أجلستني بَينَ قومٍ لاَ يَذكُرُونَ اللهَ فَخَشِيتُ أن يَنزِلَ بِهِم خَسف وَ أنَا مَعَهُم .

یعنی "آپ مجھے ایسے لوگوں میں بٹھا کر گئے جو ذکر اللہ نہیں کر رہے تھے۔ مجھے ڈر ہوا کہ ان پر عذابِ خسف (زمین میں دھنسنا) نازل ہو جائیگا اور میں بھی ان کے ساتھ ہونگی (اس لئے میں وہاں سے اٹھ کر کہیں اور چلی گئی)"۔

وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے کہا کہ اِس اُمّت پر نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی برکت سے عذابِ خسف نازل نہیں ہوگا۔ وہ کہنے لگی۔

إن رُفِعَ عَنهُم خَسف المكَان فَمَا رُفِعَ عَنهُم خَسفُ القُلُوبِ . يَا مَن خُسِفَ بمَعرِفَتِهِ وَ قَلبِهِ وَ هُوَ فِى غَفلَةٍ بَادِرْ إلَى حمِيتِكَ وَ دَوَائِكَ قَبلَ مَوتِكَ وَ فَنَائِكَ .

یعنی "اگرچہ خسفِ مکان (زمین میں دھنسنا) اٹھایا گیا ہے لیکن خسفِ قلوب تو نہیں اٹھایا گیا۔ اے برادر! تیرے قلب و معرفتِ قلبی پر عذاب نازل ہو چکا ہے اور تو غفلت میں ہے۔ لہٰذا موت سے قبل تو اپنا علاج کر"۔

پھر اس باندی نے وعظ و نصیحت کے یہ اشعار پڑھے۔

هلُمُّوا بِنَا نذرى الدُّمُوعَ تَأسُّفًا
بلاءُ المَعَاصِى فَوقَ كُلِّ بَلاءٍ
لَعَلَّ إلَهِى أن يَّمُنَّ بِجَمعِنَا
فقد طَالَ فِى سِجنِ الفِرَاقِ عَنَائِى

فَیا مُھجَتِی لا تترُکِی الحزن ساعَةً

وَ یا مُقْلَتِی ھذا أوَانُ بُکَائِی

(۱) یعنی " ہمیں یہیں ٹھہرا دو۔ تاکہ ہم غم کے آنسو بہائیں۔ گناہوں کی مصیبت تمام مصائب سے سخت تر ہے۔

(۲) شاید اللہ تعالی ہماری جماعت پر احسان فرمائیں۔ قیدِ فراق میں مدّت سے تکلیف اٹھا رہی ہوں۔

(۳) اے میرے نفس! ایک ساعت بھی فکرِ آخرت ترک نہ کرنا۔ اور اے میری آنکھ! اب رونے کا وقت ہے"۔

شیخ ابو عامر واعظ رحمہ اللہ تعالی بڑے نیک اور صالح انسان گزرے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی ایک لونڈی، جو عارفہ باللہ اور نیک تھی، کو کہا کہ آیئے آج بازار چلتے ہیں۔ رمضان المبارک کا مہینہ آرہا ہے اس کے لئے کچھ کھانے پینے اور دیگر ضروریات کی چیزیں خریدیں گے۔ تو اس نے کہا۔

الحمدُ للهِ الَّذِی جَعَلَ الأشھُرَ عِندِی شھرًا واحِدًا و لَم یَجعَلْ لی شُغلاً بالدُّنیا .

یعنی " الحمد للہ کہ اللہ تعالی نے سارے مہینے میرے نزدیک ایک مہینہ کی طرح کردیئے ہیں اور مجھے دنیاوی امور میں مشغول ہونے سے محفوظ رکھا ہے"۔

شیخ ابو عامر رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ وہ لونڈی صائم الدّہر، قائم اللیل اور اولیاء اللہ میں سے تھی۔ ہر وقت ذکر اللہ اور عبادت میں مشغول

رہتی تھی۔

جب عید قریب آئی تو میں نے اسے کہا کہ صبح سویرے بازار چلیں گے تاکہ عید کیلئے کچھ اشیاء خریدیں۔ اس نے کہا یا مَولائِی ! ما أعظَمَ شغلكَ بالدُّنیَا ۔ یعنی " اے میرے مالک ! آپ دنیاوی امور کا کتنا زیادہ شغل رکھتے ہیں "۔

پھر وہ اپنے عبادت خانہ میں جا کر نماز میں مصروف ہوگئی۔ نماز میں قراءت کے وقت جب اس آیت پر پہنچی وَ یُسقٰی مِن ماءٍ صَدِید ۔ سورۃ ابراہیم پ ۱۳ ۔ " اور پلایا جائیگا اسے یعنی دوزخی کو دوزخ میں پیپ کا پانی " تو بار بار یہی آیت پڑھتی رہی ، حتی صَاحَتَ صَیحَۃً وَاحدۃ فارقت فِیھَا الدُّنیا ۔ یعنی " پڑھتے پڑھتے اس نے ایک چیخ ماری جس کے ساتھ وہ دنیا سے رخصت ہوگئی "۔

یہ پوری آیت اور اس سے اگلی آیت سُن لیں۔ مِن وَّرَائِہ جَھَنَّمُ وَ یُسقٰی مِن ماءٍ صَدِیدٍ یَتَجَرَّعُہ وَ لاَ یَکَادُ یُسِیغُہ وَ یَأتِیہِ المَوتُ مِن کلّ مَکَانٍ وَّ مَا ھُوَ بِمیّتٍ و مِن وَّرَائِہ عَذَابٌ غَلِیظٌ ۔

یعنی " اس کے پیچھے دوزخ ہے اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائیگا۔ وہ اسے گھونٹ گھونٹ پیئے گا اور گلے سے نہیں اتار سکے گا۔ اور ہر طرف سے اسے موت آرہی ہوگی مگر وہ مریگا نہیں۔ اور اس کے پیچھے مزید سخت عذاب ہوگا "۔

حدیث شریف میں ہے کہ فرشتے لوہے کا گرز سر پر مار کر زبردستی

دوزخیوں کے منہ میں پیپ والا پانی ڈالیں گے۔ جس وقت وہ پیپ والا پانی منہ کے قریب کریں گے تو شدّتِ حرارت سے دماغ اور سر کی کھال اتر کر نیچے لٹک جائے گی۔ وہ پیپ والا پانی منہ میں پہنچ کر گلے میں پھنس جائیگا اور بڑی تکلیف واذیت کے ساتھ ایک ایک گھونٹ کر کے حلق سے نیچے اتاریں گے۔

اللہ تعالیٰ دوزخ کے عذاب سے اور آخرت کی سختیوں اور مصائب سے ہمیں محفوظ فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

اس شخص کی زندگی بڑی قابلِ رشک ہے جو حرام رزق اور حرام کاموں سے محفوظ ہو اور ذکر اللہ و عبادت کی اسے توفیق ملی ہو۔ ایک شاعر دنیاوی سازوسامان سے اجتناب کے بارے میں کہتا ہے۔

دنیا میں ہوں دنیا کا طلبگار نہیں ہوں
بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں
تنہا نظر آتا ہوں سو بے یار نہیں ہوں
مظلوم ہوں، مجبور ہوں، جبار نہیں ہوں

ابوبکر بن الفضل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا ایک رومی نومسلم دوست تھا۔ ایک بار میں نے اس سے اسلام لانے کا سبب پوچھا۔ اُس نے بتانے سے انکار کیا۔ میں نے اصرار کیا اور کہا کہ تمہیں ضرور بتانا ہوگا۔

تو اس نے بتایا کہ اسلام لانے سے قبل ایک مرتبہ مسلمانوں کی فوج نے ہمارا محاصرہ کیا۔ ہم نے محاصرے سے نکل کر ان سے لڑائی کی جس کے نتیجے میں طرفین سے متعدد افراد قتل ہوئے اور کئی آدمی قیدی

بنائے گئے۔ ہم نے دس مسلمانوں کو گرفتار کیا۔ میں روم کے عیسائیوں میں اونچے مرتبے والا شخص شمار ہوتا تھا۔ میں نے مسلمان قیدیوں کو اپنے نوکروں کے سپرد کیا تاکہ وہ ان کی نگرانی کریں۔

ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک نوکر نے ایک مسلمان قیدی سے کوئی چیز لیکر اسے کچھ دیر کیلئے آزاد کیا۔ مسلمان قیدی نے نماز ادا کی۔ میں نے اس نوکر کو مارا اور پوچھا کہ تو نے اس مسلمان قیدی سے کیا لیا تھا۔

نوکر نے کہا کہ یہ مسلمان ہر نماز کے وقت مجھے ایک دینار دیتا ہے اور میں اسے نماز پڑھنے کیلئے کھول دیتا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ اس مسلمان کے پاس کوئی مال ہے؟ نوکر نے کہا کہ اس کے پاس مال تو نہیں، البتہ نماز سے فراغت کے بعد یہ مسلمان اپنے ہاتھ زمین پر مارتا ہے اور ایک دینار زمین سے اٹھا کر مجھے دے دیتا ہے۔

نومسلم رومی دوست کہنے لگا کہ میں نے بھی اس مسلمان کو آزمانا چاہا۔ چنانچہ دوسرے دن میں نے اس نوکر کا لباس پہنا اور نوکر سے کہا کہ آج تمہاری ڈیوٹی میں خود دونگا۔ جب نمازِ ظہر کا وقت ہوا۔

أومَأَ إلیّ انّہ یُرِیدُ الصَّلاۃَ و یَدفع الدّینارَ إلیّ فقلتُ : لا آخذُ إلاّ دِینارَینِ فقالَ : نَعم .

یعنی "اس نے اشارہ کیا کہ میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں اور ایک دینار تمہیں دونگا۔ میں نے کہا نہیں، میں دو دینار لونگا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے میں تمہیں دو دینار دے دونگا"۔

میں نے اسے نماز کیلئے کھولا۔ اس نے نماز پڑھی۔ فلمّا فرَغ

من صلاَتِه رَأیتُه و قَد ضَرَبَ بِیَدِہ الارضَ و دَفعَ الیّ دینارَین جَدِیدَین . یعنی " جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو اس نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور مجھے دو نئے دینار زمین سے اٹھا کر دیدیئے " ۔

عصر کے وقت پھر اس نے حسبِ عادت اشارہ کیا۔ میں نے اشارے سے اسے بتایا کہ پانچ دینار لونگا۔ چنانچہ اس نے نماز ادا کرنے کے بعد پانچ دینار دیدیئے۔

مغرب کی نماز کے وقت میں نے کہا کہ دس دینار لونگا۔ اس نے دس دینار دیدیئے۔

عشاء کی نماز کے وقت میں نے کہا کہ بیس دینار لونگا۔ اس نے مان لیا اور نماز کے بعد ہاتھ زمین پر مار کر بیس دینار اٹھا کر مجھے دیدیئے۔

پھر اس نے کہا أطلُبْ ما شِئتَ . فإنّ سیّدی غنِیّ کرِیم لا یبخل علیّ بما أسألُه فِیہِ . یعنی " (مجھے کہا کہ) جو جی میں آئے مانگ۔ میرا مولا غنی و سخی ہے، میرے سوال پر وہ مجھے دینے میں بخل نہیں کرتا " ۔

پھر نو مسلم رومی دوست کہنے لگا کہ میں رات کو سو گیا اور میرا دل اس مسلمان قیدی سے بہت زیادہ متاثر ہوا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ کوئی ولی اللہ ہیں۔ میرے دل میں ان کی محبت و عظمت پیدا ہو گئی۔

صبح میں نے اس مسلمان بزرگ کی بیڑیاں کھول دیں اور انتہائی احترام و اکرام کے ساتھ انہیں کپڑے پہنائے اور انہیں اس بات کا اختیار

دیا کہ چاہیں تو وہ میرے پاس نہایت عزت سے رہیں اور اگر چاہیں تو واپس اپنے ملک چلے جائیں۔

انہوں نے کہا کہ میں واپس اپنے ملک جانا چاہتا ہوں۔ میں نے انہیں پہنچانے کیلئے ایک خچر کا انتظام کیا۔ میں نے خود انہیں خچر پر سوار بھی کیا۔ جب زادِ راہ دیکر انہیں رخصت کرنے لگا۔

تو انہوں نے میرے لئے یہ دعا فرمائی۔ تَوَفَّاكَ اللهُ عَلى أَحَبِّ الأَديانِ إليه . فوَاللهِ مَا استَتَمَّ هذه الكَلِمَةَ حَتى وَقَعَ دِينُ الاسلامِ في قَلبِي . یعنی "اللہ تعالیٰ تمہیں اس دین پر موت دے جو دین اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔(نومسلم رومی نے کہا کہ) اللہ کی قسم اس مسلمان بزرگ کی یہ دعا ابھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہوگئی"۔

پھر میں نے اپنے غلاموں میں سے دس معتمد غلام ان کے ساتھ بھیجے اور ان کی حفاظت و آرام کی تاکید کی۔

میں نے اس بزرگ کو دوات اور کاغذ بھی دیا اور ان کے اور اپنے مابین تعارف کی ایک پوشیدہ علامت طے کی کہ خط میں اس علامت کا حوالہ دینا تاکہ مجھے یقین ہوجائے کہ یہ خط واقعی آپ نے بھیجا ہے اور آپ بخیریت و عافیت گھر پہنچ گئے ہیں۔ میں نے انہیں تاکید کی کہ آپ نے گھر پہنچتے ہی میری طرف خط لکھنا ہے۔ چنانچہ وہ روانہ ہوئے۔

نومسلم رومی نے کہا کہ ہمارے شہر اور ان کے شہر کے درمیان پانچ دن کی مسافت تھی اس لئے آنے جانے پر دس دن لگتے تھے لیکن

چھٹے دن میرے غلام واپس آ گئے اور ان کے پاس اس بزرگ کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط بھی تھا۔ خط میں وہی پوشیدہ علامت مندرج تھی۔

میں نے اپنے غلاموں سے جلدی واپس آنے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے۔

لما خَرَجنا من عِندِكَ و هو مَعَنا وصَلنا في ساعَةٍ واحدةٍ من غير تعبٍ ولا نصبٍ و أقمنا في المجئ خَمسَةَ أيّامٍ بالجهدِ و التعبِ .

یعنی "جس وقت ہم آپ سے رخصت ہوئے اور وہ بزرگ ہمارے ساتھ تھے تو ہم ایک ہی ساعت میں بغیر تھکان و تکلیف کے منزل مقصود پر پہنچ گئے، البتہ واپسی پر مسلسل پانچ دن کا سفر کر کے بڑی تکلیف و تھکاوٹ کے ساتھ ہم پہنچے"۔

نو مسلم رومی کہنے لگا کہ میں نے یہ بات سن کر اسی وقت پڑھا

أشهَدُ أن لا إلهَ إلاّ الله وأشهَدُ أن محمَّدًا رَّسُولُ الله وأن دِينَ الاسلام حقّ .

یعنی "میں نے فوراً کلمۂ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کیا اور اس بات پر یقین کیا کہ دین اسلام ہی سچا دین ہے"۔

بعدہ اسلامی احکام و آداب کی مکمل تعلیم حاصل کرنے کیلئے میں بلادِ روم سے بلادِ اسلام آ گیا اور یہ اللہ عزوجل کا خاص انعام و احسان ہے۔

اب میرا حال یہ ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس مسلمان قیدی کی برکت سے مجھے اسلام و ایمان جیسی عظیم دولت سے

سرفراز فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے دین اسلام کے احکام سمجھنے کی توفیق بخشی۔ نماز کی، روزوں کی، ذکر اللہ کی اور دیگر انواع عبادت کی توفیق نصیب فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے ظلمتِ کفر سے نکال کر توحید و نورِ توحید سے میرا سینہ اور میری زندگی منوّر فرمائی۔

دوستو اور بزرگو! سچے مسلمانوں کا حال اور ان کے ساتھ ان کے ربّ کا معاملہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔

یہ درہم و دینار، سیم وزر اور مال و متاع کیا چیز ہیں۔ یہ محض فریب اور دھوکہ ہیں۔ ان کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہے۔ مقصودِ اصلی دین ہے، ایمان ہے، عبادت ہے، ذکر اللہ ہے نہ کہ دنیا، نہ کہ درہم و دینار، نہ کہ دنیاوی مال و متاع۔

افسوس صد افسوس ...... آج مسلمان دولت کے پیچھے ایسے پڑے ہوئے ہیں کہ خدا تعالیٰ و رسول ﷺ کے بتائے ہوئے ضروری اور واجبی احکام و فرائض بھی بجا نہیں لاتے۔

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

جہاں میں کہیں شور و ماتم بپا ہے
کہیں فقر و فاقہ میں آہ و بکا ہے
کہیں شکوۂ جور و مکر و دغا ہے
غرض ہر طرف سے یہی بس صدا ہے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

یہ دنیائے فانی ہے محبوب تجھ کو
ہوئی واہ کیا چیز مرغوب تجھ کو
نہیں عقل اتنی بھی مجذوب تجھ کو
سمجھ لینا اب چاہئے خوب تجھ کو
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

بھائیو! آپ نے یہ حیرت انگیز، سبق آموز اور ایمان افروز قصہ سنا۔ اس قصے سے یہ نہ سمجھنا کہ زمین سے درہم و دنانیر یعنی روپیہ پیسہ اٹھانا کسی انسان کے اختیار میں ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں۔

دراصل مذکورہ صدر قصے میں خارقِ عادت (خلافِ عادت) یعنی کرامت کا ذکر ہے جو اس قیدی ولی اللہ کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمائی۔ اس کرامت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ رومی کافروں کو مسلمانوں کی عظمت، مقبولیت اور محبوبیت عند اللہ دکھانا چاہتے تھے۔

کسی ولی کی کرامت اس ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی۔ جب اللہ تعالیٰ چاہیں اپنے کسی محبوب بندے کے ہاتھ پر کرامت دکھا دیتے ہیں۔ اور جب وہ نہ چاہیں تو کسی انسان کی یہ طاقت نہیں کہ وہ اپنے اختیار سے کوئی کرامت دکھائے۔

شاید اللہ تعالیٰ نے اس رومی سردار کو دولتِ اسلام سے نوازنے کیلئے اس مسلمان قیدی کے ہاتھ پر بار بار یہ کرامت دکھائی۔ کرامت سے کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا۔ کرامت ہر مسلمان کے ہاتھ پر ظاہر نہیں

ہوسکتی۔ کرامت صرف اہل اللہ اور خاص اولیاء اللہ کے ہاتھ پر ظاہر ہوسکتی ہے اور وہ بھی ہر وقت نہیں بلکہ اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ چاہیں۔

بہرحال جب مسلمان پوری طرح اللہ تعالیٰ کا ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ غیب سے اس کی مدد فرماتے ہیں۔

زمانۂ حال کے مسلمانوں کی حالت تو نہایت خراب ہے۔ ان میں معاصی اور شرارتوں کی بہتات ہے۔ ہر طرف ظلم وستم کا چرچا ہے۔ برائے نام مؤمن ومسلمان تو بہت ہیں لیکن کامل اخلاق والے مؤمن، پورے احکام اسلامیہ پر عمل کرنے والے مسلمان آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ مسلمانوں کی اس ناگفتہ بہ حالت کے بارے میں ایک شاعر کہتا ہے۔

چمن میں رخت گل شبنم سے تر ہے
سمن ہے سبزہ ہے بادِ سحر ہے
مگر ہنگامہ ہو سکتا نہیں گرم
یہاں کا لالہ بے سوز و جگر ہے
نہ مؤمن ہے نہ مؤمن کی اَمیری
رہا صوفی ، گئی روشن ضمیری
خدا سے پھر وہی قلب ونظر مانگ
نہیں ممکن امیری بے فقیری

دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بزرگوں کے اتباع کی توفیق بخشیں۔ حرام مال سے بچائیں اور حلال مال پر قناعت کرنے اور رزق کے معاملے میں

اللہ عزو جل کی ذات پر توکُّل کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

توکُّل علی اللہ ایک عظیم سعادت ہے۔ متوکل کو اللہ تعالیٰ غیب سے رزق پہنچاتے ہیں اور ایسے طریقوں اور ان جگہوں سے رزق دیتے ہیں جہاں انسان کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے فقر و فاقہ کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ کرنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد اور رزق مانگنا چاہئے۔

رزق کے معاملے میں مخلوق پر صرف اسباب کی حد تک اعتماد شرعاً جائز ہے کیونکہ عالمِ اسباب میں اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کا وجود ظاہری اسباب پر قائم فرمایا ہے۔ لیکن ان اسباب کو اصل مؤثر نہیں سمجھنا چاہئے۔ اصل مؤثر صرف اللہ عزو جل ہیں نہ کہ اسباب ظاہریہ۔ اسباب کو حقیقی موجِد و مؤثر سمجھنا اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے توجہ ہٹا کر ان اسباب پر بھروسہ اور اعتماد کرنا نادانی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں۔

وَمَن یَّتَّقِ اللہ یجعَل له مخرجًا و یرزُقهُ مِن حَیثُ لا یحتَسِب و مَن یَّتوَکَّل علی اللہِ فهُوَ حَسبُه ان اللہ بالِغُ أمرِہ قَد جعَلَ اللہ لِکُلّ شیءٍ قدرًا .

(سورۃ طلاق، پ۲۸)

" اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے مضرّتوں سے نجات کی کوئی شکل نکال دیتے ہیں اور ایسی جگہ سے رزق پہنچاتے ہیں جہاں اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکُّل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی اصلاحِ مہمات کیلئے کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا

کام جس طرح چاہیں پورا کر کے رہتے ہیں۔ اللہ جل جلالہ نے ہر شے کا ایک اندازہ اپنے علم میں مقرر کر رکھا ہے "۔

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کی تخلیق کی ہے تو رزق کے ضامن ہونے کا اعلان بھی فرمایا ہے۔ قرآن پاک میں ارشادِ خداوندی ہے إن اللہ هُوَ الرَّزَّاقُ ذوالقُوَّةِ المتِين . یعنی " اللہ تعالیٰ ہی رزق دینے والے اور بڑی قوّت والے ہیں "۔

توکُّل علی اللہ کے سلسلے میں ایک اور حکایت سن لیں۔

حکی أنّه جاعَ رجل فی صحراء فقال : یا ربّ ! أینَ رزقُكَ الذی وَعدتّنی به ؟ فرَزَقَه الله الشبع من حیث لم یحتَسِب .

یعنی " حکایت ہے کہ ایک شخص کو صحرا میں سخت بھوک لگی تو اس نے کہا اے ربّ ! وہ رزق کہاں ہے جس کا آپ نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے اسے اس جگہ سے رزق پہنچایا جہاں اس کا گمان بھی نہیں تھا "۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فابتَغُوا عِندَ اللهِ الرّزقَ وَ اعبُدُوهُ وَ اشکرُوا له اِلَیهِ تُرجَعُون . عنکبوت .

" پس تم رزق اللہ تعالیٰ کے پاس تلاش کرو (یعنی اسی سے مانگو) اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر کرو۔ تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے "۔

نیز قرآن پاک میں ہے اللہ الَّذِی خَلَقَکُم ثُمَّ رَزَقَکُم

ثُمَّ يُمِيتُكُم ثُمَّ يُحيِيكُم هَل مِن شُرَكائِكُم مَن يَّفعَلُ مِن ذٰلِكُم مِن شئٍ . سورة روم .

یعنی "اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا۔ پھر تمہیں رزق دیا۔ پھر تمہیں موت دیگا۔ پھر تمہیں زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے شریکوں میں بھی کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے"۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح تخلیق اور موت و حیات اللہ جل جلالہ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور اس بات میں کوئی ذرہ برابر بھی شک نہیں کرسکتا۔ اسی طرح رزق بھی اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور اس میں بھی کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں ہوسکتی۔ ایک حدیث شریف ہے۔

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ ﷺ : من نَزَلَت به فَاقَةٌ فَأنزَلَهَا بالنَّاسِ لم تُسَدّ فاقَتُه . و من نَزَلَت به فَاقَة فَأنزَلَهَا بِاللّٰهِ فيوشك اللہ له برزق عاجلٍ أو آجلٍ . رواہ ابوداود والترمذی .

"ابن مسعودؓ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ ارشاد روایت کرتے ہیں کہ جو شخص مفلس ہوا اور اس نے اپنا افلاس لوگوں کے سامنے رکھا (یعنی ان پر اعتماد کیا) سو اس کا افلاس کبھی بھی ختم نہیں ہوگا۔ اور جو شخص مفلس ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے اسے دفع کرنا چاہا تو عنقریب اللہ تعالیٰ اسے رزقِ عاجل (یعنی جلدی سے) یا رزقِ آجل (یعنی دیر سے) نصیب فرمادینگے"۔

کسی شاعر نے کہا ہے۔

مسکین حریص در ہمہ عالم ہمے رود

او در قفائے رزق واَجل در قفائے او

یعنی " حرص والا انسان مسکین سارے عالم میں غفلت سے گھومتا ہے۔ وہ رزق کے پیچھے لگا رہتا ہے اور موت اس کے پیچھے لگی رہتی ہے "۔

دنیا میں ہمارے آنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم دارِ آخرت کے آباد کرنے اور آخرت میں خوشحال زندگی گزارنے کیلئے نیک اعمال کا ذخیرہ یہاں سے ساتھ لے جائیں۔

حدیثِ پاک ہے الدُّنیا مَزرَعَةُ الآخِرَةِ . یعنی " دنیا آخرت کی کھیتی ہے "۔

کھیتی رہائشگاہ نہیں ہوتی۔ کھیتی اور چیز ہے اور گھر اور چیز۔ رہائش کیلئے گھر ہی ہوتا ہے۔ اگر ایک شخص کھیت اور جنگل کو گھر سمجھ بیٹھے تو وہ پاگل شمار ہوگا۔

بس آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی حیثیت ایسی ہی ہے۔ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے بلکہ ہمیشہ رہنے کی جگہ آخرت ہی ہے۔ جس شخص نے آخرت کی مسرّتیں اور خوشیاں حاصل کرلیں وہ بڑا سعادتمند اور خوش نصیب ہے۔ اور آخرت کی فکر کرنے والا ہی سب سے بڑا دانا اور عقلمند ہے۔

حرام مال حاصل کرلینے سے یہ تو ممکن ہے کہ دنیا کی چند روزہ زندگی میں سہولت و خوشحالی حاصل ہو جائے لیکن آخرت کا عذاب بڑا

سخت ہے اس کی بھی فکر ہونی چاہئے۔ اس عذاب کے مقابلہ میں دنیا کی یہ تھوڑی سی راحت وسہولت نہ ہونے کے برابر ہے۔

افسوس ...... اس زمانہ میں لوگوں نے مال وجاہ، رزق وطعام اور چند روزہ فانی خوشیوں کو مقصودِ زندگی بنالیا ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

کبھی اے نوجواں مسلم تدبُّر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
سماں الفقرُ فخرِی کا رہا شانِ امارت میں
بآب ورنگ وخال وخط چہ حاجت روئے زیبارا
گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا
تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار، وہ کردار۔ تو ثابت، وہ سیّارا
گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریّا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

جس شخص کا اللہ تعالیٰ پر یقین کامل ہو وہ رزق کے معاملہ میں زیادہ متفکر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہی رزّاق ہیں۔

مشہور عابد وعارف شیخ فتح موصلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک بار جنگل میں ایک نابالغ بچہ نظر آیا جو ہونٹ ہلاتا ہوا جارہا تھا۔ میں نے اسے السلام علیکم کہا۔ اس نے وعلیکم السلام کہہ کر جواب دیا۔

میں نے اس لڑکے سے پوچھا کہ بیٹا کہاں جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ بیت اللہ شریف جا رہا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ تم ہونٹ کیوں ہلا رہے ہو؟ کہنے لگا تلاوتِ قرآن پاک کی وجہ سے۔ میں نے کہا کہ ابھی تو تم مکلّف نہیں ہو پھر اتنی مشقت و فکر کیوں کر رہے ہو؟

اس نے کہا رأیتُ الموتَ یأخُذُ مَن ھُوَ أصغر مِنّی سِنًّا .

یعنی " میں نے موت کو دیکھا ہے کہ وہ مجھ سے چھوٹوں کو بھی نہیں چھوڑتی "۔ میں نے کہا خطوكَ قَصِیر وطَرِیقُكَ بَعِید . یعنی " تمہارے قدم چھوٹے ہیں اور راستہ (سفر) بہت لمبا ہے "۔ وہ کہنے لگا اِنمّا علیَّ نقلُ الْخُطا وعَلی اللهِ الإبلاغ . یعنی " قدم اٹھانا میرا کام ہے اور منزل تک پہنچانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے "۔

میں نے کہا کہ زادِ راہ اور سواری بھی تمہارے پاس نہیں ہے؟

وہ لڑکا کہنے لگا زادِی یَقِینِی و رَاحِلَتِی رِجلاَیَ . یعنی " میرا زادِ راہ دل کا یقین ہے اور سواری میرے اپنے پاؤں ہیں "۔

میں نے کہا کہ میں نے تو روٹی اور پانی کے متعلق سوال کیا ہے، یقین وغیرہ امور کے متعلق تو نہیں پوچھا۔ کہنے لگا۔

یأ عمّاہ أرأیتَ لو دَعاكَ مخلُوق إلی منزِلہ أکان یجمل بكَ أن تحمل مَعكَ زَادكَ ؟ فَقُلتُ : لاَ . قال : إنّ سیّدِی دَعَا عِبادَہ إلی بَیتِہ . و أذن لھم فی زِیارَتِہ . فحَمَلھم ضعفُ یقینھم علی حملِ أزوَادِھِم . و إنی

استقبحتُ ذلك . فحفظتُ الأدبَ مَعَه أفتراهُ يضيّعني ؟

فَقُلتُ : كلاّ وَ حَاشَا .

یعنی " اے چچا ! اگر ایک انسان آپ کو اپنے گھر آنے کی دعوت دے تو کیا آپ اپنے ساتھ زاد راہ لے جانا درست سمجھیں گے؟ میں نے کہا نہیں۔

وہ کہنے لگا کہ میرے مولی یعنی اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو اپنے گھر کی طرف بلایا اور زیارت کی اجازت دی تو یقین کی کمزوری کے سبب دوسرے لوگ اپنے ساتھ زادِ راہ بھی لے جانے لگے اور میں نے اس بات کو قبیح سمجھتے ہوئے ادب کا خیال کیا۔ تو کیا میرا مولی مجھے ضائع کردے گا (یعنی کیا وہ مجھے رزق نہیں دیگا) ؟ میں نے کہا نہیں، ہرگز نہیں، وہ تجھے ضائع نہیں کریگا " ۔

پھر وہ بچہ اچانک غائب ہوگیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بچہ کوئی صاحبِ کرامت ولی اللہ تھا۔

شیخ فتح موصلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں پھر اس بچے سے میری ملاقات ہوئی۔ مجھے دیکھتے ہی اس بچے نے کہا۔

يا شيخُ أنتَ بعدُ على ذلكَ الضُّعفِ فی اليَقِين .

یعنی " اے شیخ ! کیا آپ کا یقین ابھی تک اسی طرح ضعیف ہے؟ "

پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

مـالكُ العَالَمِين ضَـامِنُ رِزقِی

فَلِمَـاذَا أُكلّفُ الخَلقَ رِزقِی

قد قَضٰی لی بما عَلَیَّ وَ مَا لی
مـالکِی فی قَضائِہ قَبلَ خلقِی
صاحبُ البذْلِ والنَّدیٰ فی یَسارِی
ورَفِیقِی فی عُسرَتِی حُسنُ صِدقِی
فکَمَـا لا یَرُدُّ عِجزِی رِزقِی
فکَـذَا لا یَجُرُّ رِزقِی حِذقِی

(۱) یعنی " خدا میرے رزق کا ضامن ہے۔ پس میں کیوں رزق کے معاملے میں مخلوق کو تکلیف دوں۔

(۲) میرا مالک میرے نفع و ضرر کا فیصلہ میری پیدائش سے پہلے کر چکا ہے۔

(۳) حالتِ غنا میں مدارِ سخاوت و صدقات اور تنگدستی میں میری مددگار و رفیق میری سچائی و حُسن اخلاص ہے۔

(۴) جس طرح میری کمزوری رزق کیلئے مانع نہیں ہے اسی طرح صرف ہوشیار ہونا بھی حصولِ رزق کا سبب نہیں ہو سکتا "۔

آخری شعر میں ایک بہت بڑے علمی نکتے کی طرف اشارہ ہے۔ وہ یہ کہ رزق کا مدار عقلمند ہونا یا ہوشیار ہونا نہیں ہے بلکہ رزق براہ راست خدا تعالیٰ کی طرف سے منقسم ہوتا ہے۔ ورنہ ہر کم عقل مفلس ہوتا اور ہر عقلمند دولتمند ہوتا، جبکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اکثر مواقع میں معاملہ برعکس ہوتا ہے کیونکہ سب لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ کئی عقلمند غریب اور مفلس ہوتے ہیں اور کئی پاگل اور کم عقل دولتمند ہوتے ہیں۔

اس سلسلے میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے چند اشعار بڑے قیمتی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

و مِنَ الدَّلِیلِ عَلی القَضَاءِ و حُکمِہ

بؤسُ اللَّبیبِ و طِیبُ عَیشِ الأحمق

لَو أنّ بالحِیَلِ الغِنٰی لَوَجَدتَّنی

بِنُجُومِ أفلاکِ السَّماءِ تَعلُّقِی

لکِنَّ مَن رُزِقَ الحِجٰی حرُمَ الغِنٰی

ضِدَّانِ مفتَرِقَانِ أیَّ تفرُّق

(۱) یعنی " اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ عقلمند مفلس اور کم عقل دولتمند ہوتا ہے۔

(۲) اگر ہوشیاری اور چالاکی سے دولت ملتی تو تم مجھے آسمان کے ستاروں سے وابستہ پاتے۔

(۳) مگر بات یہ ہے کہ جسے عقل نصیب ہوتی ہے وہ عموماً (الّا ماشاء اللہ) دولت سے محروم ہوتا ہے۔ دولت و عقل غالباً متضاد ہیں "۔

ایک اور موقعہ پر کسی جاہل کو مخاطب ہوکر امام شافعیؒ نے فرمایا۔

رزقتَ مالاً علی جھلٍ فعِشتَ بہ

فلستَ اوّل مجنونٍ بِمرزُوقٍ

یعنی " تو باوجود جاہل ہونے کے دولتمند ہوکر زندگی گزار رہا ہے۔ سو تو کوئی پہلا مجنون (پاگل) دولتمند نہیں (بلکہ تجھ جیسے اور بھی کئی ایسے لوگ ہیں جو پاگل اور کم عقل ہونے کے باوجود دولتمند ہیں) "۔

فقہاء کا قول ہے کہ عموماً علماء و عقلاء کی زندگی جہلاء کی زندگی کے مقابلے میں تنگ گزرتی ہے۔ امام شافعیؒ کی رائے بھی یہی ہے جیسا کہ ان کے مذکورہ صدر اشعار سے معلوم ہوتا ہے۔

سوال۔ اب یہاں ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس امر میں کیا حکمت ہے کہ غنی عموماً کم عقل ہوتا ہے نہ کہ دانا و عالم؟ اس سوال کے کئی جوابات ہیں، یعنی اس کی وجوہ اور حکمتیں متعدّد ہیں۔

جواب اوّل۔ اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اللہ تعالیٰ مختار کل اور قادر مطلق ہیں۔ تمام اسباب اور تمام مسبّبات اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں۔ جب تک اللہ عز و جل کی مرضی نہ ہو کوئی سبب اپنے مسبّب میں مؤثر نہیں ہوسکتا۔ اگر سبب مستقل طور پر مؤثر ہوتا اور تمام امورِ دنیا صرف اپنے ظاہری اسباب پر دائر ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی و ارادہ کا دخل نہ ہوتا تو پھر تو عقلمند ہی غنی ہوتا نہ کہ بے عقل۔ کیونکہ ظاہری اسباب والی قوّت عقلمند کے پاس زیادہ ہے جو کہ عقل اور دانائی ہے۔

لیکن عقلمند عموماً دولتمند نہیں ہوتا بلکہ بیوقوف اور کم عقل دولتمند ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور ارادہ یہ ہے کہ کم عقل غنی ہو نہ کہ عقلمند۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ اسباب سے مسبّبات کا ارتباط صرف سرسری اور ظاہری بات ہے۔ فی الواقعہ تمام امور کے وجود اور حدوث کا اصلی مدار اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ ہے۔

یہ ایک عظیم علمی دقیق نکتہ ہے جو عقلمند کے عموماً فقیر اور مفلس ہونے اور غنی کے عموماً بے عقل اور بیوقوف ہونے سے ظاہر ہوتا ہے۔

امام شافعیؒ کے مذکورہ صدر اشعار میں اسی جوابِ اوّل کی طرف اشارہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ عقلمند کا مفلس ہونا اور کم عقل انسان کا دولتمند ہونا اللہ تعالیٰ کی قضاو قدر کی بڑی واضح دلیل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر چیز اللہ عزو جل کی تقدیر کی تابع ہے۔ اگر عقل اور حیلہ سازی مدارِ وجودِ اشیاء ہوتی اور اشیاء کا وجود تقدیر الٰہی کا پابند نہ ہوتا تو پھر معاملہ برعکس ہوتا، یعنی ہر عقلمند دولتمند ہوتا اور ہر بیوقوف و کم عقل غریب اور مفلس ہوتا۔ امام شافعیؒ کے اشعار دوبارہ پڑھ لیں اور سن لیں۔

وَ مِنَ الدَّلِیلِ عَلَی القَضَاءِ وَ حُکمِهِ
بؤسُ اللَّبِیبِ وَ طِیبُ عَیشِ الأحمَقِ .
لَو أن بِالحِیَلِ الغِنیٰ لَوَجَدتَّنِی
بِنُجُومِ أفلاكِ السَّمَاءِ تَعَلُّقِی
لكِنَّ مَن رُزِقَ الحِجیٰ حُرِمَ الغِنیٰ
ضِدَّانِ مُفتَرِقَانِ أیَّ تَفَرُّقِ

جواب دوم۔ غنی کے عموماً کم عقل ہونے اور عقلمند کے عموماً مفلس ہونے میں ایک حکمت یہ ہے کہ عقلمند کو بے جا فخر اور غرور سے بچانا مقصود ہے۔ اگر معاملہ برعکس ہوتا تو عقلمند فخر اور غرور میں مبتلا ہوتا۔ اور ظاہر ہے کہ فخر و تکبر و غرور انسان کو تباہ کرتے ہیں۔

چنانچہ بعض کتابوں میں مکتوب ہے کہ امام جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے پوچھا۔ **لِمَ یرزُقُ اللّٰهُ الجهلاءَ اکثر مِمّا یرزُقُ العُقَلاءَ ؟ فقال : لِئَلاَّ یَغتَرَّ أهلُ العَقلِ بِعُقُولِهِم .**

یعنی "اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ جاہلوں کو عقلمندوں کے مقابلے میں زیادہ مال دیتے ہیں؟ امام جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ اس میں یہ راز اور حکمت ہے کہ عقلمند لوگ کہیں غرور و تکبّر میں مبتلا ہو کر اپنی عقل پر فخر نہ کرنے لگیں"۔

جواب سوم۔ اس کی ایک اور حکمت و وجہ بھی ہے وہ یہ کہ علماء و عقلاء مال کے حصول کی زیادہ کوشش نہیں کرتے۔ اُن کی دور رس نگاہیں مال سے کہیں زیادہ بلند مقاصد پر ہوتی ہیں، اور مال کو وہ ان بلند عزائم و مقاصد کیلئے صرف ایک معمولی وسیلہ و ذریعہ سمجھتے ہیں۔

مگر جہلاء کی تمام تر کوشش اور محنت مال کیلئے ہوتی ہے اور مال ہی ان کا مقصودِ اصلی ہوتا ہے۔ اس لئے جہلاء کے پاس مال کی بہتات اور عقلاء کے ہاں مال کی قلّت ہوتی ہے۔

جواب چہارم۔ اس کی ایک حکمت و وجہ اور بھی ہے، وہ یہ کہ عقلاء کو جو عقل ملی ہے وہ بہت بڑی نعمت ہے۔ اس عقل کے بدلے میں اللہ تعالیٰ جہلاء و حمقاء کو دولت دیتے ہیں تاکہ عقل سے محرومی کے ساتھ مال و دولت سے تو محروم نہ ہوں۔

جہلاء کو بھی دنیاوی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کا موقعہ ملنا چاہئے۔ انصاف کا تقاضا بھی یہی ہے کہ سب نعمتیں ایک ہی گروہ کو نہیں ملنی چاہئیں۔

بعض کتابوں میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام سے کسی نے پوچھا کہ آپ انگشتری بائیں ہاتھ کی انگلی میں کیوں پہنتے ہیں؟ فرمایا

کہ دائیں ہاتھ کیلئے دایاں ہونے کا اعزاز و شرف اور زینت کافی ہے۔ کچھ زینت واعزاز تو بائیں ہاتھ کو بھی ملنا چاہیئے۔

بہرحال دولتمند ہونا عقلمندی کی علامت نہیں ہے اور نہ ہی نیک بختی کی علامت ہے۔

اس مضمون کی مزید تفصیل کی خاطر عربی کے چند سبق آموز اشعار پیشِ خدمت ہیں۔

فکَم مِن غَبِیٍّ کَان أغنٰی زَمانِه

وکَم مِن ذَکِیٍّ مَاتَ مِن فقرِه قهرًا

" کئی بیوقوف دولتمندِ زمانہ ہوتے ہیں اور کئی دانشور افلاس و فاقہ سے مجبور ہوتے ہیں "۔

وکَم مِن تَقِیٍّ عاشَ فی الفقرِ راضِیًا

وکَم من شقِیٍّ کان أغنی الورٰی طرًّا

" اور کئی پرہیزگار غربت پر راضی ہوتے ہیں اور کئی بدکار سب سے بڑے غنی ہوتے ہیں "۔

و قارُون أغنی النّاسِ قَد کان کافِرًا

و آجرَ مُوسی نفسَه حججًا عشرًا

" اور قارون جو سب سے بڑا دولتمند تھا وہ کافر تھا لیکن موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے غربت کی وجہ سے کئی سال مزدوری کی "۔

فأکرِم بأهلِ الدّینِ کانُوا بحُکمِه

أشدَّ الورٰی زُهدًا وَ أکثرهُم فقرًا

" کتنے مبارک ہیں وہ دیندار لوگ جو دینداری کی وجہ سے شدّتِ افلاس کے باوجود نہایت پرہیزگار ہوں "۔

ألا الدّینُ و الدُّنیا کمِیزانِ تاجرٍ
إذَا انحطَّ مِنهُ کِفّةٌ علتِ الأخرٰی

" خبردار...... دین اور دولت ترازو کے دو پلڑوں کی مانند ہیں۔ جب ایک نیچے ہو جائے تو دوسرا بلند ہو جاتا ہے "۔

و قَد یجمَعُ اللہ السعادۃَ فِیھما
لِعَبدٍ و یُعطِی آخر الفَقرَ و الکفرا

" اور کبھی اللہ تعالیٰ دین اور دولت دونوں کی سعادت سے ایک شخص کو نواز دیتے ہیں اور گاہے افلاس و کفر دونوں ایک شخص میں جمع کر دیتے ہیں "۔

وأکرم بِمَن قَدحازَ فی النّاس ثرْوَۃ
بسعیٍ جمِیلٍ فی الحَلالِ بِہ أثرٰی

" کتنا نیک بخت ہے وہ شخص جو دولتمند ہو گیا حلال مال میں کوشش کرتے ہوئے "۔

کعُثمان أغنیٰ الجیشَ والجَیشُ مُعسِر
و جھَّزَہ إبلاً وَ جھَّزَہ تِبرًا

" جیسا کہ عثمانؓ نے جیش عسرت (جنگ تبوک) میں مالی مدد دی اور فوج کو اونٹوں اور سیم و زر سے تیار کیا "۔

ایک شخص کہتا ہے کہ میں جنگل میں جا رہا تھا۔ مجھے ایک فقیر (جو

دراصل بڑے ولی اللہ تھے) ملا جو ننگے پاؤں اور ننگے سر جارہا تھا۔ اس کے پاس دو چھوٹے چھوٹے کپڑے تھے۔ ایک کپڑے سے دھوتی باندھی ہوئی تھی اور دوسرے کو چادر کی جگہ اوڑھا ہوا تھا۔

لَیسَ مَعَہ زَاد وَ لاَ رِکوَۃ . یعنی "اس کے پاس نہ زادِ راہ تھا اور نہ لوٹا تھا"۔

میں نے دل میں کہا لَو کانَ مَعَ ھذَا رِکوَۃٌ وحَبَل إذَا أرَادَ تَوَضَّأَ وَ صَلّٰی کانَ خَیرًا لہ . یعنی " اگر اس کے پاس لوٹا اور رسی ہوتی (تو کنویں سے پانی نکال کر لوٹے میں ڈال لیتا) اور جس وقت چاہتا وضوء کر کے نماز پڑھ لیتا تو بہتر ہوتا"۔

پھر میں اس فقیر کے پاس چلا گیا۔ دوپہر کی سخت گرمی تھی۔ میں نے جا کر کہا۔ اے جوان! یہ چادر بجائے کندھوں کے اگر سر پر ڈال لو تو بہتر ہوگا تاکہ تم دھوپ سے بچ جاؤ۔ وہ خاموش ہوگیا اور چلدیا۔

کچھ دیر کے بعد میں نے کہا انتَ حافٍ ماترٰی فی نَعلِی تلبِسُھا ساعۃً و أنَا ساعۃً .

یعنی " تم ننگے پاؤں چل رہے ہو۔ یہ ہیں میرے جوتے۔ کبھی تم پہن لو کبھی میں پہن لونگا"۔ وہ کہنے لگا تم بڑی فضول باتیں کرتے ہو۔

پھر اس نے پوچھا کہ تم نے کچھ حدیثیں لکھی ہیں؟ میں نے کہا ہاں لکھی ہیں۔ کہنے لگا کہ یہ حدیث تم نے نہیں لکھی مِن حُسنِ إسلامِ المرءِ ترکُہ ما لاَ یَعنِیہِ . یعنی " آدمی کے اسلام کی خوبی اور حسن

یہ ہے کہ وہ لایعنی (فضول) باتوں کو ترک کر دے "۔ میں خاموش ہو گیا۔

اس کے بعد ہم آگے گئے۔ چلتے چلتے مجھے پیاس لگی۔ ہم ساحلِ سمندر پر تھے۔ اس نے کہا انتَ عَطشَان ؟ فقُلتُ : لا . فمشینا ساعَةً . و قد کظَّنی العَطشُ .

یعنی " کیا تم پیاسے ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر ہم ایک گھنٹہ مزید چلے مگر پیاس نے مجھے سخت پریشان کیا "۔ پھر اس نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا انتَ عَطشَان ؟ فَقُلتُ : نعَم . یعنی " کیا تم پیاسے ہو؟ میں نے کہا ہاں "۔

و مَا تقدر تعملُ مَعِی فی مثلِ هذا الموضِع ؟ فأخَذَ الرِّکوَةَ مِنّی و دخل البحر و غرف الماء وَ جَاءنی به وَ قَال : إشرَبْ . فشربتُ ماءً اَعذَبَ مِن ماءِ النیلِ واَصفٰی لونًا و فیهِ حَشِیش .

یعنی " (میں نے کہا کہ) تم اس مقام پر میری کیا اعانت و مدد کر سکتے ہو؟ اس نے لوٹا مجھ سے لیا اور سمندر میں داخل ہوا اور پانی سے بھر کر میرے پاس لایا اور کہنے لگا پی۔ میں نے پیا۔ وہ پانی دریائے نیل کے پانی سے زیادہ میٹھا اور صاف تھا (حالانکہ سمندر کا پانی کھاری ہوتا ہے) اور اس میں کچھ تنکے بھی تھے "۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ فقیر کوئی ولی اللہ تھے اور صاحبِ کرامت تھے۔ بزرگوں اور اولیاء اللہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے معاملات بڑے

عجیب اور نرالے ہوتے ہیں۔ دیکھئے۔ اس بزرگ کو اپنے رفیق کی اندرونی پوشیدہ حالت یعنی پیاس کا بطورِ کشف و کرامت علم ہوا۔ پھر سمندر کا کھاری پانی جو لوٹے میں تھا اللہ عزوجل نے اپنے فضل سے میٹھا کر دیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

إذا وَرَدُوا الأطلال تاهتْ بهم عُجبًا
و إن لَمسُوا عُودًا زها غُصنه رطبًا
و إن وَطِئوا يومًا على ظَهرِ صخرةٍ
لأَنبَتتِ الصّماءُ مِن وَطئِهِم عُشبًا
و إن وَرَدُوا البحرَ الأجاجَ لِشربَةٍ
لأصبحَ ماءُ البَحرِ مِن رَبعِهِم عذْبًا

(۱) یعنی "بزرگ لوگ جب جنگل اور کھنڈرات میں پہنچتے ہیں تو وہ کھنڈرات خوش ہو جاتے ہیں اور اگر وہ خشک لکڑی کو ہاتھ لگائیں تو سرسبز ہو جائے۔

(۲) اور اگر وہ بزرگ سخت چٹان پر چلیں تو وہ چٹان ان کی برکت سے سبزہ اُگائے۔

(۳) اور اگر وہ کھارے پانی والے سمندر میں پانی پینے کیلئے جائیں تو ان کی اقامت، آمد اور برکت کی وجہ سے اس کا پانی میٹھا ہو جائے"۔

وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے دل میں کہا کہ یہ کوئی ولی اللہ ہیں، ان سے مواخات کی درخواست کرنی چاہئے۔ لیکن اس وقت اس بات کا تذکرہ نہیں ہونا چاہئے، جب منزل پر پہنچ جائیں گے تو اس وقت ان سے

اخوّت وصحبت و رفاقت کی درخواست کروں گا۔ میرے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ وہ بزرگ چلتے چلتے فورًا رُک گئے اور کہنے لگے۔

أيّما أحبّ إليك تمشِي أو أمشِي . یعنی "دو باتوں میں سے ایک ہوگی۔ یا تم آگے چلے جاؤ (اور میں یہیں رُک جاتا ہوں) یا میں آگے جاتا ہوں (اور تم یہیں رہو)"۔

میں نے سوچا کہ اگر یہ آگے چلے گئے تو مجھ سے گم ہو جائیں گے لہٰذا میں جاتا ہوں اور آگے کسی منزل پر جا کر رُک جاؤنگا۔ جب یہ بزرگ وہاں پہنچیں گے سألتُهُ الصُّحبَةَ "تو رفاقت کی درخواست کرونگا"۔

انہوں نے دوبارہ فرمایا۔ اے ابوبکر! اگر تم یہاں رکنا چاہتے ہو تو میں آگے جاتا ہوں اور اگر تم جانا چاہتے ہو تو میں پیچھے رہتا ہوں۔ بہرحال میری اور تمہاری رفاقت ختم۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے اور مجھے وہیں چھوڑ دیا۔

چنانچہ میں منزلِ سفر پر پہنچ گیا۔ اس منزل یعنی شہر میں میرا ایک دوست رہتا تھا۔ اس کے گھر میں ایک شخص سخت بیمار تھا۔ میرے پاس اس فقیر ولی اللہ کے دیئے ہوئے پانی میں سے کچھ پانی باقی تھا۔ میں نے وہ بچا ہوا پانی گھر والوں کو دیتے ہوئے کہا کہ یہ پانی تھوڑا سا اس مریض پر ڈالدو۔ چنانچہ اس پر پانی ڈالا گیا۔ وہ مریض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فوراً تندرست ہوگیا۔

میں نے اس شہر والوں سے اس بزرگ کے متعلق پوچھا کہ شاید ان میں سے کوئی شخص اس بزرگ کو جانتا ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے تو

اس قسم کے آدمی کو یہاں کبھی نہیں دیکھا۔

توکُّل علی اللہ اور اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت اور مدد کی ایک اور ایمان افروز حکایت سن لیں۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں حجاز کے بیابانوں میں کئی دن رہا اور مسلسل کئی دنوں تک کچھ نہ کھایا۔

فَأشتهَيتُ باقلاء و خبزًا حارًّا. یعنی "میرے دل میں لوبیا (دال) اور گرم روٹی کھانے کی خواہش پیدا ہوئی"۔

پھر مجھے خیال آیا کہ میں جنگل میں ہوں اور آبادی یعنی شہر اور میرے درمیان بڑی طویل مسافت ہے۔ تو یہ کھانا جس کی مجھے خواہش ہوئی ہے یہاں پر مجھے کیسے مل سکے گا؟ فرماتے ہیں کہ یہ تصوّر ابھی پورا دل میں نہیں آیا تھا کہ دُور سے ایک دیہاتی نے آواز دی یا باقلاء و خبزًا حارًّا. یعنی "آیئے۔ لوبیا اور گرم روٹی کھایئے"۔

میں اس دیہاتی کے پاس گیا اور پوچھا کہ کیا تمہارے پاس لوبیا اور گرم روٹی ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں میرے پاس ہے۔ پھر اس نے اپنی چادر کھول کر اس میں سے لوبیا اور گرم روٹی نکالی اور مجھے کہا کھایئے۔ میں نے کھایا۔ اس نے کہا اور کھایئے۔ میں نے اور کھایا۔ اس نے تیسری بار کہا اور کھایئے۔ میں نے مزید کھایا۔

فرماتے ہیں کہ جب چوتھی مرتبہ اس نے کہا کہ اور کھایئے تو میں نے اس سے پوچھا۔

بحقِّ الَّذِی بَعثَكَ لی فی هذه البريّةِ إلاّ ما قُلتَ مَن أنتَ ؟ فقال : الخضر . و غَابَ عَنّی فلم أره .

یعنی " اس ذات کی قسم جس نے تجھے اس جنگل میں میرے لئے بھیجا ہے بتا تو کون ہے ؟ اس نے کہا کہ میں خضر (علیہ السلام) ہوں۔ پھر وہ مجھ سے یکلخت غائب ہو گئے "۔

ابراہیم خواص رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے ولی اللہ گزرے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں مجھے پیاس لگی۔ پیاس کی شدّت سے میں نڈھال ہو کر گر پڑا۔ اچانک میرے چہرے پر کسی نے پانی چھڑکا۔ میں نے آنکھیں کھولیں۔

فإذَا بِرَجُل حسنِ الوجه راكِب عَلى دابّةٍ شهباء فَسقَانِي الماءَ وقال : كُن رفيقِي فما لَبِثتُ إلاّ يَسِيرًا حتى قال لى : ما تَرى ؟ فَقُلتُ : أرى المدِينَةَ المنوّرة . فقال : إنزِل فَاقرَأ عَلى رسولِ الله الصلاةَ و قُل له : أخُوكَ الخضر يُقرِئُكَ السَّلام .

یعنی " اچانک ایک خوبصورت آدمی نظر آیا جو سیاہ و سفید داغوں والے گھوڑے پر سوار تھا۔ اس نے مجھے پانی پلایا اور کہا۔ میرے ساتھ چلئے۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا کوئی چیز نظر آرہی ہے ؟ میں نے کہا مدینہ طیبہ نظر آرہا ہے۔ اس نے کہا۔ اتریئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر ان پر درود شریف پڑھ کر کہیے کہ آپ کا بھائی خضر (علیہ السلام) آپ کو سلام کہتا ہے "۔

معلوم ہوا کہ گھوڑے پر سوار شخص اور ابراہیم خواص رحمہ اللہ تعالیٰ کو پانی پلانے والے خضر علیہ السلام تھے جو بحکم خدا تعالیٰ ابراہیم خواص رحمہ اللہ تعالیٰ کیلئے غیبی مددگار کے طور پر جنگل میں نمودار ہوئے اور انہیں پانی پلا کر موت

سے بچایا اور پھر انہیں مدینہ منورہ پہنچایا۔ اولیاء اللہ کے معاملات ایسے ہی عجیب و غریب ہوتے ہیں۔

تُو خدا ہی کے ہوئے پر تو چمن تیرا ہے
یہ چمن چیز ہے کیا سارا وطن تیرا ہے

مشہور بزرگ شیخ ابو الخیر اقطع رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار مدینہ منوّرہ گیا۔ پانچ روز گزر گئے مگر کھانے کو کچھ نہ ملا۔ میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے روضۂ مبارک کے سامنے کھڑا ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر سلام بھیجنے کے بعد عرض کیا۔

يَا رَسُولَ اللهِ ! أنا ضيفُكَ اللَّيلَة . وتَنحَّيتُ ونمتُ خلفَ المِنبر . فرأيتُه صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام و ابوبكر رضى الله تعالى عنه عن يمينِه وعمر رضى الله تعالى عنه عن يسارِه و عَلِيّ رضى الله تعالى عنه بين يدَيه . فحرَّكَني عَلِيّ رضى الله تعالى عنهُ و قَالَ لى : قُم فقَد جاءَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم . فقُمتُ إليهِ و قَبّلتُ بين عَينيهِ . فدَفَعَ إلىّ رغِيفًا فأكلتُ نصفَه . و انتبهتُ و فى يَدِى واللهِ نصفُه .

یعنی "یا نبی اللہ! آج رات میں آپ کا مہمان ہوں۔ پھر میں ہٹ کر منبرِ نبی علیہ السلام کے پیچھے سو گیا۔ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ کے ساتھ دائیں جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بائیں جانب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے آگے حضرت

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے حرکت دے کر فرمایا اٹھئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں۔ پس میں اٹھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کا بوسہ لیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک روٹی دی۔ میں نے آدھی روٹی (خواب ہی میں) کھالی۔ پھر بیدار ہوا تو بقیہ آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی"۔

حضرات کرام! خواہشاتِ نفسانیہ کو چھوڑ کر انسان عند اللہ بلند درجہ حاصل کرسکتا ہے۔

مسلمان کو چاہئے کہ اپنے قلب کو شوقِ عبادت اور ذکرِ خدا سے زندہ کرے۔ آجکل اکثر لوگوں کے دل شوقِ عبادت اور ذکر اللہ سے خالی ہونے کی وجہ سے مردہ ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

وہ دل نہیں جس میں کوئی ارماں نہیں ہوتا
وہ گھر نہیں جس میں کوئی مہماں نہیں ہوتا
وہ دیکھنے والے سے تو پنہاں نہیں ہوتا
ہاں دیکھنے والا بھی ہر انساں نہیں ہوتا

ایک موثّق شخص یہ واقعہ بیان کرتا ہے کہ میں نے مشہور صوفی اور بزرگ حضرت سمنون رحمہ اللہ تعالیٰ کو ایک مرتبہ طواف کرتے ہوئے دیکھا وھُوَ یتمایلُ یعنی "وہ خوشی سے جھوم رہے تھے"۔

میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے سامنے آپ اس وقت کھڑے ہیں۔ بتائیں کہ آپ اس درجۂ عظیمہ تک کیسے پہنچے؟

وہ شخص کہتا ہے کہ جب سمنون رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کا ذکر سنا تو وہ بیہوش ہوکر گر پڑے۔

سمنونؒ تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش میں آئے تو غم کے کچھ اشعار پڑھے۔ پھر فرمایا۔ اے میرے بھائی! میں نے اپنے نفس کو پانچ خصال کا خوگر بنایا ہے۔

الأولیٰ اَمتُّ مِنّی مَاکان حیاً وَھُوَ ھَوَی النَّفسِ . و أحیَیتُ منیّ ما کان مَیّتًا وَ ھُوَ القَلبُ .

و أمّا الثانیة فإنّی أحضرتُ ماکان عَنّی غائِبًا و ھو حظّی منَ الدّارِ الآخِرَۃِ . و غیّبتُ عَنّی ما کان عِندِی حاضِرًا وَ ھُوَ نصِیبی منَ الدُّنیا .

و أمّا الثالثة فإنّی أبقیتُ ماکان فانِیًا عِندِی وَ ھُوَ التُّقٰی . و أفنَیتُ مَا کَان باقِیاً عِندِی وَ ھُوَ اھوٰی .

و أمّا الرابعة فإنّی أنستُ بِالأمرِ الذِی مِنهُ تَستَوحِشُون وَ فَرَرتُ مِنَ الأَمرِ الذِی إلیه تَسکُنون .

عقلاء المجانین ص ۱۴۰ و الروض .

یعنی ”اول یہ کہ میں نے اپنے اندر زندہ خواہش نفسانی کو مار ڈالا اور مردہ دل کو زندہ کیا۔

دوم یہ کہ میں نے آخرت میں اپنے غائب نصیب کو حاضر کر دیا اور دنیا میں اپنے حاضر حصے کو غائب کر دیا۔

سوم یہ کہ جو میرے پاس فانی چیز تھی یعنی تقویٰ، جسے لوگ بیکار

و فانی سمجھتے ہیں، اسے باقی سمجھا اور جو میرے پاس باقی چیز تھی یعنی ہوائے نفس جسے لوگ باقی اور اہم سمجھتے ہیں اسے فنا کر دیا۔

چہارم یہ کہ میں اس چیز (عبادت و ذکر اللہ) سے مانوس ہوا جس سے تم نفرت کرتے ہو اور اس چیز سے بھاگا (یعنی اتّباع شیطان سے) جس سے تم اُنس رکھتے ہو۔ (پانچویں خصلت نہیں بتائی) "۔

پھر روانہ ہوتے ہوئے سمنونؒ نے دردِ آخرت و عشقِ آخرت کے یہ اشعار پڑھے۔

روحِي إليكَ بكلّها قد أقبلَتْ
لوكان فيكَ هلاكُها ما أقلَعَتْ
تبكِي عليكَ تخوُّفًا و تلهُّفًا
حتى يُقالُ منَ البُكاءِ تقطّعَتْ
فانظُر إليها نظرةً بتعطُّفٍ
فلَطَالَمَا متَّعتَها فتمَتَّعَت

(۱) یعنی " اے محبوب ! میری روح آپ کی طرف متوجہ ہے۔ آپ کی محبت میں اگر ہلاکت کا خطرہ ہو تو بھی وہ باز نہ آئے گی۔

(۲) آپ کی مودّت میں خوف و حزن سے گریاں ہے، یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ اب تو وہ پارہ پارہ ہو جائیگی۔

(۳) اس کی طرف آپ کی ایک نگاہِ شفقت چاہیئے۔ کئی بار آپ نے جب اسے اس قسم کا نفع پہنچایا تو وہ روح لطف اندوز ہونے لگی "۔

علی بن موفق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار ایک قافلہ کے

ساتھ حج پر جا رہا تھا۔ میں ایک سواری پر سوار تھا۔ قافلہ میں کچھ لوگ پیدل چل رہے تھے۔

میں بھی سواری سے اتر گیا تاکہ پیدل چلنے والوں کی رفاقت اختیار کروں اور پیدل چلنے کا ثواب مل جائے۔ میں نے پیدل چلنے والوں میں سے ایک شخص کو اپنی سواری پر سوار کیا۔ چلتے چلتے ہم ایک مقام پر راستہ سے ہٹ کر آرام کرنے کے لئے لیٹے اور سو گئے۔

میں نے خواب میں کچھ حسین لڑکیوں کو دیکھا (یہ جنتی حوریں تھیں) جن کے ہاتھ میں چاندی کے لوٹے اور سونے کے طشت تھے۔

ان لڑکیوں نے یعنی جنتی حوروں نے پیدل چلنے والوں کے قدموں کو دھونا شروع کیا اور تمام اشخاص کے قدموں کو دھویا، ایک میں رہ گیا۔ ان میں سے ایک لڑکی نے دوسری لڑکیوں سے کہا۔

أَلَيسَ هذا مِنهُم ؟ قُلنَ : لا . هذا لَه مَحمَل . فقالَت : بَلى . هوَ مِنهم لأنّه أحَبّ المشيَ مَعَهُم . فغَسَلنَ رجلَيَّ . فذَهَبَ عَنّي كُلّ تَعَبٍ كُنتُ أجِدُه . روض الرياحين ص٦٥ .

یعنی " کیا یہ شخص ان پیدل چلنے والوں میں سے نہیں ہے؟ دوسری لڑکیوں نے کہا۔ نہیں، کیونکہ اس کا تو محمل (کجاوہ، یعنی سواری) ہے اس لڑکی نے کہا (نہیں) بلکہ یہ بھی انہیں میں سے ہے کیونکہ اس نے بھی ان کے ساتھ (سواری سے اتر کر) پیدل چلنا پسند کیا ہے۔ پھر انہوں نے میرے پاؤں کو بھی دھویا جس سے میری ساری تھکان ختم ہوگئی "۔

شیخ ابو یعقوب بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں حرم شریف میں ایک مرتبہ دس روز تک بھوکا رہا۔ کھانے کو کچھ نہ ملا۔ دل میں خیال آیا کہ باہر میدان اور وادی میں جانا چاہیئے شاید کھانے کو کچھ مل جائے۔

جب میں باہر نکلا تو مجھے ایک ردّی بدبودار شلغم ملا۔ میں نے اسے اٹھا تو لیا مگر دل میں نفرت پیدا ہوئی اور یہ خیال دل میں آیا کہ آخر میری قسمت میں ایسی ردّی چیز کیوں آئی۔ لہٰذا اسے قبول کرنے میں مجھے تردّد ہوا چنانچہ میں نے اسے پھینک دیا اور واپس آکر مسجد حرام میں اس خیال اور اس نیت سے بیٹھ گیا کہ کھانے کیلئے شاید کوئی اچھی چیز مل جائے۔

اتنے میں ایک شخص میرے سامنے آکر بیٹھا اور ایک تھیلا میرے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ یہ ہمیانی ہے جس میں پانچ سو دینار ہیں، یہ سب تمہارے ہیں۔

میں نے اسے کہا کہ تم نے میری تخصیص کیوں کی، یعنی یہ دینار تم نے مجھے ہی کیوں دیئے، کسی اور کو کیوں نہ دیئے؟

اس شخص نے کہا کہ ہم دس دن سے سمندر میں تھے۔ کشتی غرق ہونے لگی تھی۔ ہم میں سے ہر ایک نے سلامتی کی نذر مانی۔ میں نے یہ نذر مانی کہ اگر سلامتی نصیب ہوئی تو مجاورینِ کعبہ میں سے سب سے پہلے جس شخص پر میری نظر پڑیگی اسے پانچ سو دینار دوں گا، اور تم ہی مجھے سب سے پہلے نظر آئے اس لئے یہ پانچ سو دینار تمہیں دیئے ہیں۔

ابو یعقوب بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص سے

کہا کہ اسے کھولئے۔ اس نے کھولا۔

فإذا فِيها كَعكُ سميذٍ مِصرِيّ ولوذُ مُقشّر وسكّرُ كعاب .

یعنی " اس میں مصری میدہ کی روٹی، مغز بادام اور شکر تھی "۔

میں نے ایک مٹھی شکر سے اور ایک مٹھی مغز بادام سے اٹھائی اور باقی چیزیں اس شخص کو واپس دیدی اور کہا کہ یہ میری طرف سے بطورِ ہدیہ اپنے بچوں کیلئے لے جاؤ۔

معلوم ہوتا ہے کہ پانچ سو دینار کے ساتھ وہ شخص کھانے کی چیزیں بھی لے کر آیا تھا۔

ثم قُلتُ لِنفسِي : رِزقُكِ يا نفسُ ! سِيرَ اِلَيكِ مُنذُ عَشرَة أيّامٍ و اَنتِ تطلُبِينه مِنَ الوادِي .

یعنی " پھر میں نے اپنے نفس سے کہا کہ اے نفس! تیرا رزق دس دن سے تیری طرف آرہا تھا اور تو اسے باہر وادی (میدان و بیابان) میں تلاش کرتا ہے "۔

یہ تھا ہمارے بزرگوں کا حال۔ آج مسلمان برائے نام مسلمان ہیں۔ ذرا بھوک یا افلاس سے دوچار ہوتے ہیں تو ہر قسم کے حرام کام کے ارتکاب کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔

کسی شاعر نے اسی افسوسناک امر کا ذکر ان اشعار میں کیا ہے۔

اَے مسلم خوابیدہ کچھ تجھ کو خبر بھی ہے
کس حال کو تو پہنچا کچھ اس پہ نظر بھی ہے

حالت پہ کبھی اپنی کچھ غور کیا تو نے
سونے کے سوا کیا کچھ کام اور کیا تو نے
تو مورد طعنہ ہے ، رسوائے زمانہ ہے
اَغیار کے حملوں کا ہر وقت نشانہ ہے
اَعدا نہ کریں تجھ پر کیوں مشق جفا اپنی
اپنوں سے جو بھولا ہے تو خوئے وفا اپنی

ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے ایک نوجوان کو مکہ مکرمہ کے راستے میں دیکھا۔ وہ ایسے ناز و نخرے سے جا رہا تھا جیسا کہ اپنے گھر کے صحن میں پھر رہا ہو۔ میں نے اسے کہا۔

ما ھٰذِہ المِشیَۃ یا فَتٰی ؟ فقال : مشیۃُ الفِتیانِ خدّام الرحمن . یعنی " یہ کیسی رفتار ہے اے نوجوان؟ اس نے کہا کہ یہ اُن جوانوں کی رفتار ہے جو خدائے رحمٰن کے خدّام ہیں " ۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

أتِیـــہ بِك اِفتِخَارًا غیرَ أنّی
أذُوبُ مِنَ المھابَۃِ عندَ ذِکرِك
ولَو أنّی قَدَرتُ لَمِتُّ شَوقًا
وإجلالاً لأجلِ عظِیم قدرك

(۱) یعنی " میں آپ کی محبت پر ناز کرتا ہوں لیکن پگھلتا ہوں ہیبت سے آپ کے ذکر کے وقت۔

(۲) اور اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں مر چکا ہوتا آپ کے شوق

سے اور آپ کی عظمت سے، کیونکہ آپ کی شان بہت بلند ہے"۔

میں نے اس سے پوچھا اینَ زادُكَ و راحلتُك؟ یعنی "تیرا زادِراہ اور سواری کہاں ہے؟" اس نے میری بات کا برا منایا اور کہا۔

أرأیتَ عبدًا ضعیفا قاصدًا مولیً کریماً حمَلَ إلی بیتِه طعَامًا وشرَابًا . لو فعَلَ ذلِكَ لأمرَ الخدَّامَ بطردِه عن بابِه . إنّ المولی جلّت قُدرتُه لما دعَانِی إلی القصدِ إلیهِ رَزَقَنِی حُسنَ التّوَکُّلِ عَلَیهِ . ثُمَّ غابَ فما رأیتُه بَعدُ . رضیَ اللہ تعالی عنه .

یعنی "کیا آپ نے کبھی ایسی گھٹیا سوچ والا بندہ بھی دیکھا ہے کہ سخی مولیٰ کے پاس جارہا ہو اور اس کے گھر میں اپنے کھانے پینے کا سامان بھی ساتھ لے جائے؟ اگر وہ ایسا کرے تو وہ مالک اپنے خدّام کے ذریعہ اسے اپنے در (گھر) سے بھگا دے گا۔ میرے مولیٰ نے مجھے اپنے گھر بلاکر اچھے توکُّل سے ہمکنار کیا ہے۔ (یعنی میرے کھانے پینے کا انتظام اسی کے ذمہ ہے۔ وہ آدمی کہتا ہے کہ) پھر وہ نوجوان بزرگ میری نظروں سے غائب ہوگیا"۔

ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے ایک بار ایک فقیر کو بیابان میں دیکھا۔ وہ ایک کنویں کے پاس آیا اور اس میں رسی کے ذریعے لوٹا لٹکایا تاکہ پانی نکالے۔ اتفاق سے رسی ٹوٹ گئی اور لوٹا کنویں میں جاگرا۔

وہ فقیر تھوڑی دیر کھڑا رہا پھر اس نے کہا و عِزَّتِكَ لا أبرَحُ إلاّ بِرکوَتِی أَو تأذَنَ لی بالإنصِرَافِ .

یعنی ” (اے اللہ) آپ کی عزت کی قسم، میں یہیں کھڑا رہونگا تا آنکہ مجھے لوٹا مل جائے یا آپ مجھے واپسی کا حکم دیدیں “

اتنے میں ایک ہرن آیا جو پیاسا تھا۔ اس نے کنویں میں دیکھا۔ پانی کنویں کے کنارے تک چڑھ آیا۔ ہرن نے پانی پیا اور چلا گیا۔ پانی کے بلند ہونے سے لوٹا بھی پانی کے ساتھ کنویں کے کنارے تک آ گیا۔

اس فقیر نے لوٹا نکالا اور کہا۔

إلٰهی مَا کَانَ لی عِندكَ مَحلُّ ظَبیَةٍ فَهتَفَ بِه هَاتِف یقُولُ : یَا مسکِینُ ! جِئتَ بِالرِّکوۃِ وَ الحبلِ . و جاءَتِ الظَّبیَةُ ذَاهِبَةً عَنِ الأَسبابِ لِتَوُکُّلِهَا عَلَینا .

یعنی ” اے اللہ! میری حیثیت آپ کے نزدیک ہرن سے بھی کم ہے۔ تو ہاتف فرشتے نے آواز دی۔ اے مسکین! تو لوٹے اور رسی پر بھروسہ کر کے ان کو ساتھ لایا اور ہرن ظاہری اسباب سے بے نیاز ہو کر صرف ہم پر ہی بھروسہ کر کے آیا “ ۔

حضرت عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابو عاصم بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ جب حجّاج ظالم نے آپ کی گرفتاری کیلئے پولیس آپ کے گھر بھیجی تو آپ نے اس وقت کیا تدبیر اختیار کی اور کیسے بچے ؟

ابو عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب پولیس میرے گھر میں داخل ہوئی تو میں اس وقت مکان کے بالاخانے میں تھا۔ اچانک غیب سے مجھے ایک دھکا لگا۔ پھر میں نے اپنے آپ کو گھر سے ہزاروں میل دور جبل ابو قبیس (مکہ مکرمہ کے قریب ایک پہاڑ ہے) پر پایا۔

عبدالواحد رحمہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ پھر آپ کو کھانا کہاں سے ملتا تھا؟

ابو عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبدالواحدؒ کے سوال کا جو جواب دیا وہ نہایت ایمان افروز و حیرت انگیز ہے۔

قال : كانت تأتِي إليَّ عجوز وقتَ إفطارِي بالرَّغِيفينِ الَّذينِ كنتُ آكُلُهَا بِالبَصرةِ . فقالَ عبدُالواحِد : تِلكَ الدُّنيا امَرهَا الله أن تخدِمَ أبَاعَاصِم .

”شیخ ابو عاصمؒ نے فرمایا کہ ہر روز ایک بڑھیا میرے پاس بوقت افطار اس قسم کی دو روٹیاں لے آتی تھی جو میں شہر بصرہ میں کھاتا تھا۔ شیخ عبدالواحدؒ نے فرمایا یہ دنیا تھی جو بوڑھی عورت کی صورت میں بحکم خدا آپ کی خدمت کرتی رہی“۔

مسلمان کی شان اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی بلند ہے۔ جب مسلمان پوری طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ خود دنیا کو اس کی خدمت پر مامور کر دیتے ہیں۔

مشہور بزرگ حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار جنگل میں گیا۔ وہاں مجھے ایک عیسائی ملا جو وسطِ کمر (کمر کے درمیان) میں زنّار (وہ دھاگہ جو ہریجن کافر وغیرہ پہنتے ہیں) باندھے ہوئے تھا۔

اس نے مجھے کہا کہ اکٹھے سفر کریں گے۔ چنانچہ ہم نے سفر شروع کیا۔ سات دن چلتے رہے اور کھانے کو کوئی چیز نہ ملی۔ ساتویں دن عیسائی راہب نے کہا۔

هَاتِ مَا عِندَكَ مِنَ الإنبسَاطِ فَقَد جُعْنَا .

یعنی " اے مسلمان ! جو بزرگی رکھتے ہو وہ آج ظاہر کرو کیونکہ ہم بھوکے ہوگئے ہیں " ۔

ابراھیم خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے دعا کی کہ اے اللہ ! مجھے اس کافر کے سامنے رسوا نہ کرنا۔

فرَأَيتُ طَبقًا عَلَيهِ خُبزٌ و شواءٌ وَ رَطبٌ وَ كُوزُ ماءٍ فَأَكَلنَا و شَرِبنَا .

یعنی " اچانک میں نے ایک بڑی رکابی کو غیب سے نمودار ہوتے ہوئے دیکھا جس میں روٹی ، گوشت اور کھجوریں تھیں اور پانی کا برتن بھی ساتھ تھا۔ پس ہم نے کھانا کھایا اور پانی پیا " ۔

پھر ہم نے سفر شروع کیا اور سات دن مزید چلے اور کچھ نہ کھایا۔

فرماتے ہیں کہ اس بار میں نے سبقت کرتے ہوئے راہب سے کہا۔

يَا رَاهِبَ النَّصرَانِيَّةِ ! هَاتِ مَا عِندَكَ فَقَد انتهَتِ النَّوبَةُ إلَيكَ .

یعنی " اے راہب ! دکھایئے اپنی کرامت کیونکہ اب تمہاری باری ہے " ۔ راہب نے عصا (لاٹھی) پر تکیہ لگایا اور دعا کی۔ وإذا بطَبَقَينِ عليهِمَا أضعَافُ مَا كَانَ عَلى طَبَقِي .

یعنی " اچانک دو بڑی رکابیاں نمودار ہوئیں جن میں میری رکابی کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ چیزیں تھیں " ۔

مجھے حیرت ہوئی اور غیرت بھی آئی۔ میں نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ اس نے اصرار کیا مگر میں انکار کرتا رہا۔

پھر اس نے کہا کہ کھائیے۔ میں تمہیں دو خوشخبریاں سناتا ہوں۔

إحدَاهُمَا أشهَدُ أن لاَّ إلٰهَ إلاَّ اللهُ وأشهَدُ أن سَيِّدَنَا محمَّدًا رَّسُولُ اللهِ . و حَلَّ الزُّنار .

و الأُخرٰی قُلتُ : اللّٰهُمَّ إن كَانَ لِهٰذَا العَبدِ حَظٌّ عِندَكَ فَافتَح علَينا .

یعنی "ایک خوشخبری یہ ہے کہ میں مسلمان ہو کر کلمہ شہادت پڑھتا ہوں۔ پھر اس نے زُنّار (وہ دھاگہ جو ہریجن وغیرہ کافر پہنتے ہیں) کو کھول کر پھینک دیا۔

اور دوسری خوشخبری یہ ہے کہ میں نے تمہارے ہی وسیلے سے یوں دعا کی کہ اے اللہ! اگر اس مسلمان کی یعنی ابراہیم خواص کی آپ کے ہاں قدر ہے تو مجھے بھی اس مسلمان کے طفیل ایسی ہی کرامت سے نوازیئے"۔

چنانچہ ہم نے وہ کھانا کھایا اور پانی پیا۔ پھر حج بیت اللہ کیا۔ ایک سال تک ہم اکٹھے رہے۔ پھر اس کا انتقال ہو گیا۔ میں نے بطحاء مکہ مکرمہ میں اسے دفنا دیا۔

انہی حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ تعالی کا قول ہے فرماتے ہیں

دواء القلبِ فی خمسة اشیاءَ : قراءةُ القرآن بالتَّدبُّرِ وقيامُ اللّيلِ و خلاءُ الباطِنِ و التَّضرُّعُ عندَ السَّحرِ و مُجالِسَةُ

الصّالحین ۔ یعنی " امراض قلب کا علاج پانچ امور سے ہوتا ہے (۱) قرآن کی تلاوت جو غور و تدبر سے ہو (۲) تہجد کی نماز (۳) خالی پیٹ رہنا یعنی بسیار خوری سے بچنا (۴) بوقتِ سحر خدا کے سامنے عاجزی کرنا (۵) اور بزرگوں کی صحبت " ۔

دوستو اور بھائیو ! ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ہمیشہ وہ اعمال کریں جو تقویٰ و احتیاط کے مقتضٰی کے مطابق ہوں۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا کے کاموں میں گزارے۔ زندگی حصولِ رضائے خدا تعالیٰ اور حصولِ مسرّاتِ آخرت کیلئے دی گئی ہے۔

مگر افسوس ...... کہ ہم مسلمان اپنی زندگی دنیاوی امور میں صرف کر رہے ہیں۔ عبادت اور فکرِ آخرت سے غافل ہیں۔ یہ زندگی دنیاوی کاموں کیلئے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے دی گئی ہے۔

زندگی آمد برائے بندگی
نے برائے خوردنی است ایں زندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی
زندگی با بندگی تابندگی

(۱) " انسان کی یہ زندگی اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے دی گئی ہے نہ کہ کھانے پینے کیلئے۔

(۲) اللہ عزوجل کی عبادت کے بغیر یہ زندگی باعثِ شرمندگی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے یہ زندگی اُخروی روشنی ہے " ۔

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

تو نے منصب بھی کوئی پایا تو کیا
گنج سیم و زر بھی ہاتھ آیا تو کیا
قصرِ عالی شاں بھی بنوایا تو کیا
دبدبہ بھی اپنا دِکھلایا تو کیا
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
قیصر و اسکندر و جم چل بسے
زال اور سہراب و رستم چل بسے
کیسے کیسے شیر و ضیغم چل بسے
سب دکھا کر اپنا دم خم چل بسے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
کیسے کیسے گھر اُجاڑے موت نے
کھیل کتنوں کے بگاڑے موت نے
فیل تن کیا کیا پچھاڑے موت نے
سرو قد قبروں میں گاڑے موت نے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

انسان کو اپنا مقدّر رزق ضرور ملتا ہے۔ اس لئے تحصیلِ رزق کے سلسلے میں حرام وسائل سے اور حرام کاموں کے ارتکاب سے بچنا

چاہئے۔ اس سلسلے میں ایک حدیث پیش خدمت ہے۔

عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنهما قال : قال رسول اللہ ﷺ : ايُّها الناسُ ! إن أحدَكم لن يموتَ حتّى يستكمِلَ رِزقَه فلا تستبطِئوا الرِّزقَ . واتّقوا الله و أجمِلوا في الطَّلب فخُذوا ما أحلّ الله وذَرُوا ماحرَّمَ الله .

یعنی " حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ اے لوگو! تم میں سے کسی کی موت اس وقت تک نہیں آسکتی جب تک وہ اپنا رزق پورے کا پورا حاصل نہ کرلے۔ پس رزق کی تاخیر سے دل میں تنگی محسوس نہ کیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جائز طریقوں سے (رزق) طلب کرو۔ پس حلال چیزوں کو حاصل کرو اور حرام چیزوں کو چھوڑ دو "۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ ہر شخص کو اپنا رزق ضرور پہنچتا ہے۔ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ رزق سے محروم نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح کوئی انسان اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے رزق سے ایک ذرہ بھی زیادہ حاصل نہیں کرسکتا۔

ایک اور حدیث ہے۔ **قال ﷺ : لِكُلّ أُمّةٍ فتنةٌ وفتنةُ أُمّتي المال .**

یعنی " ہر امت کیلئے کوئی چیز فتنہ ہوتی ہے اور میری امت کیلئے بڑا فتنہ مال ہے "۔

ایک اور حدیث شریف ہے۔ **قال عليه السلام : إن**

اللهُ يقول : ابنَ آدم ! تفرَّغ لعبادَتى أملأُ صَدرَكَ غِنىً . و أسُدُّ فقرَكَ . و إن لَّم تفعل ملأتُ يَدَكَ شُغلاً . و لَم أسَدّ فقرَكَ .

یعنی " نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اے ابن آدم ! تو میری عبادت کیلئے فارغ ہو جا۔ میں تیرا سینہ غنا سے بھر دونگا اور تیری غربت ختم کر دونگا۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تیرے ہاتھوں کو دنیاوی دھندوں میں مصروف کر کے تیرے افلاس کو ختم نہیں کرونگا "۔

جو بندہ عبادت و تقویٰ کو اپنی زندگی کا مقصود بنالیتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیب سے رزق ملتا ہے۔

ایک فقیر و درویش کی حکایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں خلوت مع اللہ اور سیاحت کے ارادے سے جنگل کی طرف نکلا۔ تین دن مسلسل سفر کیا۔ چوتھے روز باطن میں یعنی دل میں ایک حرکت سی محسوس ہوئی اور ظاہری حرکت میں بھی زیادتی ہوئی۔

فرماتے ہیں کہ میں اسی کیفیت میں تھا کہ دو خوبصورت اور حسین چہرے والے بوڑھے درویش میرے پاس آئے ۔ انہوں نے مجھے السلام علیکم کہا۔ میں نے جواب دیا۔ پھر انہوں نے میرا نام پوچھا۔ میں نے کہا میرا نام عبد اللہ ہے۔ انہوں نے کہا ہم سب عَبِیدُاللہ (خدا کے بندے) ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے طالب ہیں۔

پھر ہم اکٹھے سفر پر روانہ ہوئے۔ جب نمازِ ظہر کا وقت ہوا تو

ایک درویش نے مجھے کہا کہ نماز پڑھائیے۔ میں نے انکار کیا اور کہا یہ بوجھ آپ اٹھائیں۔ انہوں نے نماز پڑھائی۔ فرض نماز اور نفلوں سے فارغ ہوئے۔

فقدَّم إلينا طبقًا عليه قطف عِنَبٍ وتِينٌ لم أرَ أحسنَ منه و قال : بسم الله . فأكلنا حاجتنا و مَشَينا .

یعنی " انہوں نے ہمارے سامنے ایک رکابی رکھی جس میں انگور کے خوشے اور انجیر تھے۔ میں نے کھانے کی ان چیزوں سے زیادہ خوبصورت اور اچھی چیزیں نہیں کھائی تھیں اور نہ دیکھی تھیں۔ انہوں نے فرمایا بسم اللہ پڑھئے اور کھائیے۔ ہم نے بقدرِ ضرورت کھایا اور پھر وہاں سے چلے "۔

دوسرے دن پھر بوقت ظہر انہوں نے مجھے کہا کہ نماز پڑھائیے۔ میں نے انکار کیا تو انہوں نے خود نماز پڑھائی۔ نماز سے فراغت کے بعد پھر اسی طرح کھانے کی اشیاء سامنے آگئیں اور ہم نے حسبِ ضرورت کھائیں۔

تیسرے دن میرے دل میں خیال آیا کہ ان کی بات مان کر نماز پڑھانی چاہئے۔ نماز پڑھانے سے کچھ قبل میں نے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے درج ذیل دعا مانگی۔

فرَفعتُ طرَفی إلى السَّماءِ وقلتُ : اللّٰهمّ إنّك ولىّ النّعم من غيراستحقاقٍ . وأنا عبدُك ضعيف غيرُمُستحِقّ للنعم . وقد رجعتُ إليك فيما أقصِدُه إنك على كل شئ

قدير .

یعنی " میں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر کہا۔ اے اللہ ! آپ نعمتوں کے مالک ہیں۔ بغیر استحقاق کے بھی دیتے ہیں۔ میں آپ کا ضعیف بندہ ہوں اور نعمتوں کا مستحق نہیں ہوں۔ میں اپنے اس مقصد (حصولِ نعمت) میں آپ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں "۔

چنانچہ بوقتِ ظہر انہوں نے حسبِ سابق مجھے فرمایا۔ تُصلّی بِنا ؟ قلتُ : إن شاءَ الله . یعنی " کیا تم نماز پڑھاؤ گے ؟ میں نے کہا ان شاء اللہ پڑھاؤ نگا "۔

میں نے نماز پڑھائی۔ بقیہ نماز سے فارغ ہو کر جب دائیں طرف دیکھا فرأَیتُ الطَّبقَ بعینِه و علیه قطفُ عِنبٍ و تِینٌ و رُمّانٌ .

یعنی " میں نے حسبِ سابق اسی طرح رکابی دیکھی جس میں انگور کے خوشے، انجیر اور انار تھے "۔

ہم نے وہ چیزیں کھائیں۔ میں نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے نعمت سے سرفراز فرمایا۔ ہم چالیس دن اکٹھے رہے۔ ہر روز باری باری ایک آدمی نماز پڑھانے کیلئے آگے ہوتا اور نماز کے بعد اسی طرح غیب سے کھانا آجاتا۔

چالیس دن کے بعد ان درویشوں نے کہا۔

الخليفةُ عليك الله . فقلتُ : وعليكما . واصرف

كُلّ منّا عن صاحبه ولم يسأَل أحد منّا صاحبَه عن شئٍ .
ثم بقيتُ على ذلك الحالِ تتجَدَّدُ نعمةُ اللهِ عليّ في كل
يومٍ ظاهرًا وباطِناً . و كُلّ وقتٍ أشكُرُ الله فيهِ تزيدُ نعمه
عليَّ و إحسانه .

یعنی " انہوں نے مجھے کہا کہ بس تم اللہ تعالیٰ کے سپرد اور میں نے بھی کہا کہ آپ دونوں بھی اللہ تعالیٰ کے سپرد۔ پھر ہم جدا ہو گئے لیکن کسی نے ایک دوسرے کے حال و مقصد کے متعلق سوال نہ کیا۔ میں تنہا جنگل میں اسی حالت پر رہا۔ ہر روز اللہ تعالیٰ کی ظاہری و باطنی نعمتیں نمودار ہوتی رہیں (اور میں بقدرِ ضرورت استعمال کرتا رہا) اور جس وقت میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتا اس وقت اللہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات مزید نازل ہوتے "۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

تو خدا ہی کے ہوئے پر تو چمن تیرا ہے
یہ چمن چیز ہے کیا سارا وطن تیرا ہے

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو اپنا مقصود بنا لیتے ہیں انہیں اسی طرح غیب سے کھانے پینے کی چیزیں ملتی ہیں۔

جو درس و سبق شاہِ بطحاء نے دیا تھا آج وہ سبق ہم بھول گئے ہیں۔ افسوس صد افسوس...... اُخوّت و الفت باقی نہیں رہی۔ ہمدردی و غم خواری عنقاء پرندے کی طرح معدوم ہو گئی۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

وہ رازِ ظفرمندی تعلیم اخوّت کی
تاکید مسلمان سے بھائی سے محبت کی
وہ طرزِ وفاداری وہ شیوۂ ہمدردی
وہ شانِ مسلمانی وہ آنِ جواں مردی
ہاں تو نے بھلا دی وہ تعلیم بھلا دی ہے
حق ہے جو تجھے تیرے مالک نے سزا دی ہے
اس قعر مذلّت سے گر تجھ کو نکلنا ہے
گر تجھ کو سنورنا ہے گر تجھ کو سنبھلنا ہے
خواہش ہے اگر تیری پھر پہلی سی عزت ہو
وہ جاہ وہ حشمت ہو وہ رعب وہ سطوت ہو
پہلے کی طرح نصرت آ آکے قدم چومے
ہر ایک زمین والا تیرا ہی علم چومے
اس درس اخوت کا آ اور اعادہ کر
ہاں جوشِ محبت کو پہلے سے زیادہ کر

مشہور عارفِ زمانہ شیخ ابوعبداللہ دینوریؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار میرے پاس ایک خستہ حال درویش آکر بیٹھ گیا۔ میں نے دل میں ارادہ کیا کہ اپنے جوتے کسی کے پاس رہن (گروی) رکھ دوں تاکہ کھانے کی کوئی چیز لے کر اس درویش کو کھلاؤں یا اسے خیرات دوں۔ مگر نفس نے ایسا کرنے سے روکا اور کہا۔

کیفَ تَتِمُّ لك طهارة مع الحفاء . فقلتُ : أرهِنُ

رِکوَتی فمنعتنی أیضًا و قالت : فبِأیّ شیءٍ تتوَضَّأ .

یعنی " ننگے پاؤں رہ کر پاؤں کی صفائی کس طرح برقرار رکھ سکو گے۔ پھر خیال آیا کہ یہ لوٹا (کسی کے پاس) گروی رکھ دوں۔ پس نفس نے اس سے بھی روکا اور کہا کہ پھر وضو کس چیز کے ساتھ کرو گے "۔

پھر ارادہ ہوا کہ یہ دست مال (مندیل یا چادر) گروی رکھ دوں۔ لیکن نفس نے اس سے بھی روکا اور کہا۔

تبقی مَکشُوفَ الرَّأسِ . فقلتُ : و ما فی ذلك ؟ فجعلتُ أراجِعُها فی ذلك .

یعنی " (اگر تم نے مندیل اور کپڑا رہن رکھ دیا تو) پھر ننگے سر رہ جاؤ گے۔ میں نے دل میں کہا کہ ننگے سر رہ جانے میں کیا حرج ہے۔ میں نفس کے اس تردّد اور کشمکش میں متفکّر تھا "۔

اتنے میں وہ درویش اٹھا، کمر باندھی اور عصا اٹھایا اور میری طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ اے خسیس ہمت والے! اپنا دست مال (مندیل یا کپڑا) اپنے پاس رکھ۔ میں جا رہا ہوں۔

معلوم ہوتا ہے کہ وہ درویش ولی اللہ اور صاحبِ کشف و الہام تھے۔ انہیں شیخ دینوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے قلبی ارادوں اور تردّد کا کشف ہوگیا۔

قال : فعقَدتُّ مع اللهِ أن لاَّ آکل الخبزَ حتّیٰ ألقاهُ .

فقِیلَ : إنّه أقام بعد ذلك ثلاثِینَ سنةً لم یأکل الخبزَ . روض الریاحین للشیخ یافعی رحمه الله تعالی ص۱۱۵ .

یعنی " دینوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بطورِ افسوس یہ قسم اٹھا

لی کہ اس وقت تک روٹی نہیں کھاؤنگا جب تک اس درویش بزرگ کی (دوبارہ) ملاقات نصیب نہ ہو جائے (مگر وہ درویش پھر کہاں مل سکتے تھے) چنانچہ دینوریؒ نے (اس درویش سے ملاقات نہ ہونے کی وجہ سے) تیس سال تک روٹی نہ کھائی (ترکاریوں اور درختوں کے پتوں پر گزارہ کرتے رہے)"۔

ایسے بزرگ بھی دنیا میں گزرے ہیں جن کی باطنی خوراک اور روحانی غذا صرف ذکراللہ ہوتی تھی۔ ذکراللہ ہی ان کی قوت وطاقت کا مدار ہوتا تھا۔ آج ہم ذکراللہ سے کتنے غافل ہیں۔ ہم ظاہر میں کچھ اور ہیں اور باطن میں کچھ اور۔

؎ دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا

مشہور بزرگ ابو تراب نخشبیؒ فرماتے ہیں۔

نخشبی بندگی نکو چیز است　　　نافہ راخوں شمر چو بو نبود
ہر کہ در بندگی نکو باشد　　　جز نکوئی نصیب او نبود

(۱) "اے نخشبی! اللہ تعالیٰ کی بندگی ہی اچھی چیز ہے۔ خوشبو کے بغیر نافۂ مشک خون ہی ہے۔

(۲) جو شخص بندگی میں اچھے طریقے پر گامزن ہو۔ بس نیکی و فلاحِ دارین ہی اس کے حصے میں آئیگی"۔

عبادت، تقویٰ اور ذکراللہ سے غفلت ہی دنیاوی و اخروی مصائب کا سبب اور تنگیٔ رزق کی موجب ہے۔

شیخ ابو العباس مسروق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار

شہر بصرہ میں ساحلِ دریا پر ایک شکاری کو دیکھا جو مچھلیوں کا شکار کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ اس کی ایک چھوٹی بچی بھی تھی۔ وہ مچھلیاں پکڑ پکڑ کر اپنی بچی کے حوالے کر رہا تھا تاکہ وہ ان مچھلیوں کی نگرانی اور حفاظت کرے۔

کافی دیر کے بعد وہ شکاری اپنی بچی کے پاس آیا۔ اس کا خیال تھا کہ میں نے کافی مچھلیاں پکڑ لی ہیں۔ مگر اسے حیرت ہوئی کہ وہاں ایک مچھلی بھی موجود نہ تھی۔

اس نے بچی سے پوچھا کہ مچھلیاں کہاں گئیں؟ بچی نے بڑا قیمتی جواب دیا۔ کہنے لگی۔

يَا أَبَتِ ! أَلَيسَ سَمِعتُكَ تروِى عَن رَسُولِ الله ﷺ أنه قال : لا تَقَعُ سَمكَة فى شَبكَةٍ إلاَّ إذا غَفَلَت عَن ذكر الله تعالى . فَبَكى الرَّجُلُ و رَمى بِالسّنّارَة .

یعنی ” اے ابا جان! میں نے آپ سے نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث سنی تھی کہ جال میں وہ مچھلی گرفتار ہوتی ہے جو ذکرِ خدا تعالیٰ سے غافل ہو جائے (لہٰذا یہ مناسب نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل مچھلیوں کا گوشت کھائیں، چنانچہ میں ان مچھلیوں کو دریا میں واپس پھینکتی رہی)۔ یہ سن کر وہ شخص رونے لگا اور جال اور ڈور کو پھینک دیا (اور ذکر اللہ و عبادت کا مشغلہ اختیار کیا)“۔

حضرات کرام! اللہ تعالیٰ کے قرب میں جو عزت ہے وہ اور کہیں نہیں مل سکتی۔ ہر قسم کی عزت و عظمت و ترقی و اسبابِ مسرت و ذرائعِ رزق و مال اللہ عزوجل کے قبضے میں ہیں۔ عربی کے ایک شاعر نے کیا

خوب کہا ہے۔

لقد ضَیَّعتَ حَظَّكَ من وصالی
و بِعتَ بأبخسِ الأثمانِ کنزًا
فکیفَ رَضیتَ یا هذا بدُونی
و قربُك مِن جنابِی کان عِزًّا
ستعرِفُنِی اِذَا جرَّبتَ غَیرِی
و تَعلم أنَّنِی لَكَ کُنتُ حِرزًا

(۱) یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں " اے بندے ! افسوس...... تو نے میرے قرب میں سے اپنا حصہ ضائع کر دیا اور چند ردّی روپے کے بدلے تو نے بڑا خزانہ بیچ ڈالا۔

(۲) اے محبّ ! میرے سوا کسی غیر کے قرب پر تو کیسے راضی ہوا جبکہ میری ذات کا قرب ہی تیرے لئے بڑی عزت کا باعث تھا۔

(۳) اے محبّ ! میری قدر تجھے اس وقت معلوم ہوگی جب تو میرے سوا کسی غیر کو آزمالے گا۔ اس وقت تجھے پتہ چل جائیگا کہ میں تیرے لئے سرمایۂ افتخار تھا "۔

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک رات گشت کرتے کرتے تھک گئے اور ایک دیوار سے تکیہ لگایا۔

گھر کے اندر سے آپ کو باتوں کی آواز سنائی دی۔ ایک عورت اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی۔ قُومِی إلی ذلك اللَّبنِ فَامذُقِیهِ بِالماءِ .

" اٹھواور دودھ میں پانی ملادو "۔

بیٹی نے کہا۔ اے اماں ! آج آپ نے امیرالمؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم نہیں سنا؟ ماں نے کہا امیرالمؤمنین کا کیا حکم ہے؟ بیٹی نے کہا۔

إنَّه أمرَ مُنادِيهِ فَنَادٰى : ألاَ لاَ يُشابُ اللَّبنُ بالماء . فقالت : امذُقِيهِ فَإنّكِ بموضِعٍ لا يراكِ عمر و لا مُنادِي عمر . فقالتِ الصّبِيَّةُ : مَا كنتُ لأطيعُه فى الملأ وأعصِيه فى الخلاءِ .

یعنی " حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے ان کے منادی نے یہ ندا دی ہے کہ دودھ میں پانی ملا کر نہ بیچو۔ ماں نے کہا بیٹی ! دودھ میں پانی ملا دے۔ اس جگہ تجھے نہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ رہے ہیں اور نہ ان کا منادِی۔ لڑکی نے کہا اے اماں ! میں ایسی نہیں ہوں کہ ظاہر میں ان کی اطاعت کروں اور خلوت میں ان کی مخالفت کروں "۔

کتبِ آثار و تاریخ میں علماء اس حکایت کے بعد لکھتے ہیں کہ اس لڑکی کی دیانتداری و تقویٰ والی اس بات سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت خوش ہوئے اور اپنی اولاد میں سے ایک لڑکے سے اس کا نکاح کر دیا۔ اسی لڑکی کی نسل سے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ پیدا ہوئے جو بڑے عادل خلیفہ تھے۔

حکایت ہے کہ ایک دولتمند و امیر آدمی مشہور صوفی و زاہد حضرت حاتم اصم رحمہ اللہ تعالیٰ کے گھر پر گزرا۔ اس نے پینے کیلئے پانی مانگا۔

گھر والوں نے پانی دیا۔ پانی پینے کے بعد اس امیر آدمی نے ان کے گھر والوں کو کچھ مال دیا۔ اسے دیکھ کر اس کے دیگر رفقاء نے بھی حسبِ وُسعت کچھ تحائف و عطایا دیئے۔ گھر والے بہت خوش ہوئے۔

صرف ایک بچی جو حضرت حاتم اصمؒ کی بیٹی تھی رونے لگی۔ اس سے رونے کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے جو جواب دیا وہ نہایت عارفانہ و حکیمانہ ہے اور آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

فقالَت : مخلُوق نظرَ إلينا نظرةً فاستغنينا . فكَيفَ لو نَظرَ إلينا الخالِقُ سُبحانَه .

یعنی "اس نے کہا کہ مخلوق کی ادنیٰ سخاوت و معمولی نگاہِ شفقت سے ہم غنی ہوگئے تو خالقِ جہاں کی نگاہِ شفقت و سخاوت کا کتنا بڑا اثر ہوگا"۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں آخرت کی فکر اور جنت کا شوق و محبت ڈال دیں۔ ذکراللہ و عبادت و ذکرِ موت کی طرف ہمارے قلوب کو متوجہ فرمادیں۔ یہ دنیا عیش و عشرت کی جگہ نہیں ہے یہاں کی سب چیزیں فانی ہیں۔ یہاں کی فانی رونقیں جی لگانے کے قابل نہیں ہیں۔

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وہ ہے عیش و عشرت کا کوئی محل بھی
جہاں تاک میں ہر گھڑی ہو اَجل بھی
بس اب اپنے اس جہل سے تو نکل بھی
یہ طرزِ معیشت اب اپنا بدل بھی

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے
جب اس بزم سے اٹھ گئے دوست اکثر
اور اٹھتے چلے جا رہے ہیں برابر
یہ ہر وقت پیشِ نظر جب ہے منظر
یہاں پر ترا دل بہلتا ہے کیونکر
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے
یہ دنیائے فانی ہے محبوب تجھ کو
ہوئی واہ کیا چیز مرغوب تجھ کو
نہیں عقل اتنی بھی مجذوب تجھ کو
سمجھ لینا اب چاہئے خوب تجھ کو
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

فاسق و فاجر عموماً خلوت ہی میں گناہ کی جرأت کرتا ہے اور جہاں عام لوگ دیکھتے ہوں وہاں وہ گناہ کی جرأت کم کرتا ہے۔ افسوس صد افسوس...... ان فسّاق و فجار کو یہ خیال کیوں نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت حاضر و ناظر ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس طرح جلوت میں دیکھتے ہیں اسی طرح وہ خلوت میں بھی سب کچھ دیکھتے ہیں۔

عربی کا ایک شاعر اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کا ذکر کرتے

ہوئے کہتا ہے۔

إذَا ما خلَوتَ الدَّهرَ یوماً فلا تقل

خلوتُ ولکن قُل عَلَیَّ رَقیب

فلا تحسَبنَّ اللہ یَغفلُ ساعۃً

و لا أن ما تخفیہ عَنہُ یَغِیب

(۱) یعنی " بوقت خلوت (علیحدگی) یہ نہ سمجھنا کہ تو خلوت میں ہے بلکہ یقین رکھ کہ تجھ پر ایک نگران ہے۔

(۲) یہ خیال نہ کر کہ اللہ تعالیٰ کسی وقت غافل ہوتا ہے اور نہ یہ خیال کر کہ تیری مخفی باتیں اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ رہ سکتی ہیں " ۔

شیخ ابو الربیع مالقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں جنگلوں میں ذکر اللہ کر کے زندگی گزارتا تھا۔ فقیَّضَ اللہ لی طیرًا ۔ إذا کان اللّیل ینزل قریباً مِنّی یبیتُ یُسامِرُنی ۔ فکنتُ أسمعُہ فی اللّیل ینطق : یا قُدُّوسُ ! یا قُدُّوسُ ! فإذا أصبَح صَفَقَ بجناحیہِ و قال : سبحان الرازق ۔

یعنی ابو الربیعؒ فرماتے ہیں کہ " اللہ تعالیٰ نے میری رفاقت کیلئے ایک پرندہ مقرر کر دیا ۔ وہ رات کو میرے پاس ٹھہرتا تھا اور مجھ سے باتیں کرتا تھا۔ رات کو وہ پرندہ یہ ذکر کرتا تھا یا قدّوس ، یا قدّوس۔ جب صبح ہو جاتی تو وہ پروں کو آپس میں مارتے اور ہلاتے ہوئے کہتا سبحان الرازق (پاک ہے وہ ذات جو رازق ہے) " ۔

دوستو ! غور فرمائیں کہ پرندوں کو بھی اس بات کا یقین ہے کہ

ہمارا رازق اللہ تعالیٰ ہے۔ پرندوں کے اس قسم کے حیرت انگیز احوال دکھا کر اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رازقیتِ کاملہ کی تعلیم دیتے ہیں۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار مصر سے بعض دیہات کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ایک جگہ سوگیا۔

جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ ایک اندھا پرندہ جسے عربی میں قُنبرہ کہتے ہیں (یعنی چنڈول چڑیا جسے فارسی میں چکاوک کہتے ہیں) درخت سے نیچے گرا۔

فانشقَّتِ الارضُ فخَرجَ منها سكرُجَتانِ . إحداهما من ذَهبٍ و الأخرٰى من فِضَّةٍ . فى إحداهما سِمسِمٍ و فى الأخرى ماءُ وردٍ . فأكلَتُ من هذه وشَرِبَتُ من هذه . فقُلتُ : حسبى . ولزمتُ البابَ إلى ان قبِلَنى .

یعنی " (اس پرندے کے نیچے گرتے ہی) زمین پھٹ گئی، اس سے دو طشتریاں نمودار ہوئیں۔ ایک طشتری سونے کی تھی اور دوسری چاندی کی۔ ایک میں کنجد (تل) تھے اور دوسری میں گلاب کا پانی تھا۔

پرندے نے اُس (تل والی طشتری) سے کھایا اور اِس (پانی والی طشتری) سے پیا۔ میں نے دل میں کہا۔ بس بس، عبرت کا یہ واقعہ میرے لئے کافی ہے۔ پھر میں (اللہ تعالیٰ کے) دروازۂ رحمت سے وابستہ رہا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے قبول فرمالیا "۔

دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مقبول بندے بنالیں۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو خاص احسانات و انعامات سے نوازتے

ہیں۔

مشہورِ زمانہ ولی اللہ حضرت ابو تراب نخشبی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک رباعی ہے، وہ فرماتے ہیں۔

نخشبی چُست باش در رہِ حق قیمتی شد بدہر نافہ ز بُو
مردکو چُست نیست در رہِ دین نزد مردانِ راہ زن بہ ازو

(۱) "اے نخشبی! راہِ عبادت و حق میں چست اور تیز رہنا چاہئے کیونکہ صرف اعلیٰ مہک ہی کی وجہ سے نافۂ مشک قیمتی شمار ہوتا ہے۔

(۲) جو مرد راہِ دین و خیر میں چست نہ ہو بلکہ کاہل ہو۔ اہلِ حق کے نزدیک ایسے مرد سے عورت بہتر و اعلیٰ ہے"۔

بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ ایک شخص طلبِ رزق کیلئے گھر سے نکلا۔ فصلوں کی کٹائی کا موسم تھا۔ راستے میں بارش آگئی۔ وہ شخص بارش سے بچنے کیلئے ایک غار میں گھسا۔ غار میں اس نے ایک اندھے عُقاب کو دیکھا (یہ پرندہ باز کی طرح دوسرے پرندوں کا شکار کرتا ہے اور سید الطیور یعنی پرندوں کا سردار کہلاتا ہے)۔ وہ شخص متفکر ہوا اور یہ سوچنے لگا کہ یہ اندھا عقاب کہاں سے کھاتا ہوگا؟

و إذا بحمَامَةٍ قد دخلَت تستكِنُ فی الكهفِ من المطرِ . فوقعت فوقَ العُقاب . فأمسكها العقاب فأكَلَها . فرجع ذلك الانسان إلى مكانه و توكّل على الله .

یعنی "اچانک ایک کبوتر بارش سے بچنے کیلئے غار میں گھسا اور جا کر عقاب پر بیٹھ گیا۔ عقاب نے اسے دبوچ کر کھالیا۔ (یہ منظر دیکھ کر) وہ

شخص اسی جگہ سے واپس ہوا اور متوکل علی اللہ بن گیا "۔

قومِ کُرد کا ایک شخص کہتا ہے کہ میں پہلے ڈاکو تھا۔ ایک بار میں اپنے رفقاء کے ساتھ راستے پر بیٹھا تھا تاکہ ہم کسی قافلے کو لوٹ لیں۔ وہاں پر کھجور کے تین درخت تھے۔ ایک درخت پر پھل نہ تھا۔

وہ کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ جس درخت پر پھل تھا اس سے ایک چڑیا کھجور کا ایک ایک دانہ اٹھا کر اُس درخت پر لے جاتی ہے جس پر پھل نہ تھا۔ تا آنکہ دس مرتبہ اس چڑیا نے ایسا کیا۔

میں پھل سے خالی درخت پر چڑھا تو دیکھا کہ اس پر ایک اندھا سانپ ہے اور یہ چڑیا اس کے منہ میں کھجور کے دانے رکھتی جارہی ہے اور اسے کھلاتی جارہی ہے۔ مَیں یہ منظر دیکھ کر رونے لگا اور کہنے لگا۔

یَا سَیِّدِی ! هذه حَیَّة قد أمَرَ نَبِیُّكَ ﷺ بِقَتلِها . فلمّا أعمَیتَها أقَمتَ لها عُصفورًا یقُومُ لها بالکِفایة .

یعنی " اے میرے آقا! یہ سانپ ہے جس کے بارے میں آپ کے نبی ﷺ نے قتل کا حکم دیا ہے۔ لیکن اب جب آپ نے اسے اندھا کیا ہے تو ایک چڑیا کو آپ نے اس کے رزق کی کفایت کیلئے مقرر فرما دیا "۔

اور مَیں آپ کا بندہ ہوں۔ آپ کی خدائی کا معترف ہوں۔ مجھے آپ نے قطعِ طریق (راستوں پر بیٹھ کر مسافروں کو لوٹنے) اور اِخافتِ سبیل (راستوں میں مسافروں کو ڈرانے دھمکانے) کیلئے مقرر کر دیا ہے۔

اس کے بعد میرے دل میں اس بات کا القاء ہوا کہ اے بندے! توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے اپنی تلوار توڑ دی اور اپنے سر پر مٹی ڈالی۔

و صُحتُ : الإقالَةَ الإقالَةَ . فإذا بهاتِفٍ يقول : قد أقلناك .

یعنی " میں چیخنے لگا اور کہنے لگا۔ اے اللہ! معاف فرمادے۔ اے اللہ! معاف فرمادے۔ پس اچانک ایک غیبی فرشتے ہاتف نے اللہ تعالی کی طرف سے یہ آواز دی کہ ہم نے تجھے معاف کر دیا "۔

وہ شخص کہتا ہے کہ میں اپنے رفقاء کے پاس آیا اور انہیں سارا قصہ سنایا اور کہا۔ کنتُ مهجُورًا وقد صُولحتُ . یعنی " پہلے میں اللہ تعالی سے کٹا ہوا اور دور تھا لیکن اب میں نے توبہ کر کے اللہ تعالی سے صلح کر لی ہے "۔

تمام رفقاء کہنے لگے ہم بھی اپنے ربّ سے صلح کرتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں۔ پھر ہم نے زائد کپڑے پھینک دیئے۔ اسلحہ بھی چھوڑ دیا اور احرامِ حج باندھ کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ ہم تین دن جنگل میں سفر کرتے رہے۔

پھر ایک بستی میں پہنچے۔ وہاں ایک بوڑھی نابینا عورت پر ہمارا گزر ہوا۔ اس نے ہم سے پوچھا کہ تم میں فلاں کُردی شخص (تائب ہونے والا مذکورہ ڈاکو) موجود ہے؟ ہم نے کہا۔ ہاں۔ اس بڑھیا نے اپنے سامان سے کپڑے نکالے اور کہا میرا بیٹا مر گیا ہے اور یہ کپڑے اس کے ہیں۔

اس عورت نے کہا کہ میں نے مسلسل تین رات نبی ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔ نبی ﷺ نے بار بار مجھے فرمایا۔ **أعطِي هذه الثّياب فلاناً الكُردِيَّ**۔ یعنی "یہ کپڑے قبیلۂ کرد کے فلاں آدمی کو دے دو"۔

ہم نے کپڑے لے لئے اور میں نے اور میرے ساتھیوں نے پہن لئے۔ پھر ہم مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے اور بعافیت مکہ مکرمہ پہنچے۔

عارف باللہ امام نخشبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

نخشبی آں کہ کرد خارستان　　بوستاں را کجا کند ضائع

ہر کہ بر دشمناں بہ بخشاید　　دوستاں را کجا کند ضائع

(۱) "اے نخشبی! وہ اللہ جس نے خارستان یعنی کانٹوں والے درختوں کے جنگل کو آباد رکھا ہے وہ بوستان کو کیسے ضائع کریگا (یعنی بوستان کو تو وہ بطریقۂ اَولیٰ آباد اور تروتازہ رکھے گا)۔

(۲) وہ اللہ جو اپنے دشمنوں یعنی کفار کو رزق دیتا ہے وہ اپنے دوستوں اور اولیاء کو کیسے ضائع ہونے دیگا"۔

مشہور زاہد عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کتابوں میں درج ہے کہ ان کے کچھ مرید جو سب کے سب قریشی تھے ایک دن ان کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ حضرت! ہم تباہ ہونے اور قحط سے ہلاک ہونے سے ڈر رہے ہیں۔

عبدالواحد رحمہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر یہ دعا فرمائی۔

اللّٰهمّ ! إنى أسألك بإسمكَ المرتَفِع الذى تُكرّمُ به من شِئتَ من أوليائك و تُلهمه الصفىّ من أحبابك أن ترزُقنا برزقٍ من لدُنك السّاعةَ تقطعُ به علائقَ الشّيطان من قلوبنا و قلوبِ أصحابنا . إنّك أنتَ الحنّانُ المنّانُ القديمُ الإحسانِ . اللّٰهم ! السَّاعةَ . فسمعوا قَعقعة السَّقف . ثم تناثَرَت عليهم دنانير و دراهم . فقال عبدُالواحد : إستغنوا بالله عن غيره . فأخَذُوا ذلك و لم يأخُذ عبدُالواحد منهُ شيئًا . رحمه الله تعالى .

یعنی ” اے اللہ! میں آپ سے اس اسمِ اعظم کے وسیلہ سے جس سے آپ اپنے اولیاء (دوستوں) کا اکرام کرتے ہیں یہ سوال کرتا ہوں کہ آپ ہمیں ابھی ابھی رزق دیں جس کی برکت سے ہمارے دلوں سے شیطان کے وسوسے ختم ہوجائیں۔

اے اللہ! آپ انتہائی مشفق اور قدیم احسان والے ہیں۔ پس اس دعا کے بعد کمرے کی چھت سے سکّوں کی جھنکار کی آواز سنائی دی۔ پھر اشرفیاں اور دراہم لگاتار گرنے لگے۔ حضرت عبدالواحد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مریدوں سے فرمایا اٹھاؤ ان اشرفیوں اور دراہم کو۔ مریدوں نے اٹھا لئے مگر حضرت عبدالواحدؒ نے خود کچھ بھی نہ اٹھایا “۔

برادران اسلام! یہ ایک کرامت تھی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ولی یعنی شیخ عبدالواحد رحمہ اللہ تعالیٰ کی دعا کی برکت سے ظاہر فرمائی۔ کرامت سے کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھیں کہ ہمیشہ ایسا ہوتا

ہے۔ کرامت کا ظہور کبھی کبھی ہوتا ہے۔

اس حکایت سے آپ اندازہ لگائیں کہ اللہ تعالی اپنے اولیاء (دوستوں) کے ساتھ کیسا احسان والا معاملہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالی ہمیں نیک بنائیں اور اپنے پسندیدہ بندوں میں شامل فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

عارف باللہ حضرت شیخ نخشبی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

نخشبی از خدا بخواہ خدا — ویں سعادت بروزگار کراست

صادقانِ جہاں ہمی گویند — از خدا جز خدا نباید خواست

(۱) "اے نخشبی! خدا سے صرف خدا تعالی ہی مانگ۔ یعنی اللہ کا قرب اور اللہ تعالی کی محبت مانگ۔ یہ سعادت دنیا میں ہر شخص کو حاصل نہیں ہوسکتی۔

(۲) اولیاء اللہ کہتے ہیں کہ خدا تعالی سے صرف خدا تعالی ہی کو مانگنا چاہئے۔ خدا سے قربِ خدا کے سوا کچھ نہیں مانگنا چاہئے"۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا ایک ساتھی ایک پہاڑ میں عبادت کیلئے رہتے تھے۔ میرا ساتھی گھاس اور سبزیاں کھا کر گزارہ کرتا تھا۔

و أمّا أنا فكانت ظبيَة تأتِيني كُلَّ يومٍ . و تدنُو مِني و تفتَح رِجلَيها . فأشرَبُ لبنَها . ثم تذهب عنّي . و دُمنا على هذه الحالة مُدَّةً .

" اور میرے پاس ہر روز ایک ہرنی آتی جو میرے قریب کھڑے ہوکر اپنے پاؤں کھول دیتی تھی۔ پس میں حسبِ ضرورت اس کے تھنوں

سے دودھ پی لیتا تھا۔ پھر وہ ہرنی چلی جاتی تھی۔ ہم اسی حالت پر ایک مدت تک رہے"۔

فرماتے ہیں کہ میرا ساتھی مجھ سے دور رہا کرتا تھا۔ ایک روز وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرے قریب کچھ خانہ بدوش آئے ہوئے ہیں۔ آیئے ہم دونوں ان کے پاس چلتے ہیں تاکہ ان سے کچھ دودھ یا کوئی اور کھانے کی چیز مل جائے۔

میں نے انکار کیا لیکن اس کے اصرار کی وجہ سے بالآخر ہم دونوں ان کے پاس گئے۔ خانہ بدوشوں نے ہمیں کھانا کھلایا۔

پھر ہم واپس اپنے اپنے ٹھکانے پر آگئے۔ میں حسبِ عادت وقتِ مقررہ پر ہرنی کا انتظار کرنے لگا مگر وہ اپنے مقررہ وقت پر نہ آئی۔ پھر دوسرے دن بھی نہ آئی اور اس طرح ہرنی کے آنے کا سلسلہ بند ہوگیا۔

فعلِمتُ أنّ ذلك بِشؤمِ ذنبی الّذی أحدثتُه بعدَ أن كنتُ مُستغنِیاً بِلَبنها

یعنی "میں سمجھ گیا کہ یہ ان خانہ بدوشوں کے پاس جا کر دودھ وغیرہ مانگنے کی سزا ہے۔ جبکہ اس سے پہلے میں ہرنی کے دودھ کی وجہ سے مستغنی تھا"۔

اس حکایت کے ذکر کے بعد شیخ یافعی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ جن گناہوں کے سبب ہرنی کا آنا بند ہوا وہ تین امور ہیں۔

اوّل۔ اس توکّل سے نکلنا جس میں انہوں نے قدم رکھا تھا۔

دوم۔ طمع کرنا اور اس رزق پر قناعت نہ کرنا جو اللہ تعالیٰ کی

طرف سے انہیں مل رہا تھا۔

سوم۔ خبیث و غیر طیب طعام کھانا۔ ان تین امور نے انہیں حلال وطیب اور غیبی خوراک سے محروم کر دیا۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

حقیقةُ العبدِ عندی فی توکُّلِه

سکُونُ إحساسِه عن کلّ مطلوبٍ

و أن تراه لکلّ الخلقِ مُطَّرِحًا

یصُونُ أسرارَه عن کلّ محبوبٍ

(۱) یعنی " بندے کا جوہر و کمال میرے نزدیک اس کے توکُّل میں ہے کہ وہ دنیاوی ہر مطلب کے جذبے سے بے فکر ہو۔

(۲) اور یہ کہ تمام مخلوق کو پسِ پشت ڈال دے اور اپنے خیالات کو دنیاوی ہر مرغوب چیز سے پاک رکھے "۔

حضرت عطاء ازرق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے اپنی بیوی نے دو درہم دیئے تاکہ بازار سے آٹا لاؤں۔ میں بازار جانے لگا تو راستے میں ایک غلام کو روتے ہوئے دیکھا۔

میں نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ آقا (مالک) نے سودا لانے کیلئے دو درہم دیئے تھے۔ وہ مجھ سے گم ہوگئے ہیں۔ اب مجھے مار پڑنے کا سخت خطرہ ہے۔

عطاءؒ فرماتے ہیں کہ میں نے وہ دو درہم جو میرے پاس تھے اس کو دیدیئے اور میں ایک مقام پر شام تک نوافل پڑھتا رہا۔ خیال تھا کہ کچھ مل جائیگا تاکہ اسے گھر لے جاؤں مگر کچھ نہ ملا۔

آخر ایک دوست نجّار (ترکھان) کی دکان پر بیٹھ گیا۔ دوست نے کہا کہ لکڑی کا یہ برادہ لے جا۔ شاید کام آجائے۔ میں نے وہ برادہ تھیلے میں بھرلیا اور آکر گھر میں رکھ دیا۔

پھر عشاء کی نماز کیلئے مسجد میں چلا گیا اور مسجد میں کافی دیر لگائی تاکہ گھر والے سو جائیں اور مجھ سے آٹے کا مطالبہ نہ کریں۔

فرماتے ہیں کہ میں جب مسجد سے کافی دیر کے بعد گھر آیا تو دیکھا کہ گھر والے روٹی پکا رہے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آٹا کہاں سے لیا ہے؟ گھر والوں نے کہا۔

من الّذی حملتَه فی الجِراب ما بقیتَ لا تشترِ لنا الدَّقیقَ إلاّ من هذا الذی اشتریتَ لنا هذا منه . قال : قلتُ : أفعَل هذا إن شاء الله تعالی .

یعنی "ہم نے یہ آٹا اس تھیلے سے لیا ہے جو آپ لے آئے تھے۔ اور یہ بڑا مزیدار آٹا ہے۔ آئندہ ہمیشہ آپ اسی دکان سے آٹا خرید کر لایا کریں۔ عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرونگا"۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت سے لکڑی کا وہ برادہ آٹا بن گیا تھا۔ یہ شیخ عطاء ازرق رحمہ اللہ کی کرامت تھی جو ان کے اخلاص کامل کا نتیجہ تھی۔ انہوں نے کامل اخلاص سے خدا کی راہ میں دو درہم دیئے جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائے اور ان دو درہموں کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں مذکورہ صدر حیرت انگیز و ایمان افروز کرامت سے نوازا۔

بعض کتابوں میں یہ حکایت مذکور ہے کہ شہر بصرہ کے ذاکرین و عابدین میں سے ایک عابد لکڑی خریدنے بازار گیا۔ جاتے ہوئے راستے میں ایک مسجد میں نماز کیلئے اقامت ہوئی۔ اس نے بازار جانے کا ارادہ ترک کیا اور مسجد کی طرف مڑا۔ مڑتے ہی اس نے ایک ہمیانی دیکھی جس پر لکھا تھا۔

هذه الصُّرّةُ فِيها مِائَةُ دِينار . یعنی "اس ہمیانی میں سو دینار ہیں"۔

عابد نے اس طرف کوئی توجہ نہ دی اور مسجد میں جاکر نماز میں شریک ہوگیا۔

نماز سے فارغ ہوکر بازار گیا اور لکڑیاں خرید کر گھر لے آیا۔ جب گھر میں لکڑیوں کا گٹھا کھولا تو اس میں وہی صرّہ (ہمیانی) رکھی تھی جس میں سو دینار تھے۔

عابد نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر کہا۔

أللّهمّ ! كما لَم تَنس عبدَك من رزِقك فاجعَله لا ينساك في أوقاتِ طاعتِك و خدمتِك . وجعَلَ يقول : لَو أقبلتَ على خدمته و نهيتَ نفسَك عن معصيَتِه رَأيتَ لطائف إحسانه و نعمتِه .

یعنی "اے اللہ! جس طرح آپ نے اپنے اس بندہ کو یعنی مجھے رزق کے معاملے میں فراموش نہیں فرمایا (اسی طرح) اس بندہ کو (یعنی مجھے ہمیشہ کیلئے) یہ توفیق عطا فرمادیں کہ وہ بھی آپ کو اوقاتِ

طاعت و عبادت میں یاد رکھے۔ پھر (عابد نے) اپنے نفس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جب تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے اس کی نافرمانی سے اپنے آپ کو روکے گا تو (یوں) اللہ تعالیٰ کے احسانات اور اس کی نعمتوں کا مشاہدہ کرے گا"۔

عارف باللہ حضرت نخشبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

نخشبی دل مبند در دنیا   طرفہ مرغے کہ دل آج گل بندد

"اے نخشبی ! اپنے دل کو دنیا کے ساتھ نہ باندھ، یعنی دنیا کی محبت سے اپنے دل کو بچا۔ تعجب ہے اس پرندے پر جو اپنے دل کو فانی گلوں اور گلوں کی زوال پذیر رنگینی کے عشق میں گرفتار کرلے"۔

افسوس...... کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں تو عام ہیں بلکہ دریا کی مانند جاری ہیں مگر ہم مسلمان خواب غفلت میں سوئے ہوئے ہیں۔ ان رحمتوں کے حصول کی کوشش نہیں کرتے۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہروِ منزل ہی نہیں
تربیت عام تو ہے جوہرِ قابل ہی نہیں
جس سے تعمیر ہو آدم کی یہ وہ گِل ہی نہیں
کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

ایک درویش فرماتے ہیں کہ میں ایک بار یگانۂ دوراں شیخ ابوالخیر رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کیلئے گیا۔ زیارت سے مشرف ہونے کے بعد جب

واپس آنے لگا تو انہوں نے مجھے دو سیب دیئے۔

میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ یہ شیخ کا تبرک ہے۔ میں انہیں کھاؤں گا نہیں۔ میں نے ان سیبوں کو اپنی جیب میں ڈالا اور سخت تنگی (بھوک) کے وقت بھی انہیں نہ کھایا۔

بالآخر ایک موقعہ پر بھوک کی وجہ سے بالکل نڈھال ہوگیا تو مجبورًا ایک سیب کھالیا۔ پھر جیب میں ہاتھ ڈالا تو اسی طرح دو سیب موجود تھے۔ یہ شیخ کی کرامت تھی۔

وہ درویش فرماتے ہیں کہ میں شہر موصل تک ان سیبوں میں سے کھاتا رہا۔ یہ کئی دنوں کا طویل سفر تھا۔

وہاں ایک خراب و ویران جگہ پر میرا گزر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی بیمار پڑا ہے۔ ويُنادي من الخَرابة أشتهي تُفّاحَةً، و لم يكن وقتَ التُّفّاحِ.

یعنی ” وہ بیمار یہ آواز دے رہا تھا کہ مجھے ایک سیب چاہئے۔ حالانکہ وہ سیب کا موسم نہ تھا “۔

وہ درویش فرماتے ہیں کہ میں نے دونوں سیب نکال کر اسے دیدیئے۔ اس نے کھائے اور فورًا اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

فعلِمتُ أن الشَّيخَ إنّما أعطَانيهما من أجل ذلك العَليلِ.

یعنی ” میں سمجھ گیا کہ شیخ ابو الخیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں سیب

اس بیمار کیلئے دیئے تھے "۔

حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس مسجد میں خراسان کا ایک جوان رہا کرتا تھا۔ سات دن تک اس نے کوئی چیز نہ کھائی۔ میں اسے کھانے کیلئے کوئی چیز پیش کرتا تو وہ انکار کر دیتا۔

ایک روز ایک آدمی نے آکر سوال کیا۔ خراسانی جوان نے اسے کہا کہ اگر تو مخلوق کی بجائے خالق سے مانگتا تو وہ تجھے غنی کر دیتا اور تیری حاجت پوری ہو جاتی۔

سوالی نے کہا کہ میرا اتنا بلند مقام نہیں ہے۔

خراسانی جوان نے کہا کہ تو کیا چاہتا ہے؟ اس سائل نے کہا۔

ما سَدَّ فَاقَتی و سَتَرَ عَورَتی .

یعنی " اتنا رزق جس سے میرا فاقہ دور ہو جائے اور اتنا کپڑا جس سے میری ستر پوشی ہو (یہ دو چیزیں مطلوب ہیں) "۔

خراسانی جوان اٹھ کر مسجد کے محراب کی طرف گیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔

ثمّ أتی بثوبٍ جدیدٍ و طَبَق فیهِ فاکِهة فأعطاهُ السَّائِل .

یعنی " پھر (نماز کے بعد) وہ نئے کپڑے اور ایک رکابی جس میں پھل تھا، لے آیا اور سائل کو دیا "۔

ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس خراسانی جوان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا یہ مقامِ عظیم ہے اور آپ سات دن سے

بھوکے ہیں۔اس کی کیا وجہ ہے؟

وہ جوان دو زانو ہوکر بیٹھا اور کہنے لگا۔ يا أباالفيضِ! كيفَ تنبسطُ الألسُنُ بالمسألَةِ والقُلوبُ ممتلِئةٌ بأنوارِ الرِّضا عنه .

یعنی "اے ابوالفیض! (یہ حضرت ذوالنون مصریؒ کی کنیت ہے) زبانیں کس طرح سوال کیلئے حرکت کرسکتی ہیں جبکہ بندوں کے قلوب اللہ تعالیٰ کی رضا کے انوار سے پُر ہیں"۔

میں نے کہا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوں کیا وہ خدا تعالی سے کوئی سوال نہیں کرتے؟

اس نے کہا منهُم مَن يَّسأَلُ من باب الإدلاَل ، و منهم مَن يَّسأله عِنايَةً ، ومنهم مَن يَّسألُ عَطفًا على غيره .

یعنی " (ایسے لوگ خاص طریقے سے سوال کرتے ہیں) ان میں سے بعض ناز کے طور پر سوال کرتے ہیں اور بعض عنایت و مہربانی کا سوال کرتے ہیں اور بعض دیگر لوگوں پر شفقت کیلئے سوال کرتے ہیں"۔

برادران کرام! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ایک شاعر کہتا ہے۔

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی
جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لے ساقی

کٹی ہے رات تو ہنگامہ گستری میں تری

سحر قریب ہے اللہ کا نام لے ساقی

ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ پھر نماز کیلئے اقامت ہوئی۔ خراسانی جوان نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز کے بعد اس نے اپنا لوٹا اٹھایا اور مسجد سے نکلا۔ میں نے سمجھا کہ شاید طہارت کا ارادہ ہے۔ مگر وہ واپس نہ آیا اور آج تک پھر میں نے اسے نہیں دیکھا۔

برادران اسلام ! اولیاء اللہ کے معاملات بہت انوکھے ہوتے ہیں۔ ان کے احوالِ عالیہ و مقاماتِ سامیہ سے متعلق واقعات نہایت ایمان افروز و عبرت انگیز ہوتے ہیں۔

ان اولیاء اللہ اور اہل اللہ کی برکت ہی سے یہ دنیا قائم ہے۔ اللہ عزوجل ان کی برکات سے ہمیں زیادہ سے زیادہ استفادہ کے مواقع نصیب فرماتے ہوئے ان کے اتباع کی توفیق بخشیں۔ آمین۔

بعض صالحین سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم ساحلِ سمندر پر ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جارہے تھے۔ چلتے چلتے ہم ایک جنگل میں پہنچے جہاں کافی خشک لکڑیاں تھیں۔

ہم نے ابراہیم بن ادہمؒ سے کہا کہ آج رات یہیں ٹھہریں گے کیونکہ سردی ہے، یہ لکڑیاں جلائیں گے۔ ابراہیمؒ نے فرمایا۔ بہت اچھا۔ چنانچہ ہم نے وہاں پڑاؤ کیا۔ ہمارے پاس روٹیاں تھیں۔ وہ ہم نے کھائیں اور لکڑیاں جلائیں۔

ہم میں سے ایک شخص نے کہا کہ کیسی اچھی تیز آگ اور اچھے

دہکتے کوئلے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ ہمارے پاس گوشت ہوتا اور اسے اس آگ پر پکاتے۔ ابراہیمؒ نے فرمایا اللہ تعالیٰ گوشت کھلانے پر قادر ہیں۔

فبينما نحنُ كذلك إذَا بِأَسَدٍ يَطرِدُ إيلاً . فلمّا قرُب منّا وَقَعَ فاندقّ عُنُقُه . فقام ابراهيم بن ادهم و قال : اذبحوه فقد أطعمكم الله . فشوينا اللحم و الأسد واقف ينظُرُ إلينا .

یعنی " اتنے میں ہم نے ایک شیر کو بارہ سنگھا بھگاتے ہوئے دیکھا۔ بارہ سنگھا ہمارے قریب آکر گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ ابراہیمؒ اٹھے اور فرمایا۔ اسے ذبح کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں گوشت کھلا دیا ہے۔ ہم نے اس گوشت کو بھونا (اور کھایا) اور شیر کھڑا ہمیں دیکھتا رہا "۔

حضرت ابراہیم خراسانی رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے ولی اللہ گزرے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز جب مجھے وضوء کی ضرورت پیش آئی۔

فإذا أنا بكُوزٍ من جوهَرٍ و سواكٍ من فضّةٍ ألينُ من الخزّ فاستكتُ و توَضّأتُ و ترَكتُهُما و انصَرفتُ .

یعنی " اچانک مجھے موتیوں کا ایک لوٹا ملا اور اس کے پاس چاندی کی ایک مسواک بھی ملی۔ وہ مسواک ریشم سے زیادہ نرم و ملایم تھی۔ میں نے مسواک استعمال کی اور وضوء کیا۔ پھر میں ان دونوں چیزوں کو وہیں چھوڑ کر چل دیا "۔

غیبی رزق اور غیبی مال و دولت کے بارے میں ابراہیم خراسانی

رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک اور ایمان افروز واقعہ سن لیں۔ ابراہیم خراسانی ؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک زمانہ میں جنگل میں رہتا تھا۔ مدت مدید تک میں نے نہ کسی انسان کو دیکھا، نہ کسی پرندے کو اور نہ کسی اور ذی روح چیز کو۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس جنگل میں پانی نہ تھا یا کم تھا، اسی وجہ سے اس میں کوئی ذی روح یعنی پرندہ وغیرہ موجود نہ تھا۔

ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ ایک موقعہ پر اچانک ایک شخص کسی نامعلوم جگہ سے نمودار ہوا اور اس نے کہا۔

قُل لهذه الشَّجرة : تحمل دَنانير . فقُلتُ : إحملی دنانير . فلم تحمل . ثم قال لها : إحملی . و إذا بِشماريخ الشَّجرة دَنانِير معلَّقة . فاشتغلتُ انظرُ إليها ثم التفتُّ فلم أرَ الشخص . و ذَهَبت الدَّنانير من الشجرة .

یعنی " اس شخص نے مجھے کہا کہ اس درخت سے کہئے کہ (بجائے پھل کے) اشرفیوں کو ظاہر کرے (یعنی اشرفیوں والے خوشے ظاہر کرے)۔ میں نے درخت کو یہ حکم دیا مگر اشرفیاں ظاہر نہ ہوئیں۔

پھر اس شخص نے خود ہی درخت سے کہا کہ اشرفیاں ظاہر کر۔ تو اچانک درخت سے اشرفیوں کے خوشے لٹکنے لگے۔ میں حیرت سے ان کی طرف دیکھنے میں مشغول ہوگیا۔ پھر میں نے مُڑ کر دیکھا تو وہ شخص غائب ہوچکا تھا اور (پھر درخت کی طرف دیکھا تو) درخت سے اشرفیاں بھی ختم ہوچکی تھیں "۔

حبیب عجمی رحمہ اللہ تعالیٰ مشہور بزرگ و صاحبِ کرامات ولی اللہ

گزرے ہیں۔ ان کی بیوی بڑی سخت طبیعت والی تھی اور ان سے بڑی بدکلامی سے پیش آیا کرتی تھی۔ ایک دن اس نے حبیبؒ سے کہا کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ہے، لہٰذا تم جاؤ اور کوئی مزدوری کرو۔

حبیب عجمیؒ گھر سے نکل کر قبرستان کی طرف تشریف لے گئے اور عشاء تک وہاں نوافل و ذکر اللہ میں مشغول رہے۔ رات کو پریشان ہو کر واپس گھر آئے کیونکہ بیوی کی بیہودہ گوئی کا خطرہ تھا۔ بیوی نے پوچھا کہ مزدوری کی کتنی اجرت لے کر آئے ہو مجھے دو۔

حبیبؒ نے فرمایا إنّ الّذی إستأجَرَنی کریم إستحییتُ من إستعجاله .

یعنی "جس نے مجھ سے اجرت پر کام کروایا ہے وہ بڑا کریم ہے۔ مجھے اس سے جلدی اجرت مانگنے سے حیا آئی"۔

کئی دن تک یہی سلسلہ رہا۔ حبیبؒ گھر سے نکل کر عشاء تک قبرستان میں عبادت کرتے اور پھر رات کو واپس گھر آجاتے اور بیوی اور ان کے درمیان وہی سابقہ گفتگو ہوتی۔

ایک روز بیوی نے کہا کہ جس کی مزدوری کرتے ہو اس سے اجرت لو اور پھر اسے چھوڑ کر کسی اور کی مزدوری کرو۔ حبیب عجمیؒ نے وعدہ فرمایا کہ آج ضرور اجرت کا مطالبہ کرونگا۔

شام کو پھر خوفزدہ ہو کر لوٹے۔ جب گھر آئے تو دیکھا کہ چولہا جل رہا ہے اور کھانا پکایا جا رہا ہے۔ بیوی بہت خوش تھی۔ حبیب عجمیؒ کے گھر پہنچتے ہی بیوی نے کہا۔

قد بَعَثَ لنا الذی إستأجرَكَ ما يبعثُ الكِرام . و قالَ رسُولُه لی : قُولی لحبیبٍ : يجدُّ فی العَمَل . وليَعلم انا لم نُؤَخّر اُجرَتَه بخلاً ولا عدمًا . فيقرّ عيناً و يطِيبُ نفسًا .

یعنی ” جس کا تم کام کر رہے ہو اس نے کریموں (سخیوں) کی طرح آج بہت زیادہ مال بھیجا ہے۔ اور اس کے قاصد نے یہ پیغام دیا کہ حبیب سے کہنا کہ ہمارا کام اسی طرح کوشش سے کیا کرے۔ اور ہم نے اجرت دینے میں تاخیر بخل یا مفلسی کی وجہ سے نہیں کی (بلکہ کسی مصلحت کی وجہ سے دیر ہوئی)۔ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور دل خوش ہو۔ (یہ قاصد کوئی فرشتہ ہوگا جو خدائے کریم کی طرف سے آیا تھا) “۔

ثم أرَتهُ أكياسًا مملُوّةً دنانير .

یعنی ” پھر بیوی نے وہ تھیلے دکھائے جو اشرفیوں سے بھرے ہوئے بھیجے گئے تھے “۔

حبیبؒ زار و قطار رونے لگے اور بیوی سے فرمایا۔

هذه الأُجرَةُ من كريمٍ بيَدِه خزائِنُ السموٰاتِ و الأرض . فلمّا سمعَت ذلك تابتَ إلى اللهِ . و أقسمَت أنّها لا تعُودُ إلى ما كانَت عليه .

یعنی ” یہ اجرت اس کریم (خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی ہے جس کے قبضے میں آسمانوں اور زمین کے خزانے ہیں (اور پھر سارا قصہ بیوی کو بتادیا)۔ بیوی نے جب یہ سنا تو اس نے (اپنی بدخلقی سے) توبہ کی اور قسم اٹھائی کہ آئندہ ایسی بدخلقی نہیں کرونگی “۔

سعید بن یحییٰ بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مشہور ولی اللہ زاہد حضرت عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ سایہ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسعتِ رزق کی دعا فرمادیں تو امید ہے کہ رزق فراخ ہو جائیگا۔ انہوں نے فرمایا۔

ربّی أعلمُ بمصالح عبادِہ . ثم أخذَ حصاةً من الأرضِ و قال : اللّٰھمّ إن شئتَ أن تجعَلھا ذھَبًا فعَلتَ . فإذَا ھي واللہ فی یَدِہ ذَھَب . فألقَاھا إلیّ و قال : إنفِقھَا اَنتَ . فلا خیرَ فی الدُّنیا إلاّ للآخِرَۃِ .

یعنی " میرا رب اپنے بندوں کے مصالح ہم سے زیادہ جانتا ہے۔ پھر زمین سے کنکریاں اٹھا کر کہا۔ اے اللہ ! آپ چاہیں تو ان کنکریوں کو سونا بنا سکتے ہیں۔ (سعید بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ) خدا کی قسم ! بس یہ کہنا ہی تھا کہ فوراً وہ کنکریاں ان کے ہاتھ میں سونا بن گئیں۔ پھر انہوں نے وہ کنکریاں میری طرف پھینک دیں اور فرمایا انہیں خرچ کرو (مگر بات یہ ہے کہ) دنیا میں کوئی خیر نہیں مگر وہ جس سے آخرت کا فائدہ ہو "۔

ابو زید رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے پاس میرے استاد ابو علی سندی رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف لائے۔ آپ کے ہاتھ میں تھیلا تھا۔

فصبَّہ فإذا ھو جوَاھِرَ . فقلتُ لہ : من أینَ لكَ ھذا ؟ قالَ : أتیتُ وادِیاً ھُناك فإذا ھو یضئُ کالسّراج .

فحملتُ هذا منه .

یعنی " انہوں نے وہ تھیلا کھول کر میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے دیکھا تو اس میں موتی تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ آپ کو کہاں سے ملے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میں ایک وادی میں سے گزر رہا تھا کہ اچانک (اس کی ساری زمین ہیرے جواہرات میں تبدیل ہوگئی اور) وہ وادی چراغ کی طرح چمکنے لگی۔ میں نے ان میں سے یہ تھوڑے سے (موتی اور جواہرات) اٹھالئے "۔

برادران کرام! یہ ابو علی سندیؒ کی کرامت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس وادی کے سارے پتھر ان کیلئے گوہر (موتی) بنا دیئے۔ کرامت ہمیشہ نہیں ہوتی اور نہ ہی ولی کے اختیار میں ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حرص، لالچ اور حبِّ دنیا کی تباہ کاریوں سے بچائیں اور اخلاص، حبِّ اللہ، حبِّ رسول، حبِّ آخرت، شدید احتیاط، شدید تقویٰ اور دیگر خصالِ حمیدہ و صفاتِ سعیدہ سے ہمیں ہمکنار فرمائیں۔ آمین۔

شیخ ابو بکر کتانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مکہ مکرمہ کے راستے میں پریشان و سرگرداں جا رہا تھا۔

فإذا بِهميانٍ يلمعُ . فإذا به دنانير . فهمَمتُ أن أحملَه و أُفرّقُه على فُقَراء مكّةَ . فهتفَ بي هاتِف : إن أخذتَه سلَبنا عنك فقرك .

یعنی " اچانک مجھے اشرفیوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی پڑی نظر

آئی۔ میں نے ارادہ کیا کہ اسے اٹھا کر فقراءِ مکہ مکرمہ میں تقسیم کر دوں مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہاتف نے آواز دے کر کہا کہ اگر تم نے اس تھیلی کو اٹھایا تو ہم تم سے تمہاری ولایت چھین لیں گے"۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اشرفیوں سے بھری ہوئی تھیلی اللہ عزوجل نے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھانے کیلئے اور کتانی رحمۃ اللہ علیہ کی آزمائش کیلئے ظاہر فرمائی تھی۔ مقصود صرف اظہارِ قدرت تھا۔ اس لئے اللہ عزوجل نے شیخ ابوبکر کتانی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اسے اٹھا کر لے جانے کی اجازت نہ دی۔

بعض فقراء کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک بار مشہور بزرگ ابوتراب نخشبی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر مکہ مکرمہ میں شریک تھے۔

ایک جگہ کسی وجہ سے ہم راستے سے برطرف ہوئے اور کچھ ہٹ گئے۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ حضرت میں پیاسا ہوں۔

فضرب برِجلِه الأرضَ فإذا عينُ ماءٍ زَلالٍ . فقال الفتى : أحِبُّ أن أشربَه فی قَدَحٍ . فضرب بيده الأرض فناوَلَه قَدَحًا من زُجاجٍ أبيَضَ كأحسنِ ما رأيتُ . فشرِب و سقانا . و ما زَالَ القَدَحُ معنا إلى مكّةَ .

یعنی " ابوتراب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنا پاؤں زمین پر مارا۔ فوراً میٹھے پانی کا ایک چشمہ پھوٹ پڑا۔ اس مرید نے کہا کہ میں تو پیالے میں پانی پینا چاہتا ہوں۔ ابوتراب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور ایک پیالہ (غیب سے نمودار ہوا۔ شیخ ابوتراب نے وہ پیالہ) اٹھا کر مرید کو دیا۔ راوی کہتا ہے کہ وہ پیالہ سفید شیشے کا تھا۔ اس سے زیادہ خوبصورت برتن میں نے نہیں

دیکھا تھا۔ اس مرید نے اس پیالے میں پانی پیا اور ہمیں بھی پلایا۔ پھر وہ پیالہ مکہ مکرمہ تک ہمارے پاس رہا"۔

مشہور عارف باللہ ابو علی دقاق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بادشاہِ وقت یعقوب بن لیث ایک دفعہ بیمار ہو گیا۔ اطباء اس کے مرض کے علاج سے عاجز آ گئے۔

کسی نے بادشاہ سے کہا کہ آپ کی سلطنت میں ایک بزرگ ہیں جن کا نام سہل بن عبداللہ ہے۔ اگر وہ آپ کیلئے دعا کر دیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو شفاء حاصل ہو جائیگی۔ چنانچہ سہلؒ کو بلایا گیا۔ بادشاہ نے سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا کہ آپ میری صحت یابی کیلئے دعا کر دیں۔

حضرت سہل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری دعا تمہارے حق میں کیسے قبول ہو سکتی ہے جبکہ تمہاری جیل میں مظلوم قیدی تمہیں بد دعائیں دے رہے ہیں۔ بادشاہ نے فوراً سب کی رہائی کے احکامات جاری کر دیئے۔

پھر حضرت سہلؒ نے یہ دعا فرمائی۔

اللّٰهم كما أريتَه ذُلَّ المعصيةِ فأرِه عزَّ الطّاعة و فرِّج عنه فعُوفِيَ .

یعنی " اے اللہ! آپ نے اس کو گناہ کی ذلت دکھائی تو طاعت کی عزت بھی دکھا کر اسے شفاء دیدیں۔ پس وہ فوراً تندرست ہو گیا"۔

بادشاہ نے حضرت سہلؒ کو مال دینا چاہا لیکن سہلؒ نے انکار کیا۔ کسی نے کہا کہ حضرت! اچھا ہوتا اگر مال بادشاہ سے لے لیتے اور فقراء میں تقسیم کر دیتے۔

فَنظَرَ إلى الحصباءِ فی الصحراءِ فإذا هی جواهرُ .

فقال : من یُعطیٰ مثلَ هذا یحتاجُ إلیٰ مالِ یعقُوب بن اللّیث ؟

یعنی ” سہلؒ نے صحرا میں سنگریزوں اور کنکریوں پر نظر ڈالی۔ پس اچانک وہ ساری کنکریاں جواہر بن گئیں۔ پھر فرمایا جس کو اللہ تعالی کی طرف سے یوں چیزیں مل رہی ہوں کیا وہ یعقوب بن لیث کے مال کا محتاج ہوسکتا ہے ؟ “

دوستو! ظلم سے بچو۔ مظلوم کی آہیں رائیگاں اور بیکار نہیں جاتیں۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

یہ مظلوموں کی آہیں کیا یوں ہی بیکار جائیں گی
یہی اک دن زمیں پر آسمانوں کو گرا دیں گی

مسلمان جب عشقِ خدا تعالی اور عشقِ رسول ﷺ کا درد حاصل کرلے تو سب کچھ اس کو مل جاتا ہے۔

کسی شاعر کی ایک عجیب رباعی ہے۔ اس رباعی میں معشوق اپنے عاشق سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے۔

با درد بساز کہ دوائے تو منم　　　در کس منگر کہ آشنائے تو منم
گر بر سرِ کوئے عشقِ ما کُشتہ شوی　　　شکرانہ بدہ کہ خونبہائے تو منم

(۱) یعنی ” میرے عشق کے درد کے ساتھ رہا کر کیونکہ تیرے مرض کی دوا میں ہی ہوں۔ نیز کسی اور کی طرف نگاہِ شوق و محبت سے مت دیکھ کیونکہ تیرا محبوب تو صرف میں ہی ہوں۔

(۲) اگر میرے کوچۂ عشق میں تو قتل ہو جائے تو تجھے پرواہ نہیں کرنی چاہئے بلکہ خوش ہونا چاہئے کیونکہ تیری جان کے بدلے میں تجھے میں ہی ملونگا، یعنی میں تیرا ہی ہو جاؤنگا "۔

افسوس صد افسوس ...... کہ اس زمانے میں مسلمان عموماً عشقِ خدا و رسول اور محبتِ دین و اسلام سے خالی ہیں۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

کروں کیا گلہ گردشِ آسماں کا ۔۔۔ چلن جب ہے بگڑا خود اہلِ زماں کا
تعلق چھٹا جب سے ربّ جہاں کا ۔۔۔ رہا رنگ باقی نہ وہ گلستاں کا
نہ نغمہ سرا عندلیبِ چمن ہے ۔۔۔ جدھر دیکھئے شورِ زاغ و زغن ہے

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم کشتی میں سوار تھے۔ کشتی ٹوٹ گئی۔ میں اور میری حاملہ بیوی ایک تختہ پر سمندر میں رہ گئے۔ اسی پریشانی کی حالت میں میری بچی پیدا ہوگئی۔

بیوی سخت تکلیف کی وجہ سے چیخنے لگی اور کہنے لگی کہ میں شدتِ پیاس کی وجہ سے مر جاؤں گی۔ میں نے اسے تسلی دی اور کہا کہ اللہ تعالی ہمیں دیکھ رہا ہے اور وہ مسبّب الاسباب ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔

فإذا برَجُلٍ جالس في الهواء . و بِيَدِه سِلسِلَة من ذَهَبٍ فيها كُوز من ياقوتٍ احْمَرَ . وقال : هاكَ . اشربا .

یعنی " اچانک ایک شخص ہوا میں بیٹھا ہوا نظر آیا۔ اس نے ہاتھ میں سونے کی زنجیر تھام رکھی تھی جس کے ساتھ سرخ یاقوت کا ایک لوٹا بندھا ہوا تھا۔ اس شخص نے کہا۔ یہ لو، تم دونوں میٹھا پانی پیو "۔

فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے لوٹا لے کر پانی پیا۔

فإذا هو أبرَدُ من الثلجِ ، و أحلٰى من العسلِ ، و أطيبُ من المِسكِ .

یعنی ” وہ پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا ، شہد سے زیادہ میٹھا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا “ ۔

میں نے اس آدمی سے پوچھا کہ تم کون ہو ؟ اس نے جواب دیا۔

أنا عبد لِمَولاك . فقُلتُ : بِمَ وَصَلتَ إلى هذا ؟ فقال : تركتُ الهوى لِمَرضَاتِه فأجلَسَنى على الهواء . ثُمَّ غاب عنى فلم أرَه .

یعنی ” میں تیرے ربّ کا بندہ ہوں۔ میں نے کہا کہ کس عمل کی برکت سے تم اتنے عظیم مرتبے پر فائز ہوئے ہو ؟ اس نے کہا کہ میں نے اپنی خواہش اللہ تعالیٰ کی رضاء کیلئے چھوڑ دی۔ پس اللہ تعالی نے مجھے ہوا پر سوار کیا۔ یہ جواب دے کر وہ آدمی میری نظروں سے اوجھل ہوگیا “۔

اللہ تعالی کی بندگی اور ذکر و طاعت میں جو مسرت ، قوت اور عزت ہے وہ تاج و تخت میں کہاں ۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

نہ تاج و تخت میں نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم شہر عسقلان میں رہتے تھے۔ ایک نوجوان ہمارے پاس آیا کرتا تھا اور آکر ہمارے ساتھ باتیں کیا کرتا تھا۔ جب بات چیت سے فارغ ہوتا تو نوافل پڑھنا شروع کر دیتا۔

ایک مرتبہ اس نے کہا کہ میں شہر اسکندریہ جانا چاہتا ہوں۔ میں اسے رخصت کرنے کیلئے اس کے ساتھ شہر سے باہر نکلا۔ پھر میں نے اسے چند دراہم دینا چاہے مگر میرے اصرار کے باوجود اس نے لینے سے انکار کر دیا۔

پھر اس نے ریت کی ایک مٹھی لوٹے میں ڈال کر سمندر کا پانی لوٹے میں ڈالا اور ایک کلمۂ دعائیہ پڑھا۔

فإذا هو سويق بسُكّر كثير . فقال : من كان حاله معه مثلَ هذا يحتاجُ إلى دراهمك ؟

یعنی " (میں نے دیکھا کہ) اچانک وہ لوٹا ستو اور چینی سے بھر گیا۔ پھر اس جوان نے کہا کہ جس شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا ہو کیا وہ آپ کے دراہم کا محتاج ہو سکتا ہے؟ "

پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

بحق الهوٰى يا أهلَ وُدِّى تفهَّمُوا

لسان وجود بالوجود غريب

حرام على قلبٍ تَعرَّضَ للهوٰى

يكونُ لغير الحقّ فيه نصيب

(۱) یعنی " اے میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کی محبت کی قسم، جان لو کہ محبت کی زبان کا وجود ان موجودات میں غیر معروف ہوتا ہے۔

(۲) جس دل میں عشقِ خدا تعالیٰ آجائے۔ اس دل میں غیرِ خدا تعالیٰ کا حصہ حرام ہو جاتا ہے "۔

ایک شخص کہتا ہے کہ ایک دفعہ ہم ایک جنگل میں حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جا رہے تھے۔ کیکر کے ایک درخت کے نیچے آرام کرنے کی خاطر ہم نے پڑاؤ ڈالا۔ ہم میں سے بعض متعلقین نے کہا کہ یہ بڑی اچھی جگہ ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ یہاں کھجوریں بھی مل جاتیں۔

حضرت ذوالنونؒ نے تبسم فرمایا اور کہا۔

تشتهون الرطبَ ؟ و حرَّك الشجرةَ .

یعنی "کیا تم کھجوریں چاہتے ہو؟ یہ کہہ کر ذوالنونؒ نے درخت کو حرکت دی" اور فرمایا۔

أقسمتُ عليك بالذى ابتدأك و خلَقك شجرةً إلاّ ما نثرتِ علينا رطباً جنيًّا .

یعنی " (اے درخت!) تجھے اس ذات کی قسم جس نے تجھے وجودِ بخشا اور درخت بنایا ہم پر ابھی ابھی تازہ کھجوریں گرا " ۔

پھر ذوالنون مصریؒ نے اس درخت کو ہلایا تو اس سے تازہ کھجوریں گرنے لگیں۔ وہ شخص کہتا ہے کہ ہم نے پیٹ بھر کر کھجوریں کھائیں اور سو گئے۔ بیدار ہونے کے بعد جب ہم نے دوبارہ اس درخت کو ہلایا تو کھجوروں کی بجائے صرف کانٹے ہی کانٹے گرے۔

معلوم ہوا کہ بطورِ کرامت ایک بار کھجوریں اس درخت سے ملیں مگر پھر نہ ملیں۔ کیونکہ کرامت ہمیشہ نہیں ہوتی۔

حضرت محمد بن المبارک صوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بیت المقدس کے راستے پر ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جا رہا تھا۔

ہم نے قیلولے (دوپہر کے آرام) کیلئے بوقتِ دوپہر انار کے ایک درخت کے نیچے پڑاؤ کیا۔ ہم نے چند رکعات نوافل ادا کیۓ۔ میں نے درخت کی اصل (جڑوں اور تنے) سے یہ آواز آتی ہوئی سنی۔ یا اَبااِسحاق ! أکرِمنا بأن تأکُل منّا شیئاً .

یعنی " اے ابو اسحاق (یہ ابراہیم بن ادہم کی کنیت تھی) ! ہم سے کچھ (انار) کھا کر ہمیں عزت بخشئے " ۔

محمد بن المبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ اے ابو اسحاق ! کیا آپ نے یہ آواز سنی ہے ؟ انہوں نے فرمایا۔ ہاں۔ پھر وہ اٹھے اور دو انار توڑے۔ ایک انہوں نے خود کھایا اور ایک مجھے دیا۔ میں نے کھایا لیکن وہ ترش تھا۔ اس وقت یہ چھوٹا سا درخت تھا۔

پھر جب ہم کافی مدت کے بعد بیت المقدس کی زیارت سے واپسی پر اس درخت کے پاس سے گزرے تو اس وقت وہ بہت بڑا درخت بن چکا تھا اور اس کے انار بھی نہایت شیریں اور میٹھے ہو چکے تھے۔

وھی تثمر کلَّ سنةٍ مرَّتین و سمَّوھا رُمّانةَ العابدین .
و یأوی إلی ظِلّھا العابدون رحمھم اللہ تعالی .

یعنی " وہ درخت سال میں دو بار پھل دیتا تھا۔ لوگوں نے اس کا نام "عابدین کا انار" رکھا ہوا تھا (کیونکہ) عابدین (عبادت گزار لوگ) اس درخت کے سائے میں آکر بیٹھتے تھے " ۔

دوستو ! ایسے بزرگ بھی دنیا میں آئے تھے لیکن وہ سب دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ہم اور آپ نے بھی اس جہانِ فانی سے جانا ہے۔ اللہ

تعالیٰ ہمیں ان بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دیں۔ آمین۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

آج کچھ کر لو عبادت ورنہ کل روزِ قیام
سامنے حق کے تمہیں ہو گی خجالت لاکلام
منزلِ مقصود پر کس طرح ہم پہنچیں گے آہ
حد سے افزوں اپنے سر پر ہو گیا بارِ گناہ
اور ہزاروں سال کی راہ صراط پُر خطر
بال سے باریک تر ہے تیغ سے ہے تیز تر
ہے ثبات ہستیٔ موہوم مانندِ حباب
یا ہے افسانہ کوئی یا ہے خیال اور یا ہے خواب
تندرستی ہے بڑی شے اس کو نعمت جانئے
زندگی بہرِ عبادت ہے غنیمت جانئے

ایک شخص اپنا یہ واقعہ بیان کرتا ہے کہ میں ایک مرتبہ اپنے کسی کام کیلئے باہر جنگل میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک خاردار درخت کے ارد گرد ایک شخص گھوم رہا ہے اور اس سے کھجور کے دانے توڑ توڑ کر کھا رہا ہے۔

میں نے اسے سلام کیا۔ اس نے کہا وعَلَيكَ السّلام۔ پھر کہا۔ آیئے آپ بھی کھجور کھایئے۔ میں اپنی اونٹنی سے اترا اور اس درخت کے پاس گیا۔ درخت پر کھجور کے دانے مجھے نظر آرہے تھے مگر میں توڑنے کیلئے جس دانے کو ہاتھ لگاتا وہ کانٹا بن جاتا۔

فتبسَّمَ الرَّجلُ و قال : هيهاتَ . لو أطعته فى

الخلواتِ أطعمكَ الرّطبَ فی الفلَواتِ .

یعنی " وہ شخص مسکرانے لگا اور کہا (آپ کو کھجوریں نہیں مل سکتیں کیونکہ) اگر آپ خلوت (یعنی تنہائی) میں اللہ تعالی کی اطاعت وعبادت کرتے تو اللہ تعالی آپ کو بھی (میری طرح) جنگل میں کھجوریں کھلاتا "۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں پانچ قسم کے لوگ رہتے ہیں۔

العلماءُ هم ورَثَةُ الأنبياء ، والزهادُ هم الأدلآءُ ، والغُزاةُ هم أسيافُ الله ، و التّجارُ هم اُمَناءُ اللهِ ، و الملُوكُ هم رُعاةُ الخلقِ .

یعنی " اوّل علماء ہیں جو کہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔

دوم زاہدین (یعنی تارکینِ دنیا) ہیں۔ یہ قوم کے رہنما ہیں۔

سوم غزاۃ (یعنی کفار سے جنگ کرنے والے) ہیں ۔ یہ خدا کی تلواریں ہیں۔

چہارم تجارت کرنے والے ہیں۔ یہ اللہ تعالی کے امین ہیں (یعنی مالِ تجارت میں امین ہیں ۔ لہٰذا تاجروں کو چاہیئے کہ امانت داری و دیانتداری سے کام کریں)۔

پنجم بادشاہ (یعنی ملکوں کے سربراہان) ہیں یہ مخلوق کے نگران ہیں "۔

پھر حسن بصریؒ نے فرمایا کہ جب علماء طامعِ دنیا (دنیا کا لالچ کرنے والے) بن جائیں اور مال جمع کرنے لگ جائیں تو پھر کس کی پیروی کی جائیگی اور کون رہنما ہوگا ؟

اور جب زاہدین راغب فی المال (مال میں رغبت کرنیوالے) ہو جائیں تو پھر کس سے رہنمائی حاصل کی جائے گی اور کون نیک ہوگا ؟

اور جب غازی ریاکار ہوجائیں تو پھر دشمن پر فتح کون حاصل کریگا؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ریاکار کے عمل کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

اور جب تاجر خائن (خیانت کرنیوالے) ہو جائیں فَمَن یؤتَمَنُ و یُرتَضی "تو پھر کون پسندیدہ اور امین ہوگا ؟"

اور جب بادشاہ و سلاطین خود بھیڑیئے بن جائیں تو پھر بکریوں (یعنی رعایا) کی کون حفاظت کرے گا ؟

قال : واللہ ما أھلَكَ الناسَ إلاّ العُلماءُ المداھنون ، والزُّھّادُ الرّاغِبون ، والغُزاۃُ المراؤن ، والتُّجّار الخائِنون ، و الملُوكُ الظّالمون . و سَیَعلَمُ الَّذینَ ظَلَمُوا أیَّ مُنقَلَبٍ ینقَلِبُون .

یعنی "پھر حسن بصریؒ نے فرمایا کہ خدا کی قسم لوگوں کو ہلاک نہیں کیا مگر ان علماء نے جو تبلیغِ دین میں غفلت برتتے ہیں اور ان فقیروں (زاہدوں) نے جو دنیا میں رغبت کرتے ہیں اور ان جہاد کرنیوالوں نے جو ریاکار ہیں اور ان تاجروں نے جو خیانت کرتے ہیں اور ان بادشاہوں اور سربراہوں نے جو ظلم کرتے ہیں۔ اور عنقریب ظالموں کو معلوم ہوجائیگا کہ ان کا انجام کتنا برا ہے"۔

ایک بزرگ نے تصوف اور سلوک فی اللہ کے متعلق لکھا ہے۔

یحتاجُ السّالِكُ فی سُلُوكِہ إلی أربَعَۃ أشیاء : علم یَسُوسہ ،

و ذکر یؤنسه ، و ورع یحجزه ، و یقین یحمله .

یعنی ”اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کیلئے سالک (معرفتِ خدا کے متلاشی) کو چار چیزوں کی ضرورت ہے۔

اوّل علمِ دین جس کے ذریعے وہ طریقۂ زندگی کا بہتر نظم و ضبط قائم کر سکے۔

دوم ذکرِ خدا تعالیٰ جو اس کا انیس و رفیق ہو۔

سوم تقویٰ جو اسے گناہ سے روکے۔

چہارم یقینِ کامل جو عبادت کا باعث بنے“۔

افسوس صد افسوس...... آج ان چاروں امور کی کمی ہے۔ بلکہ یہ امور مفقود ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آج لوگوں نے حصولِ رزق اور مال کمانے ہی کو مقصودِ زندگی بنا لیا ہے۔ چاہے وہ کسی گناہ کے ارتکاب سے حاصل ہو یا فریب و دھوکہ سے حاصل ہو یا چوری سے حاصل ہو۔

یاد رکھئے۔ عقلمند و دانا وہ ہے جو متقی ہو۔ دولتمند ہونا عقلمندی و دانائی کی علامت نہیں ہے۔ عربی کے کسی شاعر نے کہا ہے۔

وکَم مِنْ تقیّ عاشَ فی الفَقرِ راضِیًا

وکَم مِن شقیّ کان أغنی الورٰی طُرًّا

یعنی ”کئی پرہیزگار لوگ تقدیر پر راضی رہتے ہوئے فقر کی زندگی گزارتے ہیں اور کئی بدکار و بدبخت بہت بڑے دولتمند ہوتے ہیں“۔

بشر بن الحارث رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے ان کی سرگزشتِ تصوّف و زہد

کا ابتدائی حال پوچھا اور کہا کہ حضرت ! لوگ آپ کی بہت زیادہ عزت کرتے ہیں اور آپ کا نام یوں احترام و اکرام سے لیا جاتا ہے جیسا کہ نبی ﷺ کا نامِ مبارک ہو۔ اس کا سبب کیا ہے؟

بشرؒ نے فرمایا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے۔ پھر فرمایا کہ میں پہلے بڑا گنہگار انسان تھا۔ ایک مرتبہ میں نے راستے میں کاغذ کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا دیکھا۔

میں نے اسے اٹھا کر دیکھا تو اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہوئی تھی۔ میں نے اس پر لگی ہوئی گرد و غبار کو صاف کر کے اسے اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اس وقت میرے پاس صرف دو درہم تھے۔ ان کے علاوہ میں کسی چیز کا مالک نہ تھا۔

میں نے عطار (عطر فروش) سے نہایت قیمتی اور اعلیٰ قسم کا عطر خریدا اور اس کاغذ کے ٹکڑے کو، جس پر بسم اللہ درج تھی، عطر لگا کر رات کو سو گیا۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا اللہ تعالیٰ مجھے مخاطب ہو کر یوں ارشاد فرما رہے ہیں۔

یا بِشرُ ! طَیَّبتَ إسمی لأُطَیِّبَنَّ إسمَك فی الدُّنیا و الآخرة .

یعنی ”اے بشر! تم نے میرے نام کو معطر کیا (یعنی خوشبو لگائی) اس لئے میں بھی ضرور دنیا و آخرت میں تمہارے نام کو معطر (معظم و محترم) کرونگا“۔

برادرانِ اسلام ! اللہ عزوجل کے نام کی تعظیم کرنے والے بزرگ کا یہ واقعہ نہایت ایمان افروز ہے۔ اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ اُخروی مقبولیت کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی محبوبیت ومقبولیت نصیب فرماتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بزرگوں کا نام ہمیشہ احترام سے لیا جاتا ہے۔

روایت ہے کہ منصور بن عمار واعظ رحمہ اللہ تعالیٰ کی توبہ کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے راستے میں ایک رقعہ (کاغذ کا ٹکڑا) دیکھا جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہوئی تھی۔

انہوں نے اس کاغذ کے ٹکڑے کو اٹھالیا لیکن اسے محفوظ رکھنے کیلئے وہاں انہیں کوئی جگہ نہ ملی تو انہوں نے اسے منہ میں ڈال کر نگل لیا۔ پھر خواب میں کسی نے انہیں یہ بشارت سنائی۔

فَتحَ اللہ علیکَ بابَ الحکمَۃِ باِحترامِك تلك الرُّقعۃ .

یعنی " اللہ تعالیٰ نے تم پر علم و حکمت کا دروازہ کھول دیا ہے کیونکہ تم نے اس رقعے کی (جس پر بسم اللہ درج تھی) تعظیم کی ہے "۔

یہ اللہ عزوجل کے مکتوب نام مبارک کی برکت تھی جس کے طفیل اللہ تعالیٰ نے شیخ منصورؒ کو اپنا برگزیدہ بندہ بنا کر ان پر اسرار و حکمتِ ظاہریہ و باطنیہ کا دروازہ کھول دیا۔

حضرات ! آجکل مسلمانوں کے دلوں میں شعائر اللہ کی تعظیم اور احکاماتِ خداوندی کی بجا آوری کی تڑپ باقی نہیں رہی۔ مال و دولت کی محبت و فکر بڑھ گئی ہے اور طولِ آمال اور لمبی امیدوں کی وباء عام ہوگئی ہے

جس کی وجہ سے آج مسلمان ذلیل و خوار ہو رہے ہیں اور مصائب و مشکلات سے دوچار ہیں۔

کتابوں میں مذکور ہے کہ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ اذان و اقامت کہا کرتے تھے اور خود امامت نہیں کراتے تھے۔

منقول ہے کہ ایک بار انہوں نے اقامت کہی اور محمد بن ابی توبہؒ سے فرمایا کہ آپ نماز پڑھائیں۔ محمدؒ نے کہا ٹھیک ہے میں یہ نماز (مثلاً ظہر کی نماز) تو پڑھا دیتا ہوں مگر دوسری (مثلاً عصر کی) نماز میں نہیں پڑھاؤں گا، کوئی اور پڑھائے۔

حضرت معروف کرخیؒ نے فرمایا۔ و انتَ تحدّثُ نفسكَ أن تصلّی صلاةً أُخری . نعوذُ باللہ من طُول الأمل . فإنّه یمنَعُ خیرَ الأمل و العمل .

یعنی " (اے محمد!) تیرے دل میں یہ خیال ہے کہ (تو اگلی نماز تک زندہ رہے گا اور) تجھے دوسری نماز پڑھنے کا موقعہ ملے گا۔ ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں ایسی لمبی امیدوں سے۔ ایسی (دنیاوی) امیدیں تو امیدِ آخرت کیلئے اور نیک اعمال کیلئے رکاوٹ بنتی ہیں"۔

حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے مشہور و صاحبِ کرامات ولی اللہ گزرے ہیں۔ وہ فرمایا کرتے تھے۔

الدّنیا أربعةُ أشیاءَ : المال ، و الکلام ، و المنام ، و الطعام فالمالُ یُطغِی ، و الکلامُ یُلهِی ، و المنامُ یُنسِی ، و الطّعام یُقسِی .

یعنی "دنیا چار چیزوں کا نام ہے: مال، کلام، نیند اور طعام۔ پس کثرتِ مال سرکشی پر آمادہ کرتی ہے اور کثرتِ کلام لہو و لعب (کھیل تماشے) میں مبتلا کرتی ہے اور کثرتِ نوم (زیادہ سونا) یادِ آخرت بھلاتی ہے اور کثرتِ طعام (زیادہ کھانا) دل کو سخت کرتی ہے"۔

دنیا کی محبت اگر حد سے بڑھ جائے اور محبتِ آخرت پر غالب آجائے تو اس کا انجام ندامت و حسرت ہوتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ دنیا سے محبت کرنے والوں کیلئے ان اشعار میں درسِ عبرت ہے۔

بباغ رفتم و گُل چیدم و فغاں کردم
نظارۂ دلِ مجروح بُلبُلاں کردم
بما بگفت یکے بلبلے کہن سالے
ہزار سال دریں باغ آشیاں کردم
وفائے عہد و مروّت زگلرخاں مہ طلب
من ایں معاملہ را کردم و زیاں کردم

(۱) یعنی "میں نے ایک مرتبہ باغ میں جا کر ایک پسندیدہ پھول کو توڑا اور پھولوں کے عشق میں مبتلا بلبلوں کے مجروح و غمزدہ دلوں کا مشاہدہ کیا۔

(۲) مجھے ایک تجربہ کار طویل العمر بلبل عاشق زار نے یہ رقّت انگیز نصیحت کی کہ میں ہزار سال سے اس باغ میں گلوں کی محبت و عشق میں گرفتار ہونے کی وجہ سے مقیم ہوں۔

(۴) یاد رکھ! دنیا میں رنگین و حسین چہرے والوں سے کسی عہد و مروّت اور وفا کی طمع و امید رکھنا عبث و بے فائدہ ہے۔ خبردار! میں نے یہ معاملہ کیا اور تباہ ہو کر اپنا نقصان کیا"۔

گر نکتہ دانِ عشقی خوش بشنو ایں حکایت

" اگر تو رموزِ عشق کا نکتہ دان ہے تو یہ حکایتِ عبرت گوشِ ہوش سے سن "۔

اللہ عزوجل ہمارے دلوں کو نورِ ایمان سے منور کرتے ہوئے حبِّ آخرت اور شوقِ طاعت سے معمور فرمائیں۔ آمین۔

دوستو اور بزرگو! ہمیں ہر مشکل و مصیبت میں اور ہر حاجت کیلئے اللہ تعالی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اسی سے گڑگڑا کر مانگنا چاہیئے۔ وہ اپنے در پر آنے والوں کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا۔ وہ چاہے تو ایک دن میں غنی کر دے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو　　درِ کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

خدا سے مانگ جو کچھ مانگنا ہو اے اکبر
یہی وہ در ہے کہ ذلت نہیں سوال کے بعد

ایک اور شاعر کے واعظانہ و عارفانہ دو اشعار پیشِ خدمت ہیں۔

ایمن مشو، کہ مرکبِ مردانِ حق شناس
در سنگلاخ بادیہ پیہا بریدہ اند

نومید ہم مباش کہ رندان بادہ نوش

ناگاہ بیک خروش بہ منزل رسیدہ اند

(۱) "خبردار! بے فکر نہ رہ کیونکہ کئی مرتبہ اہلِ حق کا قافلہ اس سنگلاخ صحرا میں تباہی کا شکار ہوا۔

(۲) نیز بالکل ناامید بھی نہ ہو اس لئے کہ کئی مرتبہ جماعتِ رفقاء اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق و فضل سے منزلِ مقصود پر پہنچ جاتی ہے"۔

اللہ تعالیٰ غیبی و اعلیٰ طریقوں سے انبیاء علیہم السلام کی تعلیم و تربیت کی تکمیل فرماتے ہیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو نبوت کے ابتدائی دور میں اہل و عیال کے نان و نفقہ کے بارے میں مطمئن و بے فکر کرنے کی خاطر اللہ عزوجل نے یہ حکم دیا کہ اے موسیٰ! تمہارے قریب جو چٹان ہے اسے اپنی لاٹھی ماریں یعنی اس پر اپنا عصا ماریں۔

موسیٰ علیہ السلام نے اس چٹان پر اپنا عصا مارا تو چٹان دو ٹکڑے ہوگئی۔ اس کے اندر ایک اور پتھر تھا۔ اس پر عصا مارا وہ بھی دو ٹکڑے ہوگیا۔ اس کے اندر سے ایک تیسرا پتھر نکلا۔ اس پر جب عصا مارا۔

فَانشقّت عَن دُودَة كَالذّرّة ، وفى فمها شئ يجرى مجرى الغذاء لها . وسمعَها تقولُ : سبحان من يّرانى ، و يسمَعُ كلامى ، ويعرِفُ مكانى ، ويذكُرُنى ولاينسانى .

یعنی "وہ پتھر بھی پھٹ گیا اور اندر سے ایک کیڑا نکلا جس کے منہ میں بطورِ غذا کوئی چیز (پتہ وغیرہ) تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کان لگا کر سنا تو وہ کیڑا یہ دعا پڑھ رہا تھا سبحان من یرانی الخ . یعنی پاک

ہے وہ جو مجھے ہر وقت دیکھتا ہے اور میری بات سنتا ہے اور میرے رہنے کی جگہ کو جانتا ہے اور مجھے ہر وقت یاد رکھتا ہے اور مجھے بھولتا نہیں "۔

عربی کے ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

لقد علِمتُ وما الإشرافُ من خلُقی

إنّ الذی هو رِزقی سَوفَ یأتِینی

أسعیٰ إلیه فیُعیِینی تَطَلُّبُه

و لو أقمتُ أتانِی لا یُعنّینی

(۱) " حرص اور لالچ میری خصلت نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ میرا رزق میرے پاس ضرور پہنچے گا۔

(۲) میں اس کو طلب کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو اس کے حصول کی جد و جہد مجھے تھکا دیتی ہے اور اگر میں اپنی جگہ پر مقیم رہتا (یعنی زیادہ بھاگ دوڑ نہ کرتا) تو میرا رزق خود ہی میرے پاس آجاتا اور مجھے اس قدر پریشان نہ کرتا "۔

احبۂ کرام! اس پر آشوب دور کا حال پہلے اَدوار سے بالکل مختلف ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے وابستگی ناپید ہوگئی ہے۔ لوگ مال و رزق اور دنیا کے حصول کیلئے ہر ظلم کو جائز سمجھنے لگے ہیں اور مسلمانوں کے افکار و خیالات بالکل الٹے ہوگئے ہیں۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

کب تک ستم کو لطف، جفا کو وفا کہیں

بادِ خزاں کو موج خرامِ صبا کہیں

مرگِ چمن کو جشنِ بہاراں کا نام دیں
زاغ و زغن کو بلبل شیریں نوا کہیں
جب آبروئے حرفِ تمنا ہی مٹ گئی
ہر بوالہوس کے سامنے کیا مدّعا کہیں

قرآن پاک میں رزق کی ضمانت دیتے ہوئے اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں۔ وَمَا مِن دابَّةٍ فی الأرضِ إلاَّ علی اللهِ رزقُها . یعنی " زمین پر موجود ہر دابّہ (ذی روح و جاندار) کا رزق اللہ تعالی کے ذمّے ہے"۔

حضرات کرام! مذکورہ بالا آیتِ کریمہ میں اللہ جل جلالہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ رزق کا ضامن میں ہوں۔

آیتِ ہذا سے ہمیں رزق کے معاملے میں اللہ تعالی پر توکّل کرنے کا سبق ملتا ہے۔ مگر نہایت دکھ کی بات ہے کہ انسان جو اپنے آپ کو عقلمند کہتا ہے رزق کے معاملے میں تمام حیوانات سے زیادہ کمزور ثابت ہوا ہے۔ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک حلال و حرام کی تمیز کیے بغیر ذخیرہ اندوزی میں لگا رہتا ہے۔ حلال مال جمع کرنے میں تو کوئی حرج نہیں لیکن افسوس ہے کہ اکثر مسلمان مشتبہ مال تو درکنار حرام مال کمانے سے بھی اجتناب نہیں کرتے۔

انسان کے علاوہ باقی حیوانات رزق کی ذخیرہ اندوزی نہیں کرتے سوائے دو چار قسم کے حیوانات کے۔ قرآن پاک میں اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے۔ وکَأَیّن من دابَّةٍ لا تحمِلُ رزقَها الله یرزقها وإیّاکم

و هو السَّمیعُ العلیم . ” اور بہت سے جاندار اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے۔ اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتے ہیں انہیں بھی اور تمہیں بھی۔ اور اللہ خوب سننے والے اور جاننے والے ہیں “۔

علامہ زمخشری نے اس آیت کے تحت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ عجیب قول نقل کیا ہے۔

لیسَ شئ من الحیوانِ یخبأ قُوتَه إلاّ الانسان ، و النمل ، و الفار ، و العقعق .

یعنی ” صرف چار قسم کے حیوانات اپنی خوراک کی ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں انسان ، چیونٹی ، چوہا اور کوّا “ ۔

و عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنهما : لایدّخر إلاّ الآدمیّ والنمل والفارة والعقعق . روح المعانی ج۲۱ ص۱۱ .

” حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ صرف انسان، چیونٹی، چوہا اور کوّا ہی ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں “ ۔

بعض اہلِ علم و دانش کہتے ہیں کہ بلبل بھی ذخیرہ اندوزی کرتی ہے۔ ان کی عربی عبارت یہ ہے۔ رأیتُ البلبل یحتکر فی حضنیه .

یعنی ” میں نے دیکھا کہ بلبل بھی ذخیرہ اندوزی کرتی ہے “۔

علامہ کمال الدین دمیری رحمہ اللہ تعالیٰ حیاۃ الحیوان میں لکھتے ہیں۔ و یقال : إنّ للعقعق مخابئ إلاّ أنه ینساها . حیاۃ الحیوان ج۲ ص۲۰۹ .

یعنی " کہتے ہیں کہ کوّا کئی جگہ اپنی خوراک کی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے مگر پھر ان جگہوں کو وہ بھول جاتا ہے "۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **و ذكَرَ لي بعضهم : أن أغلب الكوامن من الطير يدّخر .**

یعنی " بعض نے میرے سامنے یہ بات ذکر کی ہے کہ اکثر پرندے خوراک کی ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں "۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا۔ **كيف نقدم بلدة ليس لنا فيها معيشة .**

یعنی " اس شہر میں ہم کیسے جائیں جس میں ہمارے لئے معیشت کا کوئی انتظام نہیں "۔

تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ **وكَأَيّن من دابّةٍ لا تحمِلُ رزقَها الله يرزقها و ايّاكم و هو السميع العليم .** پ ۲۱ ، آیت ۶۰ .

اس آیت کے بعد اللہ جل جلالہ ارشاد فرماتے ہیں۔

ولَئِن سألتَهُم مَن خَلَقَ السمٰوٰتِ والأرضَ وسَخَّرَ الشمسَ والقمرَ ليقولُنَّ الله فأنّٰى يُؤفكُون . الله يبسطُ الرّزقَ لِمَن يَّشاءُ من عبادِه و يقدِرُ له إن الله بكلّ شئ عليم .

”اور اگر آپ لوگوں سے پوچھیں کہ کس نے بنائے آسمان و زمین اور کام پر لگائے سورج و چاند؟ تو کہیں گے کہ اللہ نے۔ پھر کہاں پھرے جاتے ہیں۔ اللہ پھیلاتا ہے روزی جس کے واسطے چاہے اپنے بندوں میں سے اور ماپ کر دیتا ہے جسے چاہے۔ بیشک اللہ ہر چیز سے خبردار ہے“۔

دوستو! جس طرح ہم اپنے ظاہری لباس کی صفائی کا خیال رکھتے ہیں اسی طرح باطنی لباس یعنی لباسِ دین وایمان کی صفائی کا بھی خیال ہونا چاہئے۔ جس طرح ظاہری لباس یعنی کپڑوں پر چھوٹے چھوٹے داغوں اور دھبوں کی تعداد بڑھ جائے تو لباس انتہائی بدنما معلوم ہوتا ہے۔ کوئی معزز سفید پوش آدمی ایسا لباس پہننا پسند نہیں کرتا۔

اسی طرح باطنی لباس یعنی لباسِ ایمان بھی چھوٹے چھوٹے گناہوں سے مسخ و بدنما ہو جاتا ہے۔

بدنما اور میلا لباس پہن کر بڑی مجلسوں، بادشاہوں کے درباروں اور بڑے لوگوں سے ملاقات کیلئے کوئی عقلمند جانا پسند نہیں کرتا۔

مگر افسوس صد افسوس ...... مسلمان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری دینے اور اس سے ملاقات کرنے کیلئے گناہوں سے داغدار لباسِ ایمان پہن کر جانے سے نہیں شرماتے۔

عربی کے ایک شاعر نے اس سلسلے میں کیا خوب کہا ہے۔

مـا بالُ دینِـك ترضٰی أن تُدنِّسَـه

وثوبُك الدَّهرَ مَغسُولٌ من الدَّنسِ

ترجُو النجاةَ و لم تسلُك طريقتَها

إنَّ السّفينةَ لا تجرِى على اليبسِ

(۱) یعنی ”کیا وجہ ہے کہ تو اپنے دین کے میلے ہونے پر راضی ہے جبکہ تیرا لباسِ ظاہری ہمیشہ میل سے صاف ہوتا ہے۔

(۲) تجھے نجات کی امید ہے مگر تو نجات کی راہ پر نہیں چلتا۔ یاد رکھ ! کشتی خشکی پر کبھی نہیں چل سکتی “۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں راہِ سنت پر چلنے کی اور لباسِ باطنی یعنی اعمالِ زندگی کو گناہوں اور لغزشوں سے پاک و صاف رکھنے کی توفیق بخشیں۔ آمین۔

برادرانِ اسلام ! مسلمانوں کا مقام اللہ جل جلالہ کے ہاں بہت بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کافروں کو بھی روزی دے رہے ہیں تو مسلمانوں کو کیسے محروم رکھیں گے۔

شیخ شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہی بات بیان فرمائی ہے۔

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب گبر و ترسا وظیفہ خور داری

دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمنان نظر داری

(۱) ” اے ربّ کریم ! آپ کے خزانۂ غیب سے کفار بھی پوری طرح رزق حاصل کر رہے ہیں۔

(۲) آپ اپنے دوستوں (یعنی مسلمانوں) کو رزق سے کیوں محروم کرینگے جبکہ آپ رزق اور دنیاوی سہولتوں کے بارے میں دشمنوں یعنی کفار کی بھی رعایت کرتے ہیں “۔

بھائیو! اللہ تعالی کا نظامِ رازقیت بڑا محکم ہے۔ عجیب طریقوں سے اللہ تعالی اپنی مخلوق کو روزی پہنچاتے ہیں۔

ماہرینِ حیوانات نے لکھا ہے کہ کوّے کے بچے ابتدا میں سفید رنگ کے ہوتے ہیں۔ اس لئے کوّا انہیں اجنبی بچے سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے اور ان کی پرورش اور دیکھ بھال نہیں کرتا۔

اس کے بعد کوّے کے بچے اپنا منہ کھول دیتے ہیں اور ایک خاص قسم کی مکھیاں اڑ اڑ کر ان بچوں کے منہ میں داخل ہوتی رہتی ہیں۔ یہی مکھیاں ان کی غذا بن جاتی ہیں تا آنکہ وہ بچے کچھ بڑے ہو جائیں۔ چند دنوں کے بعد ان کا رنگ سیاہ ہو جاتا ہے اور کوّا ان کو اپنے بچے سمجھ کر ان کی پرورش اور دیکھ بھال شروع کر دیتا ہے۔

آپ اندازہ کریں کہ کوّے کے بچوں کی پرورش اور ان کو رزق پہنچانے کا یہ نظامِ ربانی کتنا عجیب ہے۔

اسی وجہ سے عرب دعا میں کہتے ہیں۔ **یا رازقَ الغُراب النُّعابِ فی عُشّه .**

یعنی " اے وہ رزّاق جو کوّے کے بچوں کو (انتہائی لطیف طریقے سے) ان کے گھونسلے میں رزق پہنچاتا ہے "۔

حلیۃ الاولیاء میں ہے۔ **عن مکحول قال : کانَ من دعاءِ داود علیه الصلاة و السلام : یا رازق الغراب النّعابِ فی عُشّه . حلیه ج٥ ص١٨٢ .**

یعنی " حضرت مکحولؒ فرماتے ہیں کہ داود علیہ السلام بوقتِ دعا

یہ کہتے تھے کہ اے کوّے کے چھوٹے بچوں کو گھونسلے میں رزق دینے والے "۔

داود علیہ السلام جلیل القدر نبی ہیں۔ ہر نبی و رسول کی خصوصی دعاؤں میں بڑی مصلحتیں اور حکمتیں ہوتی ہیں۔ داود علیہ السلام کی مذکورہ صدر دعا کی نرالی مصلحت اور عجیب وجہ تخصیص بیان کرتے ہوئے صاحبِ حلیہ لکھتے ہیں۔

وذلك أنّ الغراب اذا فَقَصَ عن فراخِه فَقَصَ عنها بَيضَاءَ . فإذا رآها كذلك نفر عنها . فتفتَحُ أفواهَها فيرسِلُ الله عليها ذُباباً يدخُلُ أفواهها . فيكون ذلك غذاءً لها حتى تَسوَدَّ . فإذا اسوَدَّت انقطع الذبابُ عنها فعاد الغُراب إليها فغذاها . كذا فى الحلية ..

یعنی " اس دعا کی وجہ تخصیص یہ ہے کہ کوّا جب انڈوں کو بچے نکالنے کیلئے توڑتا ہے تو ابتداء میں وہ بچے سفید رنگ کے ہوتے ہیں۔ سفید رنگ کی وجہ سے کوّا ان بچوں سے متنفر ہو کر ان کی پرورش چھوڑ دیتا ہے۔ چنانچہ کوے کے یہ بچے اپنے منہ (یعنی چونچیں) کھول دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خاص قسم کی مکھیاں بھیج دیتے ہیں جو ان بچوں کے منہ میں داخل ہوتی رہتی ہیں۔ یہی مکھیاں ان بچوں کی غذا بنتی رہتی ہیں تا آنکہ ان بچوں کا رنگ سیاہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اِدھر ان مکھیوں کا آنا بند ہو جاتا ہے اور اُدھر کوّا اپنے بچوں کی طرف لوٹ کر آ جاتا ہے اور ان کی پرورش شروع کر دیتا ہے "۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کا نظامِ رزق بڑا عجیب و لطیف اور نہایت محکم ہے۔

رزق کے بارے میں مشہور محدث حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو عبرت انگیز شعر ہیں جو حلیہ (ج ۷ ص ۲۷۶) میں درج ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

کم من قویٍّ قویٍّ فی تقلُّبِہ
مھذَّبِ الرَّأیِ عنهُ الرّزقُ مُنحَرِفُ
کم من ضَعِیفٍ ضعیفِ العقل مختلطٍ
کأنَّہ من خَلیجِ البحرِ یغترفُ

(۱) یعنی "کئی طاقتور انسان قوی الافعال اور بڑے عقلمند ہوتے ہیں مگر رزق کے دروازے ان پر بند ہوتے ہیں۔

(۲) اور کئی کمزور، کم عقل اور بیوقوف انسان سمندر اتنی دولت کے مالک ہو کر اس سے حسبِ منشا خرچ کرتے ہیں"۔

حضرات عظام! اللہ تعالیٰ سے رزقِ حلال طلب کیا کریں اور حرام مال سے اجتناب کیا کریں۔ حرام مال دنیا و آخرت کی آفات کا سبب ہے۔ طلبِ رزقِ حلال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ خود نبی علیہ الصلاۃ والسلام بھی حصولِ رزق حلال کی دعا فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک حدیث ہے۔

عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنهما أنّ النبيَّ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی دعائِہ : اللّٰهم ارزُقنا من فضلِك ، ولا تحرِمنا رزقَكَ ، وبارِك لنا فیما رزقتَنا ،

و اجعل غِنانا فی أنفسنا ، و اجعَل رَغبتَنا فیما عندَكَ .
اخرجه الأصبهانی فی الحلیة ج٥ ص٦٦ . وقال : غریب
من حدیث مسعر تفرد به عنه وکیع .

"سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس حدیث کی روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ ! ہمیں اپنے فضل وکرم سے رزق نصیب فرما۔ اے اللہ ! اپنے رزق سے ہمیں محروم نہ فرما اور اپنے دیئے ہوئے رزق میں برکت ڈال دے۔ ہمارے دلوں کو غنی کر دے اور ہماری رغبت کو ان دائمی نعمتوں کی طرف پھیر دے جو تیرے پاس ہیں "۔

ایک حدیث پاک میں ہے۔ من کان للہ کانَ اللہ له .
" جو شخص خدا تعالیٰ کا ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے "۔

یعنی جو آدمی اللہ تعالیٰ کا مطیع وفرمانبردار بندہ بن جائے تو اللہ تعالیٰ ہر معاملے میں اس کی مدد ونصرت فرماتے ہیں اور اللہ جل جلالہ جس کے مددگار وناصر ہوں اس کو بہر صورت رزق پہنچاتے ہیں۔

حلیۃ الاولیاء (ج ۸ ص ۳۸) میں ایک واقعہ درج ہے۔ حضرت حذیفہ مرعشی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ شہر کوفہ جانے کیلئے حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ کا رفیقِ سفر ہوا (ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ مشہور بزرگ ہیں)۔

ابراہیم بن ادہمؒ ہر میل کی مسافت کے بعد دو رکعت نفل پڑھتے تھے ۔ ہم ایک مدت تک جنگل و بیابان میں رہے۔ ہمارے کپڑے بھی

پھٹ گئے۔ بالآخر ہم کوفہ شہر میں داخل ہوئے اور ایک غیر آباد مسجد میں قیام کیا۔

ابراہیم بن ادہمؒ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے حذیفہ! تم بہت بھوکے معلوم ہو رہے ہو۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ بہت زیادہ بھوک لگ رہی ہے۔ ابراہیمؒ نے فرمایا کہ قلم اور کاغذ لا کر مجھے دو۔ میں باہر نکلا اور کسی سے قلم و دوات اور کاغذ لے کر انہیں دیا۔ ابراہیم بن ادہمؒ نے رقعے پر یہ لکھا۔

بسم الله الرحمن الرحيم . أنتَ المقصود إليه بكُلّ حال و المشار إليه بكلّ معنًى .

یعنی "بسم اللہ کے بعد یہ تحریر فرمایا کہ اے اللہ! آپ ہر حال میں مقصود ہیں اور ہر مقصد کیلئے مرجع ہیں"۔

پھر ابراہیم بن ادہمؒ نے درج ذیل اشعار لکھے، جن کا حاصل یہ ہے کہ اے اللہ! چھ امور میں سے تین آپ کے ذمّے ہیں اور تین میرے ذمّے ہیں۔ میری غذا، لباس اور پگڑی وجوتا وغیرہ آپ کے ذمّے ہیں اور ذکر کرنا، شکر کرنا اور آپ کے دربار میں حاضری دینا میرے ذمّے ہیں۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

أنا حاضر أنا ذاكِر أنا شاكِر
أنا جائِع أنا حاسِر أنا عارِي
هيَ سِتَّة وأنا الضّمين بِنصفِها
فكُنِ الضّمينَ لِنصفِها يا بارِي
مدحِي لِغيرِك لفحُ نارٍ خُضتُها
فأجُر فَديتُك من دُخولِ النار

(۱) یعنی "(اے اللہ!) میں (عبادت کیلئے) حاضر ہوں، ذاکر ہوں اور شاکر ہوں۔ میں بھوکا ہوں، ننگے سر ہوں اور لباس سے عاری ہوں۔

(۲) یہ چھ امور ہیں۔ ان میں سے پہلے تین امور (یعنی عبادت، ذکر اور شکر) میرے ذمّے ہیں اور اے اللہ! باقی نصف (یعنی رزق، لباس اور پگڑی وغیرہ) کے آپ ضامن ہو جائیں۔

(۳) آپ کے سوا کسی غیر کی مدح و ثنا کرنا میرے لئے آگ میں داخل ہونے کے مترادف ہے۔ اے اللہ! آپ مجھے غیر کی محتاجی اور اس کی مدح کی آگ سے بچائیں"۔

حذیفہ مرعشیؒ فرماتے ہیں کہ یہ رقعہ لکھ کر حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے مجھے دیا اور فرمایا کہ باہر جائیے اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے قلب کو متوجہ رکھئے اور جو شخص سب سے پہلے ملے اسے یہ رقعہ دید یجئے۔

میں رقعہ لیکر باہر نکلا تو ایک شخص جو خچر پر سوار تھا سب سے پہلے ملا۔ میں نے وہ رقعہ اسے دیا۔ وہ پڑھ کر رونے لگا اور کہا کہ جس نے تمہیں یہ رقعہ دیکر بھیجا ہے وہ خود کہاں ہے؟ میں نے کہا وہ فلاں مسجد میں ہے۔

پھر اس شخص نے اشرفیوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی نکال کر مجھے دی۔ میں نے اس سے تفصیلِ احوال پوچھی تو معلوم ہوا کہ وہ عیسائی ہے۔

حذیفہ مرعشیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے واپس آکر ابراہیمؒ کو سارا قصہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ تھیلی اسی طرح رکھ دو۔ اسے ہاتھ نہ لگانا۔ وہ عیسائی خود ابھی یہاں آجائیگا۔

چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد وہ عیسائی آگیا اور آکر ابراہیمؒ کے سر کو

بوسے دینے لگا اور کہنے لگا اے شیخ ! اللہ تعالی کی طرف آپ کی دعوت و رہنمائی بہت بہتر ہے۔

پھر وہ عیسائی مسلمان ہوگیا اور ابراہیم بن ادہمؒ کا مرید بن گیا۔

قال : فانكبّ على رأس ابراهيم فقال : يا شيخ ! قد حسُن إرشادُك إلى الله . فأسلَم وصار صاحبًا لإبراهيم ابن ادهم رحمه الله تعالى .

یعنی " وہ ابراہیم بن ادہمؒ کے سر پر بوسہ دینے کیلئے جھک گیا اور کہا۔ اے شیخ ! اللہ تعالی کے مبارک دین کی طرف آپ کی دعوت بہت اچھی ہے۔ پھر وہ اسلام لے آیا اور ابراہیم بن ادہمؒ کا مصاحب و مرید بن گیا " ۔

برادران اسلام ! اللہ سبحانہ وتعالی حکیم ہیں۔ ان کے ہر فعل میں کئی مصلحتیں و حکمتیں ہوتی ہیں۔

بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے فلاں شخص کو تنگدست اور فلاں شخص کو دولتمند کیوں بنایا۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ اللہ تعالی کی طرف سے امتحان ہے۔ اللہ تعالی بعض لوگوں کا امتحان تنگدستی سے اور بعض کا امتحان دولتمندی سے لیتے ہیں۔

نیز ایک حکمت یہ بھی ہے کہ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اگر انہیں دولتمند بنادیا جائے تو وہ سرکش ہوکر کفر اختیار کرلیں۔ تو ایسے لوگوں کیلئے تنگدستی بہتر ہوتی ہے۔

حافظ الحدیث حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ عن عبيد الله بن عائشة قال: قال سفيان بن عيينة: لَولا أن الله طَأطَأَ من ابنِ آدم بثلاثٍ ما أطاقه شئ. وإنهُنّ لفيه. و إنه على ذلك لَوثّاب: الفقرُ، و المرضُ، و الموتُ. حلية الاولياء ج۷ ص۲۷۷.

"عبیداللہ بن عائشہ کی روایت ہے کہ سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا کہ اگر ابن آدم کو اللہ تعالیٰ تین تباہ کن چیزوں کے ذریعے پست نہ فرماتے تو اس کا تکبر و فساد حد سے زیادہ بڑھ جاتا اور کوئی چیز اس کا شر برداشت کرنے کی طاقت نہ رکھتی۔ افسوس کہ انسان ان تباہ کن چیزوں میں مبتلا ہونے کے باوجود شر و فساد کے میدان میں چھلانگیں لگاتا رہتا ہے۔ سرکشی اور شرِ انسانی کو دبانے والی وہ تباہ کن تین چیزیں یہ ہیں (۱) فقر وافلاس (۲) امراض (۳) موت"۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تکبر سے، فساد سے، سرکشی سے اور ان اعمال سے بچائیں جو اللہ عزوجل کی ناراضگی اور غضب کے موجب ہیں۔ اوران اعمال کی توفیق نصیب فرمائیں جو سعادتِ دارین کے اسباب ہیں۔ آمین۔

بھائیو اور دوستو! اس زمانے میں مسلمان بڑی غفلت میں مبتلا ہیں۔ موت سے غافل ہیں۔ مصائب و مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں۔ آخرت کی کچھ فکر نہیں کرتے۔ اس کے باوجود تکبر و غرور سے ان کے سر بلند ہیں۔

کسی شاعر نے اسی افسوسناک حالت کو یوں بیان کیا ہے۔

دنیا کا ذرا یہ رنگ تو دیکھ ایک ایک کو کھائے جاتا ہے
بن بن کے بگڑتا جاتا ہے اور بات بنائے جاتا ہے
انسان کی غفلت کم نہ ہوئی قانونِ فنا کی عبرت سے
ہر گام پہ کٹتے پاؤں بھی ہیں اور سر بھی اٹھائے جاتا ہے
اسکو نہ خبر کچھ اسکی ہے اسکو ہے نہ کچھ پرواہ اسکی
روتا ہے رُلائے جاتا ہے ہنستا ہے ہنسائے جاتا ہے
کچھ سوچ نہیں کچھ ہوش نہیں فتنوں کے سوا کچھ جوش نہیں
وہ لوٹ کر بھاگا جاتا ہے یہ آگ لگائے جاتا ہے

بہر حال جو رزق اللہ جل جلالہ نے انسان بلکہ ہر جاندار کیلئے مقرر کیا ہے وہ ضرور اسے پہنچ کر رہیگا۔ اور جو اس کے مقدر میں نہیں ہے وہ اسے کسی طرح بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔

لہٰذا انسان کو چاہئے کہ وہ رزق کے بارے میں مطمئن رہے اور صرف رزقِ حلال کے حصول کی کوشش کرے۔ حرام مال سے اجتناب کرے۔

اس سلسلے میں ایک حدیث پیشِ خدمت ہے۔

عن محمد بن المنكدر عن جابر رضی اللہ تعالی عنه قال : قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم : لا تستبطؤوا الرزقَ فانه لم يكن ليموت عبد حتى يبلغ آخر رزق له . فاتّقوا الله و أجملوا فی الطلب . و خذوا الحلال و اتركوا الحرام .

اخرجه ابونعيم فی الحلية ج۷ ص۱۵۸ وقال : غريب من

حديث شعبة . تفرّد به جيش بن وهب .

یعنی "محمد بن المنکدر رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے یہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے مسلمانو! تاخیرِ رزق سے پریشان و نا امید نہ ہوا کرو۔ کیونکہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مریگا جب تک وہ اپنے رزق کا حصہ نہ کھالے۔ سو اللہ تعالی سے ڈرو اور جائز طریقوں سے رزق حاصل کیا کرو۔ حلال رزق حاصل کرو اور حرام چھوڑ دو"۔

اللہ تعالی کی رحمتوں کے دروازے کھلے ہیں۔ وہ دعائیں قبول فرماتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں اللہ جل جلالہ سے فراخیٔ رزق اور عافیتِ دنیا و عقبیٰ کی دعا کرنی چاہیئے۔ یہی ایمانِ کامل کا تقاضا ہے اور یہی فکرِ آخرت کی علامت ہے۔

عربی کا ایک شاعر کہتا ہے۔

ألـوذُ ببابِ من أدعوه فردًا

و آمل أن أقرَّب مِن حبيبي

إذا نامت عُيونُ الناسِ طرًّا

قرعتُ البابَ بالقلبِ الكئيبِ

(۱) یعنی "میں اس خدائے یکتا کے دروازے سے چمٹا رہونگا جسے میں پکارتا ہوں۔ اور مجھے امید ہے کہ میں اپنے حبیب کے قریب ہو جاؤنگا۔

(۲) جب رات کو سب لوگ سو جاتے ہیں تو اس وقت میں دعا و عبادت کے ذریعے اپنے ربّ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہوں غمگین دل کے

ساتھ "۔

حضرات کرام! ہر وقت ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا کا خیال رکھنا چاہیئے۔ یہ دنیا کچھ بھی نہیں ہے۔ بس اس کی حقیقت ایک خواب سے زیادہ نہیں ہے۔ موت ہر وقت ہمارے سر پہ کھڑی ہے اور اس انتظار میں ہے کہ کب وہ ہمیں اپنا لقمہ بنالے۔ موت کے وقت پتہ چل جائیگا کہ یہ کوٹھیاں، مکانات، جائیداد اور دنیاوی ساز و سامان ایک کھیل تھا۔

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

اس موت کے آگے اے اکبر مشغولئ دنیا کچھ بھی نہیں
سب کچھ جسے ہم سمجھے تھے ابھی دم بھر میں جو دیکھا کچھ بھی نہیں
تدبیر کی کوئی حد نہ رہی اور بالآخر کہنا ہی پڑا
اللہ کی مرضی سب کچھ ہے بندے کی تمنا کچھ بھی نہیں

حلیۃ الاولیاء میں مشہور ولی اللہ حضرت احمد بن روح رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ دو قیمتی شعر درج ہیں۔

إذا حلّتِ البلوٰی صرختُ لِسَیّدِی
بِہ تُدفَعُ البلوٰی ویَنکشِفُ الضّر
أؤمّل مولیً لا یُخیّبُ عَبدَہ
لہ العزُّ و الآلاءُ والخلقُ والأمر

(۱) یعنی " جب میں کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہوں تو میں اپنے آقا (یعنی اللہ تعالیٰ) کو مدد کیلیئے پکارتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہی کی مدد و نصرت سے ہر ضرر و مصیبت دور ہوتی ہے۔

(۲) میں اس ربّ و مولیٰ ہی کی ذات سے امید وابستہ رکھتا ہوں جو اپنے بندے کو نا امید نہیں کرتا۔ اور عزت، نعمتیں، مخلوق اور اوامر و نواہی سب اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہیں"۔

دوستو! اس زمانے میں مسلمان اسلام سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ان کا تعلق معدوم و ناپید ہے۔ حلال و حرام کی تمیز ختم ہو رہی ہے۔ دل اتنے سخت ہو چکے ہیں کہ ان میں خوفِ خدا نہیں ہے۔ آنکھیں اتنی سخت ہو چکی ہیں کہ ان سے خشیت اور خوفِ خدا تعالیٰ کی وجہ سے کبھی آنسو نہیں بہتے۔ زبانیں ذکر اللہ سے غافل ہیں۔ شر اور برائی کے خیالات دماغوں پر چھائے ہوئے ہیں۔

اگر چار چیزوں دل، زبان، خواہش اور آنکھوں کی اصلاح کر لی جائے تو انسان کی مکمل اصلاح ہو سکتی ہے۔

لیکن افسوس...... کہ اس دور میں انسان کی یہ چاروں چیزیں فاسد ہو گئی ہیں جس کی وجہ سے انسان بھی مفسد و فاسق ہو چکا ہے اور راہِ راست سے بھٹک گیا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی غیبی رحمتوں اور برکتوں کے دروازے خود ہم نے اپنے نفسوں پر بند کر دیئے ہیں۔

مشہور ولی اللہ حضرت حذیفہ مرعشیؒ جن کا ذکر پہلے گزرا ہے۔ ان کا ایک نہایت قیمتی قول ہے۔ فرماتے ہیں **ما ابتلى أحد بمصيبة أعظم عليه من قسوةِ قلبه** .

یعنی "دل کا سخت ہونا آدمی کیلئے سب سے بڑی آفت ہے"۔

نیز حضرت حذیفہ مرعشیؒ فرماتے ہیں۔

انما هي أربعة أشياء : عيناك ، ولسانك ، و هواك ، و قلبك . فانظر عينيك لا تنظر بهما الى ما لا يحلّ لك وانظر لسانك لا تقل به شيئًا يعلم الله خلافه من قلبك و انظر قلبك لا يكن فيه غلّ و لا دغل على أحد من المسلمين . و انظر هواك لا تهوى شيئا من الشرّ . فما دام لم تكن فيك هذه الأربع خصال فألق الرماد على رأسك . حلية الاولياء ج١٠ ص١٦٨ .

یعنی ” یہ چار چیزیں آنکھیں ، زبان، خواہش اور دل سعادت و شقاوت کے مدار ہیں ۔ پس آنکھوں کا خیال رکھو کہ حرام جگہ پر نہ پڑیں ۔ اور زبان کا خیال رکھو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ زبان پر تو کچھ اور ہو اور دل میں کچھ اور ہو ۔ اور دل کا خیال رکھو کہ اس میں کسی مسلمان کیلئے خیانت ، کینہ اور فریب جگہ نہ پائے اور خواہشات کا خیال رکھو کہ شر و فساد کی خواہش (دل میں پیدا) نہ ہو ۔

پس اگر یہ چاروں خوبیاں تمہارے اندر موجود نہیں ہیں (یعنی یہ چاروں امور صحیح نہیں ہیں) تو پھر اپنے سر پر (بطورِ حسرت) مٹی ڈالو (کیونکہ یہ تمہاری تباہی کی علامت ہے) “ ۔

یاد رکھیں ۔ روزی فراخ اور تنگ کرنیوالے اور تمام امور کے مالک اللہ تعالی ہی ہیں ۔ لہٰذا ہمیں ہر کام میں اللہ تعالی کی نصرت کا طلبگار ہونا چاہئے اور انہی کی ذات پر مکمل بھروسہ کرنا چاہئے ۔

عقبیٰ کی فکر اور درد و غم کے سلسلے سے متعلق اکبر الہ آبادی کے

چند مفید اشعار پیشِ خدمت ہیں۔

یہ عمر کب تک وفا کریگی زمانہ کب تک جفا کرے گا
مجھے قیامت کی ہیں امیدیں جو کچھ کریگا خدا کریگا
فلک جو برباد بھی کریگا بلند ارادے مرے رہیں گے
جو خاک ہوں گا تو خاک سے بھی سدا بگولا اٹھا کریگا
خدا کی پاکی پکارتا ہوں ہوا کرے ناخوشی بتوں کی
مری غرض کچھ نہیں کسی سے تو پھر مرا کوئی کیا کریگا
اگرچہ ہے درد و غم سے مضطر یہی ہے وِردِ زبان اکبرؔ
یہ درد جس نے دیا ہے ہم کو وہی ہماری دوا کریگا

اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دل کی قناعت بہت بڑی دولت اور سعادت ہے۔اس سلسلے میں ایک روایت ہے۔ عن ابی حمزة الثمالی قال : سمعتُ علی بن الحسین رحمهما الله تعالی یقول : من قنع بما قسم الله فهو من أغنى الناس . حلیة الاولیاء ج۳ ص۱۳۵. یعنی " ابوحمزہ ثمالیؒ علی بن حسینؒ سے اس قول کی روایت کرتے ہیں کہ جس آدمی نے روزی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر قناعت کی وہ بڑے اغنیاء میں سے ہے "۔

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ تونگری بدِل است نہ بمال۔ یعنی " تونگری اور غنا کا مدار دراصل دل ہے نہ کہ مال "۔

حلال مال حاصل کرنا شرعاً منع نہیں ہے بلکہ حصولِ رزقِ حلال بہت بڑا جہاد ہے۔ قناعت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ حصولِ رزق کے

تمام اسباب ترک کر دیئے جائیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حرام طریقوں سے اجتناب کیا جائے اور صرف رزقِ حلال پر قناعت کی جائے۔

حصولِ رزقِ حلال سے متعلق ایک حدیث پیشِ خدمت ہے۔

عن مکحول عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ قال : من طلب الدنیا حلالاً استعفافًا عن المسألَةِ و سَعیًا علی أهله و تعطّفًا علی جارِه لَقی الله تعالی یومَ یلقاه و وَجهُه مثل القمر لیلة البدر . و من طلب الدنیا حلالاً مکاثِرًا مفاخِرًا مرائِیًا لقی الله تعالی و هوعلیه غضبان . اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ج۳ ص ۱۱۰ .

"ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی علیہ السلام کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ جو شخص حلال مال کے حصول کی اس نیت سے کوشش کرے کہ وہ حرام سوال سے محفوظ رہے اور اپنے اہل و عیال کیلئے رزق حاصل کر سکے اور اس مال کے ذریعے اپنے ہمسایہ کی مدد کر سکے تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ بدرِ کامل (چودھویں رات کے چاند) کی طرح چمکتا ہوگا۔

اور جو شخص تکبر، فخر اور ریا کیلئے حلال مال جمع کرے تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر شدید غصے میں ہوں گے"۔

جس شخص کو حلال طریقے سے رزق حاصل کرنے کی توفیق نصیب ہو جائے وہ بڑا سعادتمند اور خوش نصیب ہے۔ اور حرام طریقے

سے رزق حاصل کرنے والا آدمی نہایت بد بخت ہے۔

وصولِ رزق کی تقسیمِ ربّانی سے متعلق ایک حدیث پیشِ خدمت ہے۔

عن ابن سیرین عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال : قال رسول اللہ ﷺ : ما خلق اللہ من صباحٍ فیعلم مَلَك مُقرَّب ولا نبیّ مُرسَل ما یکونُ فی آخرِ ذلك الیوم .

فیقسم اللہ تعالی فیہ قوتَ کُلّ دابّۃٍ حتی أن الرَّجُلَ لیجیءُ من أقصی الأرضِ و أن الشیطان بین عاتقَیہ فیقول لَہ : اکذِب بالحقّ . فمنهم من یأکُلُ رزقَہ بکذبٍ و فجورٍ فذلك الخاسِرُ . و منهم مَن یأخُذُہ ببِرٍّ و تقوًی فذلك الذی عزم اللہ تعالی علی رُشدہ .

اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ ج۳ ص۶۱ . و قال : غریب من حدیث ابن سیرین لم یروہ عنہ الا منصور .

"ابن سیرین رحمہ اللہ تعالی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے اور حضرت ابوہریرہؓ نبی ﷺ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالی جس صبح کی تخلیق فرماتے ہیں تو نہ کسی مقرب فرشتے کو یہ علم ہوتا ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو کہ اس دن کے آخر تک کونسے احوال درپیش ہونگے۔

اللہ تعالی ہر صبح ہر جاندار و حیوان کا رزق و قوت (خوراک) تقسیم

فرماتے ہیں۔ پھر ایک انسان دور تر علاقے سے آتا ہے اور شیطان اس پر سوار ہوتا ہے۔ شیطان اسے جھوٹ بولنے اور حق بات سے انکار کرنے کی ترغیب دیتا رہتا ہے۔ پس بعض لوگ جھوٹ اور حرام طریقے سے رزق حاصل کرتے ہیں۔ یہ لوگ بڑے خسارے میں ہیں۔ اور بعض لوگ حلال و تقویٰ والے (اور جائز) طریقے سے رزق حاصل کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے رشد و ہدایت کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہوتا ہے"۔

اللہ عزوجل ہمیں حرام رزق و حرام مال سے بچائیں اور حلال رزق وحلال مال و دولت نصیب فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔ حرام رزق و حرام مال حاصل کرنا بہت بڑی شقاوت ہے اور حلال رزق و حلال مال نصیب ہونا عظیم سعادت ہے۔

احباب کرام! اللہ تعالیٰ نے جو رزق ہمارے لئے مقرر کیا ہے وہ لازماً ہمیں پہنچ کر رہے گا۔

نبی علیہ السلام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو رزق کے بارے میں تسلی و اطمینان کی تعلیم دیتے تھے۔ اس سلسلے میں ایک حدیث پیش خدمت ہے۔ عن ابن المنکدر رحمه الله تعالى عن جابر رضى الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : لا تَستبطِؤوا الرزقَ فانّه لم يكن عبد ليمُوتَ حتى يَبلُغَ آخر رزقٍ له . فاتّقوا الله وأجمِلُوا فى الطلب أخذِ الحلال و تركِ الحرام .

اخرجه ابونعيم فى الحلية ج٣ ص١٥٦ و قال :

غريب من حديث محمد وشعبة تفرد به وهب بن جرير . و اخرجه ايضًا ابونعيم فيها ج۷ ص۱۵۸ و قال : غريب من حديث شعبة تفرد به جيش عن وهب .

" حضرت ابن منکدرؒ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور جابرؓ نبی علیہ السلام سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ تاخیرِ رزق کی وجہ سے ناامید نہ ہوا کرو کیونکہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مرسکتا جب تک وہ اپنا رزق پورے کا پورا حاصل نہ کرلے۔ پس نیک اور جائز طریقے سے رزق حاصل کرو۔ حلال مال حاصل کرو اور حرام مال چھوڑدو "۔

حضرت جعفر صادقؒ نے حضرت سفیان ثوریؒ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ يا سُفيان ! إذا جاءَك ما تحبّ فأكثِر من " الحمدلله ". و اذا جاءَك ما تكرَهُ فأكثِر من " لا حَولَ ولا قُوَّةَ إلاّ بِالله " . و إذا استبطأتَ الرّزقَ فأكثر من الاستغفار . كذا فى الحلية ج۳ ص۱۹٦ .

یعنی " اے سفیان ! جب آپ کو اپنی پسندیدہ چیز مل جائے تو کثرت سے الحمدللہ پڑھا کریں اور جب آپ غم و مصیبت میں مبتلا ہوجائیں تو لاحول ولاقوۃ الا باللہ کثرت سے پڑھا کریں اور جب حصولِ رزق میں تنگی اور تاخیر واقع ہوجائے تو کثرت سے استغفار کیا کریں "۔

حافظ ابونعیمؒ نے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں یہ روایت نقل کی ہے۔

قال سفيان : قال عيسى عليه الصلاة و السلام : كونُوا أوعِيَةَ الكتابِ ، وينابيعَ العلم . و سَلُوا اللهَ رزقَ

یومٍ بیومٍ . و لا یضُرّکم أن لا یُکثِرَلکم . حلیه ج۷ ص۲۷۴ .

یعنی " حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام نے (اپنی قوم سے) فرمایا۔ تم کتاب اللہ (انجیل) کے حافظ اور دینی علم کا سرچشمہ بنو۔ اور اللہ تعالی سے ایک ایک دن کا رزق مانگا کرو۔ اور اگر اللہ تعالی تمہیں (ایک وقت میں) زیادہ رزق نہ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے "۔

جو رزق ہمارا مقدر ہے وہ ضرور پہنچتا ہے۔ اس معاملے میں ایک کامل مؤمن زیادہ فکرمند نہیں ہوتا۔

اس سلسلے میں ایک حدیث پیشِ خدمت ہے۔

عن جابر رضی اللہ تعالی عنه قال : قال رسول اللہ ﷺ : لو أنّ ابنَ آدمَ هرب من رزقِه کما یهرِبُ من الموتِ لأدرکَه رزقُه کما یُدرکُه الموتُ . اخرجه ابونعیم فی الحلیة ج۸ ص۲۴۶.

" جابر رضی اللہ تعالی عنہ رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ اگر انسان اپنے رزق (جو اس کے مقدر میں لکھا جاچکا ہے) سے یوں بھاگے جس طرح وہ موت سے بھاگتا ہے تب بھی وہ رزق اسے ضرور پالیگا (یعنی اسے ضرور پہنچ کر رہیگا) جس طرح موت انسان کو بہرصورت گرفتار کرلیتی ہے "۔

رزق کے بارے میں ایک اور حدیث شریف ہے۔

عن ابی سعیدنِ الخدری رضی اللّٰہ تعالی عنه قال :
قال رسول اللّٰہ ﷺ : من سَخِطَ رزقَه و بثّ شکواہ و
لم یَصبِر لم یصعد له إلی اللّٰہ عمل . و لقی اللّٰہ عزّ وجلّ
وھو علیه غضبان . اخرجه الحافظ ابو نعیم فی الحلیة ج۳
ص۲۴۵ .

یعنی " جو شخص اپنے (مقدر شدہ) رزق پر (کسی وجہ سے) ناراض رہے اور زبان پر اس کی شکایت کرتا رہے اور صبر نہ کرے تو اس شخص کی کوئی عبادت اللہ تعالی کی طرف پہنچ کر مقبول نہیں ہوتی اور موت کے بعد اللہ تعالی سے وہ اس حالت میں ملاقات کریگا کہ اللہ تعالی اس شخص کے بارے میں سخت غصے میں ہوں گے "۔

افسوس...... کہ اس زمانے میں ہر انسان کو اپنا پیٹ پالنے کی فکر لگی ہوئی ہے اور اسی کی خاطر دن رات محنت کر کے مال کماتا ہے چاہے حلال ہو یا حرام۔ رزق حلال پر قناعت اور صبر کرنے والے لوگ اس دور میں بہت کم ہیں۔

کسی شاعر نے کہا ہے۔

گو ہو گئے شکم کے مطالب کے ترجمان
افسوس ہے کہ دل کے زبان داں نہیں رہے

انسان آئے دن ایسے واقعات و حالات دیکھتا ہے جو عُمر کی بے ثباتی کی دلیل ہوتے ہیں اور فکرِ آخرت کی تلقین کرتے ہیں مگر وہ ان سے عبرت حاصل نہیں کرتا۔ ایسے حالات و واقعات سے عبرت حاصل کرنیوالے لوگ

مفقود ہوگئے ہیں یا بہت کم ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

سامنا ہر دم قیامت کا مجھے جینے میں ہے
کچھ نہ پوچھو کس قدر بے چین دل سینے میں ہے
کیا ثباتِ عُمر بس اک جنبش فطرت کی دیر
زندگی کیا ہے فقط اک عکس آئینے میں ہے

مشہور ولی اللہ حضرت سہل بن عبداللہؒ کا قول ہے۔

المؤمِنُ أكرمُ على الله تعالى من أن يجعل رزقَه من حيثُ يحتسِبُ . يطمعُ المؤمنُ فی مَوضعٍ فيمنع من ذلك و يأتيه من حيث لايحتسِب . حلية الاولياء ج ۱۰ ص ۲۰۲ .

یعنی " مؤمن کا مقام اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بلند ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کا رزق صرف ایک جگہ سے جہاں اس کا خیال ہو متعین نہیں کرتے (بلکہ کئی ایسی جگہوں سے اسے رزق پہنچاتے ہیں جہاں اس کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا)۔ سو وہ ایک مقام سے رزق کی توقع رکھتا ہے لیکن وہاں سے اس کے ہاتھ کچھ نہیں آتا اور ایسی جگہ سے اسے رزق پہنچتا ہے جہاں اس کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا "۔

نیز حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ما من أحدٍ يسَّر الله له شيئًا من العبادة إلاّ فرّغه لتلك العبادة . ولا فرَّغ الله أحدًا إلاّ أسقطَ عنه مؤونة الرزق من أين يأخذه . و إلاّ جعل له مقامًا عنده . و جعل هذا العبد يُؤثِره فی كلّ حالٍ وعلى كلّ حالٍ . وما

من عبدٍ آثر اللّٰہ إلاّ سلّمه من الدُّنیا ولم یَکِلهُ إلی غیره .

حلیه ج ۱۰ ص ۲۰۲ .

یعنی " اللہ تعالی جس شخص کو عبادت کی توفیق دیں تو اسے عبادت کیلئے دیگر اشغال سے فارغ کر دیتے ہیں۔ اور جسے اللہ تعالی عبادت کیلئے فارغ کر دیں تو اس کے دل و دماغ سے رزق کے بارے میں یہ غم کہ رزق کہاں سے حاصل ہوگا دور فرما دیتے ہیں (یعنی اسے رزق ملتا رہتا ہے)۔

اور اللہ تعالی اس شخص کو اپنے ہاں اتنا بلند مرتبہ عطا فرما دیتے ہیں کہ اس کی برکت سے وہ ہر وقت اور ہر حال میں اللہ تعالی کی رضا کا خیال رکھتا ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالی کی رضا کا خیال رکھے اور ان کی رضا کو سب امور پر ترجیح دے تو اللہ تعالی اسے دنیاوی غموں اور مصیبتوں سے محفوظ رکھتے ہیں اور اسے غیر کے سپرد نہیں فرماتے "۔

آجکل مسلمانوں نے چونکہ اللہ تعالی کی طاعت و عبادت چھوڑ دی ہے اس لئے اللہ تعالی نے بھی اپنی خصوصی مدد و نصرت کا دروازہ بند کر دیا ہے۔

یاد رکھئے! اگر ہم نے اللہ تعالی کی بندگی کو اپنا مقصودِ زندگی بنایا تو اللہ جل جلالہ بھی اپنا وعدۂ نصرت پورا فرمائیں گے۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

طاعتِ باری سے دل کو شاد رکھ

إنَّ وَعدَ اللّٰه حَقٌّ یاد رکھ

اللہ جل جلالہ کے احکامات کی بجا آوری ہی صراطِ مستقیم ہے۔ اسی پر چلنا مسلمان کا فرض ہے۔

ہو اگر اکبرؔ تمہیں شوقِ صراطِ مستقیم
دیکھ لو قرآن میں مَن یَّعتَصِم باللہ کو

اللہ جل جلالہ کی اطاعت اور ان کے احکامات کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ہی مقصودِ زندگی ہے۔ اور یہ مقصد انبیاء علیہم السلام کی مقدّس تعلیمات سے معلوم ہوسکتا ہے۔

آجکل کے نام نہاد دانشور جو علمِ دین اور احکاماتِ خداوندی سے بے بہرہ ہیں اور قوم کے رہبر بنے ہوئے ہیں وہ زندگی کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں جانتے کہ کھاؤ، پیو اور کماؤ۔ خواہ حلال ہو یا حرام۔ ایسے دانشور قوم کی تباہی کا باعث ہوتے ہیں۔ ایسے جاہل دانشوروں ہی کے بارے میں کسی شاعر نے کہا ہے۔

کہا بقراط سے دنیا میں کیوں آیا تو اے ناداں
کہا اس نے کہ میں لایا گیا مجھ کو پڑا آنا
کہا کیونکر بسر کی عُمر، بولا ساتھ حیرت کے
کہا، کیا جانا، بولا کچھ نہیں جانا یہی جانا

حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے ولی اللہ، صاحبِ کشف بزرگ گزرے ہیں۔ ان کے متعدد اقوالِ ناصحانہ و عارفانہ کا ذکر گزر چکا ہے۔

کتابوں میں مذکور ہے کہ رزق کے بارے میں ان کا اپنا حال بڑا عجیب تھا۔ ظاہری طور پر ان کے رزق کا کوئی سبب نہ تھا۔ لوگ حیران ہوتے تھے کہ حضرت سہلؒ کہاں سے کھاتے ہیں؟

ان کی غذا ایک کرامت پر مبنی تھی۔ وہ اس طرح کہ ہر رات جنگل

سے ایک بکری خفیہ طور پر ان کے پاس آتی تھی اور وہ اس بکری کا دودھ دوہ کر پی لیتے تھے۔

علماء کرام کہتے ہیں کہ حضرت سہلؒ کے اکثر احوال پوشیدہ تھے۔ غیب سے ان کے پاس ضروریاتِ زندگی کا سامان پہنچتا تھا۔

حضرت احمد بن عمران ہرویؒ نے ابوالعباس خواصؒ کے اصحاب میں سے کسی صاحب سے ایک حکایت نقل کی ہے۔

وہ شخص کہتا ہے کہ مجھے حضرت سہل بن عبداللہؒ کی پوشیدہ کرامات اور ان کی عبادت کے بعض احوال پر مطلع ہونے کی بڑی خواہش تھی۔ اس غرض سے میں نے حضرت سہلؒ کے متعدد شاگردوں سے ان کے حالات دریافت کیئے۔

ایک رات اسی غرض سے میں خفیہ طور پر حضرت سہلؒ کی مجلس میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت سہلؒ نوافل پڑھنے میں مشغول ہیں۔ آپ نے لمبا قیام کیا اور لمبی لمبی رکعتیں پڑھتے رہے۔

اتنے میں جنگل سے ایک بکری آئی اور مسجد کا دروازہ اپنے سر سے کھٹکھٹانے لگی۔ سہلؒ نے جب وہ آواز سنی تو قیام مختصر کر کے رکوع وسجدہ کیا اور قعدہ کے بعد سلام پھیرا۔

پھر دروازہ کھولا اور ایک برتن لے کر مسجد سے باہر نکلے۔ بکری ان کے پاس کھڑی ہوگئی۔ انہوں نے برتن میں اس کا دودھ دوہا اور پیا۔ پھر اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور فارسی زبان میں، جو حضرت سہلؒ کی اپنی مادری زبان تھی، اس بکری کے ساتھ کچھ باتیں کیں۔

پھر وہ بکری جنگل میں چلی گئی اور حضرت سہلؒ واپس مسجد میں آکر پھر نوافل پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔

برادران اسلام! ایسے بزرگ بھی اس دنیا میں گزرے ہیں۔ وہ خود رُخصت ہو گئے لیکن ان کی کرامات اور ان کے عبرت انگیز و ایمان افروز حالات و واقعات کا ذکر آج بھی ہو رہا ہے۔ وہ دنیا میں بظاہر مسکین و فقیر رہے مگر وہ اللہ تعالی کے محبوب ترین بندے تھے۔

محبتِ خدا تعالی ہی مسلمان کا سرمایہ ہے۔ اللہ تعالی ہر مسلمان کو یہ عظیم سرمایہ اور یہ بے بہا نعمت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

بڑے بڑے دولتمند اور بادشاہ جو سیم و زر کے مالک تھے وہ بھی دنیا سے چلے گئے اور دو گز زمین میں مدفون ہوئے اور ابوذر غفاری، سلمان فارسی اور دیگر بے شمار فقراء صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم جیسے اولیاء اللہ و اہل اللہ جو بظاہر غریب و مسکین تھے وہ بھی دنیا سے رخصت ہو گئے اور دو گز قبر میں مدفون ہوئے۔ لیکن ان بزرگوں کی قبریں جنت کے باغیچے ہیں اور ناجائز سیم و زر کے مالکوں کی قبریں دوزخ کے گڑھے ہیں۔

وہ دولتمند لوگ جو حرام اور ناجائز طریقوں سے سیم و زر کے مالک بنے تھے، قبر میں انہیں مال کا کیا فائدہ پہنچا؟ اور فقراء صحابہ و اولیاء اللہ جو تنگدست اور مسکین تھے، غربت و افلاس کی وجہ سے انہیں قبر میں کیا نقصان پہنچا؟ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

فزوں ہے سود سے سرمایۂ حیات ترا
میرے نصیب میں ہے کاوش زیاں پھر کیا

ہَوا میں تیرتے پھرتے ہیں تیرے طیّارے

مرا جہاز ہے محرومِ بادباں پھر کیا

فارسی کے ایک شاعر کے اشعار اِن سے بھی زیادہ واضح اور رقّت انگیز ہیں۔ وہ کہتا ہے۔

قوی شدیم چہ شد ناتواں شدیم چہ شد

چنیں شدیم چہ شد یا چناں شدیم چہ شد

بہیچ گونہ دریں گلستاں قرارے نیست

تو گر بہار شدی ما خزاں شدیم چہ شد

(۱) " ہم نے اس دنیا سے بہرصورت رخصت ہونا ہے۔ یہاں کی ہر حالت فانی ہے۔ لہٰذا ہم انسانوں میں سے اگر بعض افراد طاقتور ہوئے تو کیا فائدہ؟ اور اگر بعض افراد ناتوان رہے تو کیا نقصان؟ اُس طرح ہوئے تو کیا نفع اور اِس طرح ہوئے تو کیا تاوان؟

(۲) کیونکہ کسی طرح اور کسی حالت میں بھی گلستانِ رنگ و بو میں قرار و بقانہیں۔ اگر تم بہار اور مسرتوں سے ہم آغوش ہوئے اور ہم خزاں و غموں اور مصائب کے شکار ہوئے تو اس سے کیا فرق پڑ سکتا ہے۔ اس لئے کہ دونوں صورتیں فانی اور غیر باقی ہیں "۔

برادران اسلام! تقویٰ اور خوفِ خدا تعالی سب سے بڑی دولت ہے۔ رزقِ حلال پر صبر و قناعت کرنا اگرچہ وہ رزق تھوڑا ہو باعثِ اطمینان ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں ایک جامع و مفید حدیثِ نبوی پیشِ خدمت ہے۔

یہ حدیث نہایت جامع و نافع ہے۔ اس میں رزقِ قلیل پر قناعت کرنے اور اکتسابِ مال کے سلسلے میں محنت و مزدوری کو عار نہ سمجھنے کی فضیلت کے علاوہ بہت سے اہم امور کا تذکرہ ہے۔

عن علی رضی اللہ تعالی عنه قال: قال رسول الله ﷺ: من نقَلَه الله عز و جل من ذُلّ المعاصی إلى عِزّ التقوى أغناه بلا مالٍ، و أعزَّه بلا عشيرةٍ، و آنسه بلا أنيس. و مَن خاف الله أخاف الله تعالى منه كُلَّ شئٍ. و مَن لم يخف الله أخافَه الله من كلّ شئ. و مَن رضی بالله باليسير من الرّزق رضی الله تعالى عنه. و مَن لم يستحی من طلب المعيشة خفّت مؤُونته، و رخی باله، و نعم عيالـه. و من زهد فی الدّنيا ثبّت الله الحكمة فی قلبه، و أنطق الله بها لسانه، وأخرجه من الدّنيا سالـمًا إلى دار القرار.

اخرجه ابونعیم فی الحلیة ج۳ ص۱۹۱ وقال: هذا حديث غريب لم يروه مرفوعًا مسندًا إلاّ العترة الطيبة خلفها عن سلفها بهذا السند، أی:

حدثنـا محمد بن عمر عن القاسم بن محمد بن جعفر بن محمد بن عبدالله بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنهم حدثنی ابی عن ابيه عن ابی عبدالله جعفر بن محمد بن علی عن ابيه عن علی بن

الحسین بن علی عن امیر المؤمنین علیؓ رضی اللہ تعالی عنہ . الحدیث .

یعنی ” حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نبی ﷺ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں (جس میں آپ ﷺ نے پانچ اہم امور کا ذکر فرمایا ہے)۔

امر اوّل۔ جس شخص کو اللہ تعالی ذلتِ گناہ سے نکال کر عزتِ تقویٰ سے ہم آغوش کر دیں اسے اللہ تعالی تین نعمتوں سے سرفراز فرما دیتے ہیں۔ اول یہ کہ مال و دولت کے بغیر اسے غَنی کر دیتے ہیں (یعنی غناءِ قلبی اسے نصیب ہو جاتی ہے۔ مشہور مقولہ ہے ”تونگری بدِل است نہ بمال“)۔ دوسری نعمت یہ کہ قوم و قبیلہ کے بغیر اسے معزز کر دیتے ہیں۔ تیسری نعمت یہ کہ کسی انیس و ہم نشین کے بغیر اسے اطمینانِ قلبی نصیب فرما دیتے ہیں۔

امر ثانی۔ جس شخص کے دل میں خوفِ خدا تعالی جاگزیں ہو جائے تو اللہ تعالی ہر شے کے دل میں اس شخص کا خوف ڈال دیتے ہیں اور جس شخص کے دل میں خوفِ خدا تعالی نہ ہو تو اللہ تعالی ہر شے کا خوف اس شخص کے دل میں ڈال دیتے ہیں۔

امر ثالث۔ جو شخص اللہ تعالی کے دیئے ہوئے تھوڑے رزق پر راضی ہو جائے تو اللہ تعالی اس سے راضی ہو جاتے ہیں۔

امر رابع۔ جو شخص طلبِ رزق اور حلال روزی کے حصول میں محنت اور جدّ و جہد کرنے سے شرم نہ کرے اور حصولِ رزق کا جو جائز طریقہ

بھی سامنے آئے وہ اس پر عمل کرنے میں جاہ و منزلت کو رُکاوٹ نہ بننے دے تو اس کا بوجھ ہلکا ہوگا، دل مطمئن ہوگا اور اہل و عیال خوشحال ہوں گے۔

امر خامس۔ جو شخص دنیا کی رغبت اپنے دل سے نکال دے تو اللہ تعالیٰ علم و حکمت سے اس کا دل بھر کر اس علم و حکمت کو اس شخص کی زبان پر جاری فرما دیتے ہیں اور دنیا سے آخرت کی طرف صحیح و سالم (ایمان کے ساتھ) رخصت فرماتے ہیں"۔

حضرات کرام! مذکورہ صدر حدیث میں کتنی پیاری اور قیمتی باتیں مذکور ہیں۔ کتنے مبارک ہیں وہ لوگ جو ان باتوں پر عمل پیرا ہوں اور ان پانچوں خصال سے متصف ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق بخشیں۔ آمین۔

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

جس کے سینے میں دلِ آگاہ ہے — اس کے لب پر اللہ ہی اللہ ہے
منزلِ قومی سے آتی ہے صدا — جو نہیں ہے قبلہ رُو گمراہ ہے
ساری دنیا کو جو چھوڑے بہرِ حق — ساری دنیا میں اسی کی واہ ہے
لاالٰہ آسان ہے سائنس میں — فلسفے میں مشکل اِلّا اللہ ہے
قبر پر کر اک تعمّق کی نظر — بحرِ ہستی کی یہی پرتھاہ ہے

اللہ عزّ و جلّ ہمیں ذلتِ حرص و ہوا اور ذلتِ گناہ سے نکال کر شرافتِ قناعت و عزتِ تقویٰ سے ہمکنار کر دیں۔ آمین۔

آج مسلمان مال و دولت اور دنیاوی امور کی باتوں سے زیادہ

خوش ہوتے ہیں جبکہ ہمارے اسلاف اور بزرگ دینی باتوں سے اور نصیحت سننے سنانے سے زیادہ خوش ہوتے تھے۔

حافظ ابونعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۹۳ میں لکھا ہے کہ مشہور محدث حضرت سفیان ثوریؒ نے حضرت جعفر بن محمد بن علی بن حسین رحمہ اللہ تعالیٰ سے بوقتِ ملاقات کہا۔

لا أقوم حتّٰی تحدّثنی ۔ یعنی ''جب تک آپ مجھے کوئی حدیث یا نصیحت کی بات نہیں سنائیں گے میں یہاں سے نہیں جاؤنگا''۔

حضرت جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ اچھا میں آپ کو صرف تین باتوں کی نصیحت کرتا ہوں۔ زیادہ باتوں سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اول یہ کہ اگر آپ دوامِ نعمت اور اس کی زیادتی کی خواہش رکھتے ہیں تو نعمت حاصل ہونے پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور شکر زیادہ بجالایا کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔

لَئِن شکرتم لأَزِیدنّکم ۔ ''اگر تم نعمتوں کا شکر بجالاؤ گے تو میں تمہیں مزید نعمتیں عطا کرونگا''۔

دوم یہ کہ اگر رزق میں تنگی پیش آجائے تو کثرت کے ساتھ استغفار کیا کریں۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں ہے۔

استغفروا ربّکم إنّہ کان غفّارًا یرسل السماء علیکم مدرارًا ویمددکم بِأموالٍ و بنینَ ویجعل لکم جنّٰتٍ و یجعل لکم أنھرًا ۔ (سورۂ نوح۔ آیت ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۲)

یعنی ''تم اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگو۔ بیشک وہ بخشنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تم پر آسمان سے بارش برسائیں گے اور اموال و اولاد سے تمہاری مدد فرمائیں گے اور تمہیں باغات اور نہروں سے نوازیں گے "۔

سوم یہ کہ اے سفیان! جب آپ کو حاکمِ وقت یا کسی اور سے خوف و خطرہ ہو تو لاحول ولا قوّة إلاّ باللہ کثرت سے پڑھا کریں کیونکہ یہ کشائشِ غم و مصیبت کی چابی ہے اور جنت کے خزانوں میں سے ایک (عجیب) خزانہ ہے۔

حلیۃ الاولیاء میں مذکور اس واقعہ کی عربی عبارت یہ ہے۔

قال له (أی جعفر لسفیان) : أنا أُحدِّثك وما كثرة الحدیث لك بخیر . یا سفیان ! إذا أنعم الله علیك بنعمةٍ فأحببتَ بقاءها ودوامها فأكثر من الحمد والشكر علیها . فان الله عزوجل قال فی كتابه : لئن شكرتم لأزیدنّكم .

و إذا استبطأتَ الرزق فأكثر من الاستغفار . فإن الله تعالى قال فی كتابه : استغفروا ربّكم إنّه كان غفّارًا . یرسل السماء علیكم مدراراً . و یمدِدكم بأموالٍ و بنینَ و یجعل لكم جنّٰتٍ و یجعل لكم أنهٰرا .

یا سفیان ! إذا حزبك امر من سلطانٍ او غیره فأكثر من لاحول ولا قوّة إلاّ بالله . فانّها مفتاح الفرج و كنز من كنوز الجنة . حلیه ج۳ ص۱۹۳ .

اس قصے کے راوی امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ اس نصیحت سے بہت زیادہ متأثر ہوئے اور انگلیوں سے گننا شروع کیا اور

کہنے لگے۔ ہاں یہ تین باتیں کتنی اہم اور عظیم الشان ہیں۔ حضرت جعفر صادقؒ نے فرمایا۔ ہاں۔ واللہ! سفیان ثوری پوری طرح سمجھ گئے ہیں اور اللہ تعالی ان باتوں کے ذریعے انہیں ضرور نفع پہنچائیں گے۔

اس واقعے کے عربی الفاظ یہ ہیں۔ قال : فعقد سفیانُ بیده و قال : ثلاث وأیُّ ثلاثٍ . قال جعفر : عقَلَها والله ابوعبدالله و لینفعنَّه الله بها .

برادران اسلام! ایسی دینی باتوں اور قیمتی نصیحتوں پر عمل پیرا ہونا ہی مسلمانوں کو تخت شاہی عطا کرتا ہے اور یہی ان کی اصل طاقت ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

خدا کی یاد ہے طاقت ہماری مصلّٰی ہے ہمارا تخت شاہی
ہماری فوج ہے اخلاق حسنہ ہمارا حصن ہے ترکِ مناہی
بلند اپنی نظر ہے فضلِ حق سے کریگی کیا کسی کی کم نگاہی

افسوس صد افسوس ...... کہ آج لوگ دعوے تو بڑے بڑے کرتے ہیں اور ہر شخص کامل مسلمان ہونے کا مدعی ہے لیکن ان کے باطن سوز و گداز سے خالی ہیں اور دل اللہ تعالی کی یاد سے غافل ہیں۔

عبث اظہار خودی میں ہے یہ مستی میری
وقت کے ساتھ اُڑی جاتی ہے ہستی میری
خس و خاشاک بھی ہو جاتے ہیں شعلے سے بلند
سوز باطن کے نہ ہونے سے ہے پستی میری

حضرت جعفر صادقؒ کی مذکورہ صدر نصیحت میں ذکر اللہ یعنی اللہ

تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کا شکر و استغفار کرنے اور **لا حول و لا قوّة إلاّ باللہ** کثرت سے پڑھنے کی تاکید ہے۔ یہی مسلمان کی سب سے بڑی تجارت ہے۔

تجارت دو قسم پر ہے۔ اوّل دنیاوی تجارت، دوم اُخروی تجارت۔ دنیاوی تجارت بندوں کے مابین ہوتی ہے اور اخروی تجارت اللہ تعالیٰ اور بندے کے مابین ہوتی ہے۔

دنیاوی تجارت کے فوائد و منافع چونکہ ظاہر ہوتے ہیں اس لئے لوگ اس تجارت پر خوش ہوتے ہیں۔ جبکہ یہ سب کچھ عارضی ہے۔

اور اُخروی تجارت کے فوائد و منافع اگرچہ یہاں دنیا میں ظاہر نہیں ہوتے لیکن وہ فوائد و منافع دائمی ہیں۔ آخرت میں انسان ان فوائد و منافع سے ہمیشہ مالامال رہیگا۔

اُخروی تجارت کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔

إنّ اللہ اشترٰی من المؤمنین أنفُسهم و أموالَهم بأنّ لهم الجنّة . پ ۱۱۔ التوبہ۔ آیت ۱۱۱۔

یعنی " اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے جنت کے بدلے میں ان کی جانیں بھی خرید لی ہیں اور ان کے اموال بھی "۔

یہ اُخروی تجارت بندہ اپنے ذکر و استغفار اور اپنی عبادت کے ذریعے سے کرتا ہے۔ جس کی بدولت انسان مغفرتِ خداوندی اور جنت کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

ہمارے بزرگ اس دوسری قسم کی تجارت پر زیادہ خوش ہوتے تھے۔ یہ کتنی مبارک تجارت ہے کہ تھوڑی سی عبادت، ذکر اللہ، حمد و شکر اور استغفار سے انسان کو جنت اور رضائے خدا تعالیٰ ایسی عظیم دولت حاصل ہو جاتی ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

خود کہ یابی این چنیں بازار را   کہ بیک جو مے خری گلزار را

یعنی " آپ کو دنیا میں ایسا بازار (منڈی) نہیں مل سکتا سوائے بازار تجارتِ اخرویہ کے کہ جَو کے ایک دانے ایسی قلیل شے سے آپ ایک بڑے عریض و وسیع باغ کو خرید لیں "۔

ذکر اللہ سے متعلق ایک عجیب حدیثِ مبارک سن لیں۔

عن انس رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالَ : ما من قومٍ اجتمعوا یذکُرُون اللہ تعالی لا یریدون بذلک إلاّ وجهه إلاّ ناداهم منادٍ من السماء : أن قوموا مغفورًا لکم قد بدلتُ سیّئاتِکم حسناتٍ . اخرجه الحافظ ابونعیم فی الحلیة ج۳ ص۱۰۸ .

" حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی علیہ السلام کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ جو گروہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے ذکر اللہ کیلئے جمع ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ بحکمِ خدا تعالیٰ اس گروہ کو یہ مژدہ سناتا ہے کہ اللہ سبحانہ نے تم سب کو بخش دیا اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا "۔

دیکھئے۔ اخروی تجارت کتنی نفع بخش ہے۔ تھوڑے سے ذکر اللہ سے مغفرتِ خداوندی حاصل ہوگئی اور گناہ نیکیوں سے بدل دیئے گئے۔

آخرت کی مسرتیں اور خوشیاں حاصل کرنے کیلئے دل کو دنیا کی محبت سے خالی کرنا ہوگا۔ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے آزادی حاصل کرنا ہوگی۔

ایک شاعر اس موضوع کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

اگر منظور ہو تجھ کو خزاں نا آشنا رہنا
جہانِ رنگ و بو سے پہلے قطع آرزو کر لے
تجھے کیوں فکر ہے اے گُل دلِ صد چاک بلبل کی
تو اپنے پیرہن کے چاک تو پہلے رفو کر لے
تمنا آبرو کی ہے اگر گلزارِ ہستی میں
تو کانٹوں میں الجھ کر زندگی کرنے کی خُو کر لے
صنوبر باغ میں آزاد بھی ہے پابگِل بھی ہے
انہی پابندیوں میں حاصل آزادی کو تو کر لے

اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے بچاتے ہوئے اُخروی تجارت یعنی ذکر اللہ و عبادت کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

حلیۃ الاولیاء (ج ۳ ص ۱۹۵) میں جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک قیمتی و مفصل بیان درج ہے۔ وہ حکیمانہ و عارفانہ بیان نہایت جامع و مفید ہے۔ اس میں حضرت جعفر صادقؒ اپنے صاحبزادے حضرت موسیٰ الکاظم رحمہ اللہ تعالیٰ کو نصیحت فرماتے ہیں۔ وہ بیانِ نصیحت آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

اس نصیحت میں کامیاب زندگی کے تقریباً سارے اصول بتائے

گئے ہیں۔ اس بیان میں مذکور باتوں پر عمل کرنا بلاریب دنیا و آخرت میں کامیابی کا باعث ہے۔

وہ بیانِ نصیحت اگرچہ مفصل و طویل ہے لیکن نہایت مفید و جامع و لطیف ہے۔ اسی وجہ سے یہ بندۂ عاجز یہاں اس کا ذکر ضروری سمجھتا ہے۔

اس بیان میں پہلی بات رزق سے متعلق ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ اپنے حصۂ رزق پر راضی ہونا چاہیے۔ یہ دل کی غنا ہے اور یہی سب سے بڑی دولت ہے۔ غیر کے مال پر نگاہ رکھنے والا فقیر و تنگدست ہی مرتا ہے۔ طمع و لالچ بڑا فقر ہے اگرچہ طمع کرنے والا خود صاحبِ مال ہو۔

اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق پر (اگرچہ وہ تھوڑا ہو) راضی رہنا ایمانِ کامل کی علامت ہے اور اس پر راضی نہ ہونے کا نتیجہ بہت برا ہے۔ گویا یہ شخص اللہ تعالیٰ پر اس کے فیصلوں اور تقدیر و قضا کے بارے میں تہمت لگاتا ہے۔ اور اللہ جل جلالہ پر ایسی تہمت لگانا اور اعتراض کرنا بدبختی و شقاوت کی علامت ہے۔

افادۂ عوام و خواص کی خاطر ہم آگے حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کی قیمتی نصیحت کی عربی عبارت ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت ہیثم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعض شاگردوں اور رفقاء نے مجھے بتایا کہ وہ ایک مرتبہ حضرت جعفر صادقؒ سے ملنے گئے۔ آپ کے سامنے آپ کے صاحبزادے حضرت موسیٰ کاظمؒ بیٹھے تھے اور آپ اپنے صاحبزادے کو یہ نصیحت فرما رہے تھے۔

یا بُنیَّ ! إقبل وصیّتي و احفظ مقالتي فإنّك إن

حفظتَـها تعيشُ سعيدًا و تموتُ حميدًا .

(۱) يا بُنيَّ ! مَن رَضِيَ بما قُسم له إستغنى . و من مدَّ عينيه إلى ما فى يد غيره ماتَ فقيرًا . و من لم يرض بما قسمه الله له إتّهم الله فى قضائه .

(۲) و من استصغر زِلّة نفسه استعظم زِلّة غيره . و من استصغر زلّة غيره استعظم زلّة نفسه .

(۳) يا بُنيَّ ! مَن كشف حجاب غيره انكشفت عوراتُ بيتِه .

(۴) و من سلَّ سيف البغى قتل به .

(۵) و من احتفر لأخيه بئرًا سقط فيها .

(۶) و من داخَلَ السُّفهاءَ حُقِّرَ . و من خالط العلماء وُقِّر .

(۷) و من دَخل مَداخلَ السّوءِ اتّـهم .

(۸) يا بُنيَّ ! إيّاك أن تزرى بالرّجال فيُزرٰى بِك .

(۹) و إيّاكَ والدّخولَ فيما لايعنِيك فتذلّ لذلك .

(۱۰) يا بُنيَّ ! قُل الحقّ لك أو عليك . تستشان من بين أقرانِك .

(۱۱) يا بُنيَّ ! كُن لكتابِ الله تالياً .

(۱۲) و للاسلامِ فاشِياً .

(۱۳) و بالمعروفِ آمرًا و عن المنكرِ ناهياً .

(۱۴) و لمن قطعك واصلاً . و لمن سكت عنك مبتدِئًا .

(۱۵) و لمن سألكَ مُعطياً .

(۱۶) و إيّاك و النميمة فانها تزرع الشحناء في قلوب الرجال .

(۱۷) و إيّاك و التعرُّض لعيوب الناس ، فمنزلةُ التعرُّض لعيوب الناس بمنزلة الهدفِ .

(۱۸) يا بُنيَّ ! إذا طلبتَ الجودَ فعليك بمعادنه . فانّ للجود معادن ، وللمعادن اُصولاً ، وللاصولِ فروعاً ، و للفروع ثمرًا ، و لا يطيب ثمر إلّا بِاصُولٍ ، و لا أصل ثابت إلاّ بمعدن طيب .

(۱۹) يا بُنيَّ ! إن زُرتَ فزر الأخيار . ولاتزُر الفُجّارَ فانّهم صخرة لايتفجَّرُ ماؤُها ، وشجرة لا يخضرُّ ورقُها ، و أرض لا يظهرُ عُشبُها .

قال علي بن موسى : فما ترك هذه الوصية الى ان توفي . حليه ج۳ ص۱۹۵ .

یعنی " اے میرے پیارے بیٹے ! میری وصیت ونصیحت یاد کر اوراس پرعمل کر۔اس سے تیری زندگی بھی سعادتمند اور قابل رشک ہوگی اورموت بھی قابلِ صد تعریف ہوگی۔

(۱) اے میرے پیارے بیٹے ! جوشخص اللہ تعالی کی تقسیمِ رزق

پر راضی ہو جائے وہ غنائے قلبی کے ذریعے مستغنی رہتا ہے۔اور جو غیر کے مال پر طمع یا حسد کے طور پر نگاہ رکھے وہ فقیر و مسکین ہی مرتا ہے۔اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق پر راضی نہ ہو وہ اللہ جل جلالہ پر برے اور غلط فیصلے کرنے کی تہمت لگاتا ہے (جو انتہائی تباہ کن بات ہے)۔

(۲) اور جو شخص اپنے گناہ کو کم سمجھے وہ غیر کے گناہ کو بڑا سمجھتا ہے (اور یہ بڑی بُری بات ہے) اور جو غیر کے گناہ کو کم سمجھے وہ اپنی لغزش اور اپنے گناہ کو بڑا اور نہایت خطرناک سمجھتا ہے (اور اپنے گناہ کو بڑا سمجھنا نیک بختی کی علامت ہے)۔

(۳) جو شخص دوسروں کے عیوب ظاہر کرے تو اس پاداش میں کسی وقت اس کے اور اس کے اہلِ خانہ کے چھپے ہوئے عیوب ظاہر ہو جائیں گے۔ (لہٰذا دوسروں کی پردہ دری سے اپنے آپ کو بچاؤ)۔

(۴) جو شخص شر و فساد کی تلوار نیام سے باہر نکالتا ہے (یعنی فساد برپا کرنے کیلئے تلوار نکالتا ہے) تو وہ خود اسی تلوار سے قتل کیا جاتا ہے (لہٰذا سرکشی اور شر و فساد سے اپنے نفس کو محفوظ رکھو)۔

(۵) جو شخص دوسروں کی ہلاکت کیلئے گڑھا کھودے تو وہ خود اس میں گر کر تباہ ہوتا ہے۔

(۶) جو بیوقوفوں اور بے دینوں کے ساتھ رہتا ہو وہ حقیر و ذلیل سمجھا جاتا ہے اور جو علماء و اولیاء کی صحبت میں رہتا ہو وہ معزز و محترم سمجھا جاتا ہے۔

(۷) جو شخص بری اور ناپسندیدہ جگہوں میں جائے وہ متّہم ہوتا

ہے۔ یعنی لوگ اسے بھی برا سمجھتے ہیں۔

(۸) اے پیارے بیٹے! لوگوں پر عیوب کی تہمت نہ لگانا ورنہ وہ بھی مقابلے میں تجھ پر تہمت لگائیں گے۔

(۹) بے فائدہ امور میں نہ گھسنا ورنہ ذلیل ہو جاؤ گے۔

(۱۰) اے پیارے بیٹے! حق بات کہا کر خواہ وہ دنیاوی لحاظ سے تیرے لئے مفید ہو یا غیر مفید۔ اس بات کے ذریعے اپنے ہم عمروں میں تیری شان بلند رہے گی۔

(۱۱) اے پیارے بیٹے! قرآن پاک کی تلاوت کثرت سے کیا کر (کیونکہ یہ بہت بابرکت کام ہے)۔

(۱۲) اشاعتِ اسلام کی کوشش کیا کر (کیونکہ یہ مسلمان کا فرض ہے)۔

(۱۳) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کر (یعنی لوگوں کو نیک کام کرنے اور برے کام چھوڑنے کی تبلیغ کیا کر کیونکہ تبلیغ بہت ضروری ہے)۔

(۱۴) اور جو رشتہ دار جھگڑ کر یا کسی اور وجہ سے تجھ سے رشتہ توڑ دے تو تو محبت واحسان سے اس رشتے کو جوڑنے کی کوشش کیا کر اور جو عزیز اور دوست قطع تعلق کر کے تجھ سے بات کرنا چھوڑ دے تو تو پہل کر کے اس کو منانے کی کوشش کیا کر۔

(۱۵) جو شخص تجھ سے کچھ مانگے تو تُو حسبِ استطاعت اسے کچھ دیا کر۔

(۱۶) چغلی (یعنی ایک شخص کی بات دوسرے شخص تک شرارت

کی نیت سے پہنچانے کی بُری خصلت) سے بچا کر کیونکہ چغلی سے دلوں میں افتراق اور بغض پیدا ہوتا ہے۔

(۱۷) لوگوں کے عیوب کے درپے نہ ہوا کر کیونکہ یہ کام اپنے آپ کو لوگوں کی زبانوں کا نشانہ بنانے کے مترادف ہے۔

(۱۸) اے پیارے بیٹے! جب کسی سے کچھ مانگنا ہو تو معدنِ جُود یعنی شریف النسب انسان سے مانگ۔ کیونکہ جود و سخاوت کے اپنے معدن یعنی مرکز ہوتے ہیں اور معدن کے اصول ہوتے ہیں اور اصول کے فروع اور فروع کا ثمر یعنی پھل ہوتا ہے اور پھل کا شیریں ہونا اصل کا مرہونِ منت ہوتا ہے اور اصل کا ثابت و محکم ہونا پاکیزہ معدن یعنی پاکیزہ نسب پر موقوف ہوتا ہے۔

(۱۹) اے پیارے بیٹے! اگر کسی سے ملاقات کرنی ہو تو علماء کی زیارت و ملاقات کر اور فاجروں کی صحبت سے بچ کیونکہ فاجر لوگ اس چٹان کی طرح ہیں جس سے ذرّہ بھر پانی نکلنے کی توقع نہیں ہوتی اور اس خشک درخت کی طرح ہیں جس کے پتے کبھی سرسبز نہیں ہوتے اور اس زمین کی طرح ہیں جس پر کبھی گھاس نہیں اگتی۔

علی بن موسیٰ بن جعفرؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد موسی بن جعفرؒ موت تک اس نصیحت پر کاربند رہے "۔

برادران کرام! یہ اس قیمتی نصیحت کی انیس ۱۹ باتیں ہیں جو کہ نہایت اہم ہیں۔ ان پر عمل کرنے سے دنیا و آخرت کی مسرتیں اور خوشیاں نصیب ہوسکتی ہیں۔ مگر افسوس کہ آجکل ان زریں باتوں میں سے صرف چند باتوں

پر عمل کرنے والے لوگ بھی نادر و نایاب ہیں۔

خیر و شر، نیک و بد اور حسنات و سیئات جاننے والے تو بہت ہیں مگر عمل کرنے والے بہت تھوڑے ہیں۔ ایک شاعر نے ان دو ابیات میں اس موضوع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

عالم نے یہاں قبول و ردّ کو جانا
دیکھا دنیا کو نیک و بد کو جانا
عاقل وہ ہے کہ جس نے ہنگام عمل
اپنی قوت کو اپنی حد کو جانا

یہ دنیا عیش و عشرت کی جگہ نہیں ہے۔ اس کی ظاہری رنگینی اور خوبصورتی فریب ہے۔ مومن کیلئے ضروری ہے کہ ہر وقت آخرت کی تیاری میں مصروف رہے۔

ایک شاعر کہتا ہے۔

ہر ساعت رخت بستہ دنیا میں رہے
مغموم و ملول و خستہ دنیا میں رہے
عاشورہ ہے ہر روز پس از قتلِ حسین
مؤمن اب دل شکستہ دنیا میں رہے

آجکل لوگ دنیاوی چیزوں اور دنیاوی فنون و علوم پر نازاں ہیں، سیم و زر کی کثرت پر شاداں ہیں۔ لیکن موت کے وقت پتہ چل جائیگا کہ یہ سب فریب تھا اور جہالت تھی۔ نیز موت کے بعد معلوم ہوجائیگا کہ طاعت، ذکراللہ، عبادت، دینی باتوں اور نیک کاموں کے سوا کوئی چیز نفع

نہیں دے سکتی۔

ہر ایک سے سنا نیا فسانہ ہم نے
دیکھا دنیا میں اِک زمانہ ہم نے
اول یہ تھا کہ سیم و زر پہ تھا ناز
آخر یہ کھلا کہ کچھ نہ جانا ہم نے

مال و دولت کی کثرت پر خوش ہونے اور اس میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے کی بجائے طاعت و عبادت پر خوش ہونا چاہئے اور اس میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے کی اور آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اس سلسلے میں ایک حدیث شریف پیشِ خدمت ہے۔

عن معاوية بن قرة قال : قال ابو الدرداء رضى الله تعالى عنه : ليس الخيرُ أن يكثر مالُك و ولدُك . و لكنّ الخيرَ أن يعظم حلمُك ، و يكثر علمُك ، و أن تبارِىَ الناسَ فى عبادةِ اللهِ تعالى . فإن أحسَنتَ حمدتَ الله تعالى . و إن أسأتَ استغفرتَ الله عزّ و جلّ . حليه ج۱ ص۲۱۲ .

”معاویہ بن قرّہ ابوالدرداء رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ خیر کثیر یہ نہیں ہے کہ مال و اولاد و اسبابِ دنیویہ زیادہ ہوں بلکہ خیر کثیر یہ ہے کہ دینی دانائی زیادہ ہو، علم زیادہ ہو اور یہ کہ لوگوں کے ساتھ طاعت و عبادتِ خدا تعالی میں مقابلہ کیا جائے۔ یعنی عبادت میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ نیز خیرِ کثیر یہ

ہے کہ طاعت اور نیک کام کی بجا آوری پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے اور گناہ سرزد ہو جانے پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی جائے ''۔

آخرت سے غافل اور دنیا کو مقصود بنانے والوں کے بارے میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ رقّت انگیز اور رُلانے والا قول حلیۃ الاولیاء میں درج ہے۔

عن جعفر بن یرقان قال : بلغنا انّ سلمانَ الفارسی رضی اللہ تعالی عنہ کان یقول : أضحکَنی ثلاث و أبکانی ثلاث :

ضحکتُ من مؤمّل الدّنیا والموتُ یطلُبُہ ، وغافلٍ لا یغفل عنہ ، و ضاحكٍ مِلءَ فیہ لا یدرِی أمُسخِط ربّہ أم مرضِیہ .

و أبکانی ثلاث : فراق الأحبّۃِ محمدٍ و حِزبِہ . و ھولُ المطّلع عند غمراتِ الموت . و الوُقوف بین یدی اللہِ تعالی ربّ العالمین حین لا أدری إلی النار انصرَافی أم الی الجنّۃِ . حلیۃ الاولیاء للحافظ ابی نعیم ج۱ ص۲۰۷ .

یعنی '' جعفر بن یرقانؒ کہتے ہیں کہ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ تین قسم کے آدمیوں نے مجھے بڑا ہنسایا اور تین قسم کی چیزوں نے مجھے بہت رُلایا۔

جن تین اشخاص کی غفلت نے مجھے حیران کر کے ہنسایا وہ یہ ہیں۔

اول وہ شخص جو دنیا سے لمبی لمبی امیدیں وابستہ رکھے اور لمبی سکیمیں

بنائے حالانکہ موت اسے طلب کر رہی ہے۔

دوم وہ شخص جو موت کے حملے سے غافل ہو اور غفلت کی زندگی گزار رہا ہو حالانکہ موت اس سے غافل نہیں ہے۔

سوم وہ شخص جو ہر وقت ہنستا رہے اور قہقہے لگاتا رہے اور یہ خیال نہ کرے کہ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوں گے یا راضی۔

اور جن تین چیزوں نے مجھے بہت رُلایا وہ یہ ہیں۔

اول اپنے احباب یعنی محمد ﷺ اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فراق اور موت نے۔

دوم حالتِ نزع اور حالتِ موت کے ہولناک منظر نے۔

سوم قیامت کے دن اللہ جل جلالہ کے سامنے حساب کیلئے کھڑا ہونے نے۔ جبکہ اس وقت مجھے یہ پتہ نہیں ہوگا کہ میرا انجام دوزخ ہے یا جنت"۔

ایک شاعر نے موعظت کی بڑی اچھی بات کہی ہے۔ وہ کہتا ہے۔

روشن سینے میں شمعِ ایماں کر دے
دل تیری طرف رہے وہ ساماں کر دے
دنیا سے ہو بے خبر ترے شوق میں روح
یاربّ ہم سب پہ زیست آساں کر دے

افسوس صد افسوس...... کہ آج مسلمان صرف دنیاوی امور کیلئے تگ و دو میں مصروف ہیں۔ آخرت کی انہیں کچھ فکر نہیں۔ کسی شاعر نے یہی بات کہی ہے۔

اک روز بھی تارکِ تگ و دو نہ ہوئے

فارغ از بحثِ گندم و جَو نہ ہوئے

جمعیتِ دل کہاں حریصوں کو نصیب

ننانوے ہی رہے کبھی سَو نہ ہوئے

برادران اسلام! میرے مذکورہ صدر مفصل بیان میں عبادت کرنے اور آخرت کی طرف زیادہ توجہ دینے کا ذکر تھا۔ لیکن یاد رکھیں اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ دنیا ترک کردیں۔ اہل و عیال اور جائیداد وغیرہ سب کچھ چھوڑ کر رہبانیت اختیار کرلیں اور شہروں سے نکل کر جنگلوں میں جابیٹھیں۔

نہیں نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں اور نہ ہی یہ انبیاء علیہم الصلاۃ و السلام کی تعلیم ہے۔ میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی تعلیمات سے متضاد باتوں کی ترغیب نہیں دے رہا۔

ہمارے نبی محمد ﷺ کی مقدس تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ اصل مقصود آخرت ہے اور سب سے بڑا مطلوب رضائے خدا تعالیٰ ہے۔ دنیا اور مال و دولت انسان کے اصلی مقاصد نہیں ہیں۔ یعنی مال و دولت وغیرہ دنیاوی چیزیں مقصود بالذات نہیں ہیں۔ مقصود بالذات صرف رضائے خدا تعالیٰ ہے۔

میرے اس تفصیلی بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان دنیا کو مقصودِ اعلیٰ و مطلوب بالذات نہ بنائیں۔ البتہ اہل و عیال سے محبت کرنا، حلال مال کمانا، تجارت کرنا اور جائیداد بنانا یہ سب امور جائز ہیں بلکہ ضروری ہیں۔

اہل وعیال کیلئے حلال مال اور حلال نفقہ حاصل کرنے کی غرض سے تجارت کرنا موجب اجر وثواب ہے۔

دیکھئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہایت پارسا اور زاہد و عابد تھے مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ تجارت بھی کرتے تھے اور ان کی جائیدادیں بھی تھیں۔ معلوم ہوا کہ یہ امور شرع کے خلاف نہیں ہیں۔ البتہ صحابہ کرامؓ کی اصلی محبت اللہ و رسول سے تھی۔ ان کی حالت یہ تھی جو کسی شاعر نے بیان کی ہے۔

دنیا میں ہوں دنیا کا طلبگار نہیں ہوں
بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

اسی طرح اہل وعیال کیلئے پورے سال کا خرچ جمع کر کے رکھنا بھی توکل، زہد اور تقویٰ کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ سنت ہے اور بہتر بھی ہے۔ کیونکہ اس طرح اس شخص کا دل عبادت کیلئے فارغ ہوگا اور اسے نان ونفقہ کے بارے میں اطمینان ہوگا۔

اطمینان بہت بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو نصیب فرمائیں۔ اور دل کی پریشانی اور بے اطمینانی بہت بڑی آفت ہے، اللہ تعالیٰ اس سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھیں۔ آمین۔

اس سلسلے میں کئی احادیث وآثارِ صحابہؓ مروی ہیں۔

عن ابی غنیة قال : قال سلمان الفارسی رضی اللہ تعالی عنه : إنّ النفسَ إذا أحرزَت رِزقَها اطمأنَّت . حلیة الأولیاء ج۱ ص۲۰۷ .

"ابو غنیہ کی روایت ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ رزق و نفقہ حاصل ہونے سے اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے"۔

اس قسم کی ایک مرفوع روایت بھی مروی ہے۔

عن عمر بن الخطاب رضی الله تعالی عنه : كانت اموالُ بنی النَّضِیر مما أفاءَ الله علی رسوله مما لم یوجِف المسلمون علیه بخیلٍ ولا رِکابٍ . فکانت لرسول الله ﷺ خالصًا . فکانَ رسول الله ﷺ یعزِل نفقة أهله سنةً . ثم یجعل ما بقی فی الکُراعِ والسّلاحِ عُدَّةً فی سبیل الله . اخرجه الترمذی ج١ ص٢٤٢ .

"حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ بنو نضیر (یہودِ مدینہ طیبہ کا قبیلہ جو مدینہ سے نکالا گیا تھا اور ان کی جائیداد مدینہ منورہ میں رہ گئی تھی) کے اموال اللہ تعالی نے بطورِ غنیمت نبی ﷺ کو عطا فرمائے تھے کیونکہ یہ اموال مسلمانوں نے جنگ سے حاصل نہیں کئے تھے۔ سو یہ بحکمِ خدا تعالی خاص نبی ﷺ کا حصہ تھے۔ تو نبی علیہ السلام ان اموال سے اپنے اہلِ خانہ کیلئے سال کا خرچ جدا کر دینے کے بعد جہاد کی تیاری کیلئے اسلحہ خریدتے تھے"۔

عن سالم مولی زید بن صوحان قال : کنتُ مع مولایَ زید بن صوحان فی السّوقِ . فمرَّ علینا سلمان الفارسی رضی الله تعالی عنه وقد اشتری وسقًا من طعامٍ .

فقال له زيد : يا أبا عبدالله ! تفعلُ هذا و أنتَ صاحب رسول الله ﷺ . فقال : إنّ النفسَ إذا أحرَزَت رِزقَها اطمأنَّت و تفرَّغَت للعبادة و أيس منها الوسواس . حليه ج ١ ص ٢٠٧ .

"زید بن صوحان کے غلام سالم روایت کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ اپنے آقا زید بن صوحان کے ساتھ بازار میں تھا۔ ہم پر سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے۔ سلمانؓ نے بازار سے ایک وسق طعام (گندم وغیرہ) خریدا تھا (ایک وسق ٦٠ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے۔ یعنی تقریباً پانچ مَن غلہ وغیرہ خریدا)۔

زید نے کہا اے سلمان! کیا آپ بھی ذخیرہ رکھنے کیلئے اتنے دانے (گندم وغیرہ) خریدتے ہیں؟ حالانکہ آپ تو صحابیٔ رسول ہیں (زید کا مطلب یہ تھا کہ گھر کے نفقہ کیلئے اتنا ذخیرہ رکھنا توکُّل و زہد کے خلاف ہے) تو سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ نفس پورا رزق حاصل کرنے کے بعد مطمئن ہوکر عبادت کیلئے فارغ ہو جاتا ہے اور شیطانی وسواس اس سے دفع ہو جاتا ہے"۔

احبابِ عظام! صرف حلال مال کی طلب کرنی چاہئے اور حرام مال سے بچنا چاہئے۔ یہی خدا و رسول کا حکم ہے۔

جب حرام مال سامنے آئے تو اس سے بچنے کا بہترین نسخہ یہ ہے کہ دو باتوں پر غور و فکر کریں۔

اول یہ کہ قبر کی تنگی، اس کی تاریکی اور تنہائی اور اس تنہائی میں

نکیر و منکر کے سخت سوالات کو یاد کریں اور یہ سوچیں کہ یہی حرام مال قبر کی ان سختیوں کا سبب ہوگا۔

دوم یہ سوچیں کہ حلال مال سے تو دولتمند بننا درست ہے۔اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔لیکن حلال مال نہ ملنے کی صورت میں غریب و مفلس ہونا اللہ و رسول کے نزدیک ذلت کا باعث نہیں بلکہ عزت کا باعث ہے۔خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فقیرانہ زندگی گزارتے تھے۔

دولتمند ہونا اور وہ بھی حرام مال سے یہ اللہ و رسول کے نزدیک کوئی اعزاز نہیں ہے بلکہ باعثِ ذلت ہے۔

دیکھئے۔انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور اولیاء کرامؒ کی زندگیاں عموماً فقر و غربت والی زندگیاں تھیں اور اللہ تعالیٰ کے دشمن قارون ، فرعون ، ہامان ، شداد ، نمرود اور دیگر کفار بڑے دولتمند تھے۔معلوم ہوا کہ دولتمند ہونا کوئی بڑا اعزاز نہیں ہے بلکہ سب سے بڑا اعزاز تقویٰ اور خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے۔

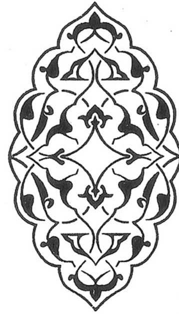
حضرات کرام ! سب سے بڑی سعادت ایمان ، اسلام ، قناعت اور نیک اعمال ہیں۔کتنا مبارک ہے وہ شخص جس کے پاس بروزِ قیامت نورِ ایمان ، نورِ قناعت ، نورِ عبادت اور نورِ اعمالِ صالحہ کا بہت بڑا سرمایہ اور وافر ذخیرہ موجود ہو۔

قناعت نہیں ہے تو ایمان رخصت
عبادت نہیں تو مسلمان رخصت

اللہ تعالیٰ ہمیں حرام مال سے بچائیں اور حلال رزق پر قناعت کی

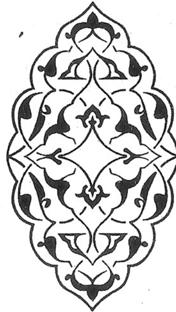
نعمت سے نوازتے ہوئے نیک اعمال کی توفیق بخشیں۔ آمین ثم آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ و السلام علی رسولہ محمد و آلہ و أصحابہ أجمعین .



فہرستِ مضامین

تمت الفهرست



فهرستُ مؤلفات الروحَـاني البَازي

أعلى الله درجاته في دارالسّلام و طيّب آثاره

ندرج ههنا مؤلفات المحدّث المفسّر الفقيه الرحلة الحجّة الشهير في الآفاق جامع المعقول و المنقول أمير المؤمنين في الحديث العلامة الأوحدي و الفهامة اللوذعي الشاعر اللغوي الأديب الشيخ مولانا محمد موسى الروحاني البازي وآثاره العلمية الخالدة . رَحمه الله تعالى رحمة واسعة .

قال الشيخ الروحاني البازي رحمه الله تعالى في بعض مؤلفاته :

تصانيفي بعضها باللغة العربية وبعضها بلغة الأردو وبعضها بالفارسية وغيرها من الألسنة ثم إن بعضها مطبوعة وبعضها غير مطبوعة لعدم تيسر أسباب الطباعة . و بعضها صغار و بعضها كبار و بعضها في عدة مجلدات .

وقد وفّقني الله تعالى للتصنيف في جميع الفنون الرائجة قديمًا وحديثًا في علماء الإسلام رحمهم الله تعالى مثل فنّ علم التفسير و فنّ أصوله و علم رواية الحديث و علم الفقه و أصوله و علم اللغة العربية و الأدب العربي و علم الصرف و علم الاشتقاق و علم النحو و علم الفروق اللغوية و علم العروض و علم القافية وعلم أصول العروض و في الدعوة الإسلامية والنصائح و علم المنطق و علم الطبيعي من الفلسفة و علم الإلٰهيات و علم الهيئة القديمة و علم الهيئة الحديثة و علم الأخلاق و علم العقائد الإسلامية وعلم الفِرق المختلفة و علم الأمور العامة و علم التاريخ و علم التجويد و علم القراءة . ولله الحمد و المنة .

وكذلك درست بتوفيق الله تعالى في المدارس والجامعات كتب أكثر هذه الفنون إلى مدة . ولله الحمد والمنة .

هذه أسماء نبذة من تصانيف الشيخ البازي رحمه الله تعالى في العلوم المختلفة والفنون المتعددة من غير استقصاء

في علم التفسير

١ - شرح و تفسير لنحو ثلاثين سورةً من آخر القرآن الشريف . هو تفسير مفيد مشتمل على أسرار و علوم .

٢ - أزهار التّسهيل في مجلّدات كثيرة تزيد على أربعين مجلّدًا . هو شرح مبسوط للتفسير المشهور بأنوار التنزيل للعلامة المحقّق البيضاوي .

٣ - أثمار التكميل مقدمة أزهار التسهيل في مجلّدين .

٤ - كتابُ علوم القرآن . بيّن فيه المصنف البازي رحمه الله تعالى أصول التفسير ومباديه و علومه الكلية وأتى فيه بمسائل مفيدة مهمة إلى غاية .

٥ - تفسير آية " قُلۡ يَٰعِبَادِيَ ٱلَّذِينَ أَسۡرَفُواْ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُواْ مِن رَّحۡمَةِ ٱللَّهِ " الآية . ذكر فيه المصنف البازي رحمه الله تعالى من باب سعة رحمة الله غرائب أسرار و عجائب مكنونة مشتملة عليها هـذه الآية نحو سبعين سرًّا و هذه أسرار لطيفة مثيرة لساكن العزمات إلى غرفات نيرات في روضات الجنّات . فتحها الله عزّوجلّ على المصنف وقد خلت عنها زبر السلف والخلف . ولله الحمد و المنة .

٦ - كتاب تفسير آيات متفرقة من كتاب الله عزّوجلّ و هو مجموعة خطابات تفسيرية كان المصنف البازي يلقيها على الناس و يذيعها بوساطة الراديو في باكستان و ذلك إلى مدة .

٧ - كتاب ثبوت النّسخ في غير واحد من الأحكام القرآنية و الحديثية و حكم النسخ و أسراره ومصالحه . رسالة مهمة جدًّا فيها أسرار النسخ ما خلت

عنها الكتب . كتبها المصنّف البازي دمغًا لمطاعن غلام أحمد برويز رئيس طائفة الملاحدة المنكرين حجيَّة الأحاديث النبويّة في الأحكام الإسلامية . أبطل فيها المصنف البازي رحمه الله تعالى اعتراضات هذا الملحد على الإسلام و على حكم النسخ . و ذلك بعد ما اتّفقت مناظرات قلميّة و خطابيّة بين المصنّف و بين هـذا الملحد غلام أحمد و أتباعه .

٨ - فتح الله بخصائص الاسم الله . كتاب بديع كبير في مجلدين ضخمين ذكر فيه المصنف البازي رحمه الله تعالى نحو سبعمائة وخمسين من خصائص ومزايا للاسم الله (الجلالة) ظاهرية و باطنية لغوية و أدبية و روحانية و نحوية و اشتقاقية و عددية و تفسيرية و تاثيرية . و هو من بدائع كتب الدنيا ما لا نظير له في كتب السلف والخلف ولا يطالعه أحد من العلماء أصحاب الذوق السليم والطبع المستقيم إلّا و هو يتعجب مما اجتهد المصنف البازي في جمع الأسرار و البدائع .

٩ - رسالة في تفسير "هدًى للمتّقين" فيها نحو عشرين جوابًا لحلّ إشكال تخصيص الهداية بالمتّقين .

١٠ - مختصر فتح الله بخصائص الاسم الله .

في علم الحديث

١ - شرح حصّة من صحيح مسلم .

٢ - شرح سنن ابن ماجه .

٣ - كتاب علوم الحديث . هذا كتاب مفيد مشتمل على مباحث و علوم من باب أصول الحديث رواية و دراية .

٤ - رياض السنن شرح السنن و الجامع للإمام الترمذي رحمه الله تعالى في مجلدات كثيرة .

٥ - فتح العليم بحلّ الإشكال العظيم في حديث " كما صلّيت على إبراهيم" .

هذا كتاب كبير بديع لا نظير له . فتح الله تعالى فيه برحمته وفضله على المصنف البازي أبوابًا من العلوم ما مستها أيدي العقول وما انتهت إليها عقول العلماء الفحول إلى هذا الزمان . ذكر المصنّف في هذا الكتاب لحلّ هذا الإشكال العظيم نحو مائة و تسعين جوابًا . قال بعض العلماء الكبار في حق هذا الكتاب : ما سمعنا أن أحدًا من علماء السلف و الخلف أجاب عن مسألة دينية و معضلة علمية هذا العدد من الأجوبة بل و لا نصف هذا العدد .

٦ - أجر الله الجزيل على عمل العبد القليل .

٧ - كتاب الفرق بين النبي و الرسول . هذا كتاب بديع لطيف ذكر فيه المصنف البازي أكثر من ثلاثين فرقًا بين النبي و الرسول مع بيان عجائب الغرائب و غرائب العجائب و بدائع الروائع و روائع البدائع من باب علوم متعلقة بحقيقة النبوة و بشان الأنبياء عليهم الصلاة والسلام . و هذا الكتاب لا نظير له في الكتب .

٨ - كتاب الدعاء . كتاب كبير نافع مشتمل على أبحاث مهمة لا غنى عنها .

٩ - النفحة الربانية في كون الأحاديث حجة في القواعد العربيّة . هذا كتاب كبير أثبت فيه المصنف البازي أن الأحاديث حجة في باب العربية و اللغة . و هو من عجائب الكتب .

١٠ - مختصر فتح العليم .

١١ - كتاب الأربعين البازية .

١٢ - الكنز الأعظم في تعيين الاسم الأعظم . كتاب جامع في هذا الموضوع لم تر العيون نظيرَه في كتب المتقدّمين و لم يقف أحد على مثيله في أسفار المتأخّرين .

١٣ - البركات المكيّة في الصلوات النبوية . كتاب بديع مبارك ذكر فيه المصنف البازي أكثر من ثمانمائة اسم محقَّق من أسماء النبي صلى الله عليه وسلم في صورة

الصلوات على خاتم النبيّين ﷺ .

١٤ - كتاب كبير على حجيّة الأحاديث النبويّة في الأحكام الإسلامية . كتبها المصنّف دمغًا لمطاعن طائفة الملاحدة المنكرين حجيّة الأحاديث النبويّة في الأحكام الإسلامية .

في علم أصول الفقه

١ - شرح التوضيح والتلويح . التوضيح والتلويح كتاب مغلق دقيق محقق جدًّا في أصول الفقه و يدرس في مدارس الهند و باكستان و أفغانستان وغيرها . وهو كتاب عويص لايفهم دقائقه وأسراره إلّا الآحاد من أكابر الفن فشرحه المصنف البازي شرحًا محققا و أتى فيه ببدائع النفائس و نفائس البدائع .

في علم الأدب العربي

١ - شرح مفصل لديوان أبي الطيّب المتنبي .

٢ - شرح آخر مختصر لديوان أبي الطيب .

٣ - خصائص اللغة العربيّة و مزاياها . هو كتاب ضخيم نفيس لا نظير له في بابه فصل فيه المصنف البازي رحمه الله تعالى الفضائل الكلية و الجزئية لهذه اللغة المباركة و أتى فيه بلطائف وغرائب و بدائع و روائع تسرّ الناظرين و تهزّ أعطاف الكاملين و حق ما قيل : كم ترك الأول للآخر .

٤ - رشحات القلم في الفروق . هذا الكتاب مما يحتاج إليه كل عالم ومتعلم لم يصنف في هذا الموضوع أحد قبل ذلك أثبت فيه المصنف البازي علومًا و حقائق الفروق و دقائق الحدود و لطائف التعريفات للمصدر الصريح والمصدر المأوّل وحاصل المصدر واسم المصدر وعلم المصدر والجنس و اسم الجنس وعلم الجنس و الجمع و اسم الجمع و شبه الجمع والجنس اللغوي والفقهي والعرفي والمنطقي والأصولي و نحو ذلك من المباحث المفيدة إلى غاية .

۵ - شرح ديوان حسان رضی اللہ عنہ .

٦ - الطوبیٰ . قصيدة في نظم أسماء الله الحسنى شهيرة طبعت في صورة رسالة مستقلة أكثر من خمس و عشرين مرة استحسنها العوام و الخواص و استفادوا منها كثيرًا .

٧ - الحسنیٰ . قصيدة في نظم أسماء النبي ﷺ طبعت في صورة رسالة منفردة مرارًا .

٨ - المباحث الممهدة في شرح المقدمة . رسالة نافعة في مباحث لفظ المقدّمة الواقع في الخطب .

٩ - ديوان القصائد . مشتمل على أشعاري و قصائدي .

في علم النحو

١ - بُغية الكامل السامي شرح المحصول و الحاصل لملّا جامي . هذا شرح مبسوط محتو على مباحث و حقائق متعلّقة بالفعل والحرف والاسم و حدودها وعلاماتها و وقوعها محكومًا عليها و بها وغير ذلك من أبحاث تتعلّق بهذا الموضوع . و هذا كتاب لا نظير له في كتب النحو . فيه بدائع و حقائق خلت عنها كتب السلف و الخلف . و كتب بعض كبار العلماء في تقريضه : هذا الكتاب غاية العقل في هذا الموضوع . و من أراد أن يطلع على حقائق الاسم و الفعل و الحرف فوق هذا و أكثر من هذا فليستح .

٢ - التعليقات على الفوائد الضيائية للجامي . هذا شرح الكتاب للعلامة ملّا جامي . و هو كتاب معروف و متداول في ديار باكستان و الهند و أفغانستان و بنغله ديش و غيرها و يدرس في مدارسها .

٣ - النجم السعد في مباحث " أمّابعد " . هذا كتاب مفيد لطيف بيّن فيها المصنف البازي رحمہ اللہ تعالیٰ مباحث فصل الخطاب لفظة " أمّابعد " و أوّل

قائلها و حكمها الشرعي و إعرابها و ما ينضاف إلى ذلك من المباحث المفيدة و ذكر نحو ١٣٣٩٧٤٠ وجهًا و طريقًا من وجوه إعراب و طرق تركيب يحتملها "أمّابعد". و هذا من عجائب اللغة العربية فانظر إلى هذه الكلمة المختصرة و إلى هذه الوجوه الكثيرة .

٤ - لطائف البال في الفروق بين الأهل و الآل . هو كتاب صغير حجمًا كبير مغزى نافع جدًّا لا مثيل له في موضوعه . جمع فيه المصنف البازي فروقًا كثيرة و مباحث و دقائق يجهلها كثير من الناس و يحتاج إليها العلماء .

٥ - نفحة الرّيحانه في أسرار لفظة سبحانه . رسالة مفيدة مشتملة على أسرار هذه اللّفظة .

٦ - الطريق العادل إلى بغية الكامل .

٧ - كتاب الدرّة الفريدة ، في الكلم التي تكون اسمًا و فعلاً و حرفًا أو حوت قسمين من أقسام الكلمة الثلاثة . ذكر المصنف رحمه الله تعالى في هذا الكتاب الذي هو نظير نفسه كلمات تكون اسمًا مرة و حرفًا حينا و فعلا مرة أخرى . و هذا من غرائب كتب الدنيا و مما لا مثيل له .

٨ - رسالة في عمل الاسم الجامد .

٩ - النهج السهل إلى مباحث الآل و الأهل . كتاب نافع لأولي الألباب و سِفر رافع لدرجات الطلاّب لم تسمح في هذا الموضوع قريحة بمثاله و لم ينسج في هذا المطلوب ناسج على منواله . كتاب فريد جمع أبحاث الأهل و الآل منها الفروق بين هذه اللفظين التي بلغت أكثر من خمسة و ثلاثين فرقًا و منها الأقاويل في أصل الآل و منها المباحث و الأقوال في محمل آل النبي صلى الله عليه وسلم والمراد بهم و غير ذلك من المباحث المفيدة المهمّة جدًّا .

١٠ - رسالة بديعة في حقيقة المشتق .

١١ - رسالة في حقيقة الفعل .

١٢ - رسالة في حقيقة الحرف .

في علم الصرف

١ - كتاب الصّرف . هو كتاب نافع على منوال جديد .

٢ - التصريف . كتاب دقيق في هذا الفن لا نظير له .

٣ - كتاب الأبواب و تصريفاتها الصغيرة و الكبيرة .

في علمي العروض و القوافي

١ - الرّياض الناضرة شرح محيط الدّائرة .

٢ - العيون الناظرة إلى الرياض الناضرة . هذا كتاب لطيف و مفيد جدًّا مشتمل على أصول هذا الفنّ و أنواع الشعر و ما يتعلّق بذلك من البدائع و الحقائق الشريفة .

٣ - كتاب الوافي شرح الكافي . هذا شرح مبسوط للكتاب المشهور بالكافي .

في اللغة العربيّة

١ - كتاب الفروق اللغوية بين الألفاظ العربية هو كتاب نافع جدًّا لكل عالم و متعلم و بغية مشتاقي الأدب العربي أوضح فيه المصنف فروق مآت ألفاظ متقاربة معنى .

٢ - نعم النّول في أسرار لفظة القول . كتاب مفيد فصلت فيه أبحاث و مسائل متعلقة بلفظة القول و مادة " ق ، و ، ل " . و أتى فيه المصنف البازي أسرارًا و أثبت بالدلائل أن هذا البناء بحر فحدث عن البحر ولا حرج .

٣ - كتاب زيادة المعنى لزيادة المبنى . ذكر المصنّف فيه أن زيادة المادة و الحروف تدلّ على زيادة المعنى و أتى بشواهد من القرآن و الحديث و اللغة و أقوال الأئمة .

٤ - فتح الصمد في نظم أسماء الأسد المعروف بلقب نظم الفقير الروحاني في رثاء الشيخ عبدالحق الحقّاني . هذه قصيدة فريدة لا نظير لها في الماضي قد

جمع فيها المصنف ما ينيف على ستمائة من أسماء الأسد و ما يتعلق بالأسد و هي في رثاء المحدّث الكبير مسند العَصر جامع المعقولات و المنقولات شيخ الحديث مولانا عبدالحق رحمه الله تعالى مؤسّس جامعة دارالعلوم الحقانية ببلدة أكوره ختك .

٥ – كتاب كبير في أسماء الأسد و ما يتعلق بالأسد .

٦ – رسالة في وضع اللغات .

في النصائح و الدعوة الإسلامية العامة

١ – تعليم الرفق في طلب الرزق .

٢ – استعظام الصغائر .

٣ – تنبيه العقلاء على حقوق النساء .

٤ – ترغيب المسلمين في الرزق الحلال و طِعمة الصالحين .

٥ – منازل الإسلام .

٦ – فوائد الاتفاق .

٧ – عدل الحاكم و رعاية الرعية .

٨ – جنة القناعة .

٩ – أحوال القبر و ذكر ما فيها عبرة .

١٠ – الموت و ما فيه من الموعظة .

١١ – مَن العاقل و ما تعريفه و حدّه .

١٢ – التوحيد و مقتضاه و ثمراته .

في علم التاريخ

١ – تحبير الحسب بمعرفة أقسام العرب وطبقات العرب . كتاب مفيد فيه بيان طبقات العرب وتفصيل أقسامهم و ما ينضاف إلى ذلك .

٢ – الصحيفة المبرورة في معرفة الفرق المشهورة . بيّن المصنف البازي في هذا

الكتاب أحوال الفرق في المسلمين و تفاصيل مؤسس كل فرقة .

٣ - مرآة النّجباء في تاريخ الأنبياء . هذا كتاب تاريخي مشتمل على أهم واقعات الأنبياء وتواريخهم عليهم الصلاة والسلام .

٤ - التحقيق في الزنديق . رسالة لطيفة فيها تفصيل تعريف الزنديق و تحقيق لفظه و بيان مصداقه من الفرق الباطلة و حقق فيه المصنف البازي رحمه الله تعالى مستدلاً بالكتاب و السنة وأقوال الأئمة الكبار أن الفرقة القاديانية أتباع المتنبي غلام أحمد الكذاب الدجال من الزنادقة و أنه لا يجوز إبقاؤهم في الدول الإسلامية بأخذ الجزية عنهم بل يجب قتلهم .

٥ - عبرة السائس بأحوال ملوك فارس . فصل المصنف البازي رحمه الله تعالى فيه تراجم ملوك فارس حسب ترتيب تملكهم وأحوال طبقتي ملوكهم الكينية و الساسانية و ما آل إليه أمرهم و في ذلك عبرة للمعتبرين .

٦ - غاية الطلب في أسواق العرب . كتاب أدبي تاريخي ذكر فيه المصنف البازي تواريخ الأسواق المشهورة في العرب و ما يتعلق بذلك الموضوع من حقائق أدبية .

٧ - إعلام الكرام بأحوال الملائكة العظام . بلغة أردو .

٨ - تراجم شارحي تفسير البيضاوي و مُحشّيه .

٩ - الطاحون في أحوال الطاعون .

١٠ - النظرة إلى الفترة . كتاب صغير مهم تاريخي في مصاديق زمن الفترة و أقسامها بأحكامها وما يتعلق بهذا الموضوع .

١١ - تاريخ العلماء و الأعيان .

١٢ - ترجمة سلمان الفارسي رضي الله عنه .

١٣ - توجيهات علمية لأنوار مقبرة سلمان الفارسي رضي الله عنه . كتاب بديع بيّن فيه المصنف رحمه الله تعالى نحو ثلاثين توجيها علميا لأنوار قبر سلمان الفارسي رضي الله عنه .

في علم المنطق

١ - شكر الله على شرح حمد الله للسنديلي . كتاب حمد الله شرح سلم العلوم للشيخ العلامة حمد الله السنديلي كتاب كبير مغلق دقيق محقق جدًّا في المنطق وهو مما يقرأ و يدرس في مدارس الهند و باكستان و أفغانستان و غيرها لازما و لا يفهم دقائقه و أسراره إلّا بعض أكابر الفن وللمصنف البازي رحمه الله تعالىٰ شهرة في حل هذا الكتاب فشرحه شرحا محققا و أتى فيه ببدائع .

٢ - التعليقات على شرح القاضي مبارك لسلّم العلوم . كتاب القاضي مبارك كتاب نهائي في المنطق و أشهر كتاب في هذا الفن قد اشتهر بين العلماء و الطلبة بأنه عويص و عسير فهما لأجل العبارات الدقيقة الجامعة للأسرار العلمية و أنه لا يقدر على تدريسه و فهمه إلّا القليل حتى قيل في حقه : كاد أن يكون مجملا مبهما . و هذا الكتاب يدرس في مدارسنا و جامعاتنا فشرحه المصنف البازي شرحًا مبسوطا و سهل فهمه للعلماء و الطلبة .

٣ - التعليقات على سلّم العلوم .

٤ - التعليقات على شرح مير زاهد على ملاّ جلال .

٥ - الثمرات الإلهاميّة لاختلاف أهل المنطق و العربية في أن حكم الشرطية هل هو بين المقدم والتالي أو هو في التالي . بيّن المصنف البازي ثمرات و نتائج اختلاف الفريقين المذكورين في محل القضية الشرطية هل هوفيما بين الشرط و الجزاء أو في الجزاء فقط و فرع على ذلك غير واحد من أدقّ مسائل الحنفية و الشافعية و غير ذلك من الأسرار و هو كتاب عويص لا يفهمه إلّا الآحاد من أكابر الفن و لا نظير له .

٦ - شرح مبحث الوجود الرابطي من كتاب حمد الله (باللغة العربية) .

٧ - شرح بحث الوجود الرابطي من كتاب حمد الله (بلغة الأردو) .

٨ - التحقيقات العلميّة في نفي الاختلاف في محلّ نسبة القضيّة الشرطية بين علماء المنطق وعلماء العربية . هذا كتاب لانظير له عويص لايفهمه إلّا بعض الأفاضل الماهرين في المعقول و المنقول حقق فيه المصنّف البازي أن هذا الاختلاف وإن كان مشهورًا مسلّما لكن الحق أنه لا خلاف بين هاتين الطائفتين وأن محل النسبة إنما هو بين الشرط و الجزاء عند كلا الفريقين أهل المنطق و أهل العربية و أيّد المصنف مدعاه هذا بإيراد حوالات كتب النحو و ذكر أقوال أئمة النحو و حقق ما لا يقدر عليه إلّا مَن كان ذامطالعة وسيعة جدًّا .

في الطبعيات و الإلٰهيات من الفلسفة

١ - تعليقات على كتاب صدرا شرح هداية الحكمة للعلامة الصدر الشيرازي .

٢ - تعليقات على كتاب مير زاهد شرح الأمور العامة .

في علم الفلك القديم اليوناني البطليموسي

١ - شرح التصريح على التشريح . هذا شرح جامع مبسوط لكتاب التصريح المشهور المتداول في مدارس الهند و باكستان و أفغانستان و غيرها .

٢ - التعليقات على شرح الجغميني . هذه التعليقات جامعة لمسائل علم الفلك القديم مع ذكر مسائل الفلك الحديث بالاختصار . وكتاب شرح الجغميني متداول في دروس مدارسنا .

٣ - نيل البصيرة في نسبة سُبع عرض الشعيرة . فصّل المصنف البازي رحمه الله تعالى في هذا الكتاب العجيب مسائل مشكلة ومباحث مغلقة منها أن الجبال هل تضر في الكروية الحسية للأرض أم لا ، بحث فيه المصنف على تعيين أعظم الجبال ارتفاعًا في الزمان الحاضر و في العهد القديم ثم بيّن نسبة أعظم الجبال ارتفاعًا إلى قطر الأرض بيانًا شافيًا .

٤ - كتاب أبعاد السيّارات و الثوابت و أحجامهنّ حسبما اقتضاه علم الفلك

القديم البطليموسي .

٥ - كتاب وجوه تقسيم الفلاسفة للدائرة ٣٦٠ جزء قد أجمع الفلاسفة منذ أقدم الأعصار على تقسيم الدائرة إلى ثلاثمائة و ستين درجة ولا يدري الفضلاء فضلاً عن الطلبة تفصيل وجوه ذلك . فذكر المصنف البازي في هذا الكتاب الذي هو نظير نفسه وجوهًا كثيرة غريبة بديعة قد شرح الله تعالى لها صدره و تفرد بها حيث لم يخطر إلى الآن هذه الوجوه على قلب أحد من العلماء .

في علم الفلك الحديث الكوبرنيكسي

١ - الهيئة الكبرى . كتاب كبير مفصّل .

٢ - سماء الفكرى شرح الهيئة الكبرى . هذا شرح لطيف مفيد جدًّا صنف المصنّف الروحاني البازي رحمه الله تعالى هذا المتن الهيئة الكبرى بإشارة جمع من أكابر العلماء و أماثل الفضلاء ثم شرحه أيضًا بطلبهم و إشارتهم .

٣ - الشرح الكبير للهيئة الكبرى .

٤ - كتاب الهيئة الكبيرة . كتاب كبير جامع لمسائل الفن لا نظير له .

٥ - أين محلّ السماوات السبع . هذا كتاب نفيس مُهِمّ لم يصنّف أحد قبل هذا في هذا الموضوع . صنّفه المصنّف البازي لدفع مطاعن المتنوّرين و الفجرة حيث زعموا أن بنيان الإسلام صار متزلزلا و قصره أصبح خاويًا ، إذ بطلت عقيدة السماوات السبع القرآنية لأجل إطلاق السفن الفضائية و الصواريخ إلى القمر و إلى الزهرة وغير ذلك من السيارات فدمغ المصنف في هذا الكتاب العظيم مطاعنهم بأدلة مقنعة و أثبت أن هذه الأسفار الفضائية تؤيد الإسلام و أصوله و أنها لا تصادم السماوات القرآنية .

٦ - هل للسموات أبواب (باللغة العربي) .

٧ - هل للسموات أبواب (بلغة الأردو) .

٨ - هل الكواكب و النجوم متحركة بذاتها (باللغة العربي) .

٩ - هل للنجوم حركة ذاتية (بلغة الأردو) .

١٠ - كتاب السدم و المجرات و ميلاد النجوم و السيارات (باللغة العربي) .

١١ - هل السماء و الفلك مترادفان (باللغة العربي) .

١٢ - السماء غير الفلك شرعًا (بلغة الأردو) . حقق المصنف في هذين الكتابين اللطيفين البديعين أن السماء تغاير الفلك شرعًا و أن السماء فوق الفلك و أن النجوم واقعة في أفلاك لا في أثخان السماوات . واستدلّ في ذلك بنصوص إسلامية كثيرة و بأقوال كبار علماء علم الفلك الجديد وبأقوال أئمة الإسلام .

١٣ - عمر العالم و قيام القيامة عند علماء الفلك و علماء الإسلام (بلغة الأردو) .

١٤ - الفلكيّات الجديدة . من عجائب كتب الفن كتاب جامع لأصول هذا الفنّ لانظير له ولكونه جامعًا متفردًا في موضوعه وأسلوب بيانه قرره علماء دولتنا في نصاب كتب المدارس والجامعات وجعلوا تدريسه لازمًا في جميع الجامعات و المدارس .

١٥ - كتاب أسرار تقرر الشهور و السنين القمرية في الإسلام .

١٦ - كتاب شرح حديث " أن النبي عليه الصلاة والسلام كان يصلي العشاء لسقوط القمر لليلة ثالثة " .

١٧ - التقاويم المختلفة و تواريخها و أحوال مباديها و تفاصيل ذلك .

١٨ - أين مواقع النجوم هل هي في أثخان السموات أو تحتهن عند علماء الإسلام و عند أصحاب الفلسفة الجديدة .

١٩ - قدرالمدّة من الفجر إلى طلوع الشمس . هذا كتاب دقيق لايفهمه إلّا المهرة . ألّفه المصنّف عند تحكيم أكابر العلماء إيّاه في هذه المسئلة الكثيرة الاختلاف وقد اختلف العلماء والعوام في هذه المسألة كثيرًا حتى أفضى

الأمر إلى الجدال و القتال و ذلك إلى عدة سنين فجعلوا المصنف البازي حكمًا و التمسوا منه أن يحقق الحق و الصواب فكتب المصنف هذا الكتاب و أوضح فيه الحسابات الدقيقة لسير الشمس فاستحسن العلماء هذا الكتاب جدًّا و اعتقدوا صحة ما فيه و عملوا على وفق ما حقق المصنف و ارتفع النزاع و اضمحل الباطل .

٢٠ - هل السماوات القرآنية أجسام صلبة أو هي عبارة عن طبقات فضائيّة غير مجسمة . هذا كتاب مهم و بديع جدًّا .

٢١ - هل الأرض متحرّكة ؟ هذا كتاب مفيد جدًّا جمع فيه المصنف البازي أقوال علماء الإسلام وآراء الفلاسفة من القدماء و المحدثين مما يتعلق بهذا الموضوع .

٢٢ - كتاب عيد الفطر و سير القمر . فيه أبحاث جديدة مفيدة مهمة مثل بحث المطالع و تقدم عيد مكة على عيد باكستان بيوم أو يومين . كتبها المصنف البازي رحمہ اللہ تعالیٰ دمغًا لمطاعن المتنورين الملحدين على علماء الدين بأنهم لا يعرفون العلوم الجديدة .

٢٣ - القمر في الإسلام و الهيئة الجديدة و القديمة .

٢٤ - قصة النجوم . هو كتاب ضخم .

٢٥ - كتاب الهيئة الحديثة . كتاب كبير جامع للمسائل و الأبحاث . أوّل كتاب ألّف باللغة العربية في هذا الفن في ديار الهند و إيران و أفغانستان و باكستان وغيرها و مع هذا هو أوّل كتاب صنّفه المصنّف البازي رحمہ اللہ تعالیٰ في هذا الفنّ .

٢٦ - شرح الهيئة الحديثة (بلغة الأردو) .

٢٧ - الهيئة الوُسطى (باللغة العربي) .

٢٨ - النجوم النُشطى شرح الهيئة الوسطى (بلغة الأردو) .

٢٩ - الهيئة الصغرى (باللغة العربي) .

٣٠ - مدارالبشرى شرح الهيئة الصغرى (بلغة الأردو) .

٣١ - ميزان الهيئة .

في الموضوعات المتفرّقة

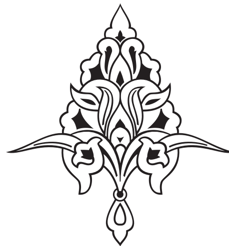
١ - كتاب أسرار الإسراء إلى بيت المقدس قبل العروج إلى السماء . هذا كتاب لطيف جامع لكثير من الحكم و الأسرار في الإسراء إلى بيت المقدس .

٢ - الخواصّ العلميّة للاسمين محمد و أحمد اسمي نبيّنا ﷺ .

٣ - كتاب الحكمة في حفظ الله الكعبة من أصحاب الفيل دون غيرهم . ذكر المصنف البازي رحمه الله تعالىٰ في هذا الكتاب الصغير أسرارًا و حكمًا مخفية في حفظ الله تعالى بيت الله من أصحاب الفيل دون غيرهم من أصحاب الحجّاج الظالم ومن الملاحدة الباطنية . و هذه الأسرار لا توجد في الكتب . صنفه البازي باقتراح بعض أكابر العلماء .

٤ - كتاب الحكايات الحكميّة .

٥ - فردوس الفوائد . كتاب كبير في عدة مجلدات .



فتح اللہ

بخصائص الاسم اللہ

تصنیف

محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی
طیب اللہ آثارہ وأعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

علم و درایت کے جہاں میں روشنی کا ایک جگمگاتا مینار

بزبانِ عربی یہ گراں مایہ اور عدیم النظیر کتاب معبود حقیقی کے اسم ذاتی یعنی لفظ ''اللہ'' کے ساڑھے سات سو سے زائد عجیب و لطیف علمی اسرار و رموز اور حقائق و معارف پر حاوی ہے جن کے مطالعے سے اللہ تعالیٰ کی ذات کی عظمت و ہیبت کا احساس اور اس کے عَلَم کی جامعیت دلوں میں جاگزیں ہوتی ہے۔

ایک ایسا موضوع جس پر آج تک کسی نے قلم نہیں اٹھایا

اس معرکۃ الآراء و محیر العقول کتاب کو دیکھ کر مکہ مکرمہ کے بعض اولیاء اللہ و اہل کشف فرمانے لگے کہ یہ عظیم القدر کتاب اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم اور الہام سے لکھی گئی ہے اور اگر دو ہزار علماء کبار بھی جمع ہو جائیں تو ایسی بصیرت افروز و دقیق کتاب نہیں لکھ سکتے۔

فتح العلیم

بحلّ إشکال التّشبیہ العظیم

فی حدیث: "کما صلّیت علیٰ إبراہیم"

لإمام المحدّثین نجم المفسّرین زبدۃ المحقّقین

العلّامۃ الشّیخ مولانا محمّد موسیٰ الرّوحانی البازی

رحمہ اللہ تعالیٰ وأعلیٰ درجاتہ فی دار السّلام

الہامی علوم کا درخشندہ وجگمگاتا سرمایہ

درودِ ابراہیمی میں "کما صلیت علیٰ ابراہیم" کے الفاظ میں دی گئی تشبیہ میں یہ مغلق اشکال ہے کہ حسب قانون مشبہ بہ افضل ہوتا ہے جس سے یہ لازم آتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام خاتم النّبیین ﷺ سے افضل ہیں۔ بہت سے قدیم ومشہور مناظروں میں غیر مسلمین، مسلمانوں پر یہ اعتراض کرتے تھے۔ اس کتاب میں بزبان عربی اس اشکال کے تقریباً ایک سو نوے ۱۹۰ محقق، دقیق، الہامی جوابات مؤلف نے ذکر کیے ہیں۔ اس کتاب کو دیکھ کر جامعہ ازہر (مصر) کے شیخ اکبر جناب عبدالحلیم محمودؒ ورطۂ حیرت میں پڑ گئے اور فرمایا "اولادِ آدم میں ہم نے آج تک کسی علمی یا فنی مسئلے کے اس قدر کثیر جوابات دیکھے ہیں اور نہ سنے ہیں"۔

حکومت پاکستان سے ایوارڈ یافتہ کتاب

الکنز الاعظم

فی

تعیینِ الإسمِ الأعظم

تصنیف

محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ واعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

انتہائی گراں مایہ اور فقید المثال علمی خزانہ

- اسم اعظم سے کیا مراد ہے؟
- کیا واقعی اسم اعظم کے ذریعے ہر دعا قبول ہو جاتی ہے؟
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسم اعظم کو جاننے کے باوجود مشکل ترین حالات میں بھی اس کے ذریعے دعا کیوں نہ مانگی؟
- اولیاء کرام بھی اسم اعظم جانتے ہیں یا نہیں؟
- ہر مسلمان اسم اعظم جاننے کا مشتاق ہے۔ کتاب ہذا میں بزبانِ عربی اِن تمام سوالات کے جوابات کے علاوہ اسم اعظم کے بارے میں وارد ہونے والی تمام احادیث و روایات مذکور ہیں۔ نیز اسم اعظم کے بارے میں علماء کرام، ائمۂ عظام اور بزرگانِ دین کی کتب میں موجود تمام اقوال کو ذکر کیا گیا ہے۔ ان اقوال کی تعداد تریسٹھ (۶۳) تک پہنچتی ہے۔
- مزید براں اس شاہکار کتاب میں امتِ محمدیہ اور سابقہ امتوں کے بزرگوں کے ساتھ اسم اعظم کے سلسلے میں پیش آنے والے بہت سے عجیب و غریب، حیران کن اور ایمان افروز واقعات بھی درج کیے گئے ہیں۔

النحو فی الکلام کالملح فی الطعام

بُغیۃ الکامل السّامی

شرح

المحصول و الحاصل للجامی

مع حاشیۃ

الطریق العادل إلی بُغیۃ الکامل

تصنیف

مُحدّثِ اعظم ،مُفسّرِ کبیر،مُصنّفِ افخم ، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا مُحمّد موسیٰ رُوحانی بازِی

طیّب اللہ آثارہٗ و أعلیٰ درجاتہٗ فی دار السلام

محدث اعظم حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ کی پہلی تصنیف جوکہ علم نحو کی مشہور ومعروف کتاب شرح جامی کی مشکل ترین بحث ”حاصل محصول“ کی محقق، بسیط اور سہل شرح ہے۔

علم نحو کا عظیم الشان اور گرانقدر سرمایہ

اس کتاب کی جامعیت وعلمیت کا اندازہ حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ کے ان الفاظ سے لگایا جاسکتا ہے انہوں نے فرمایا ”میں نے آج تک اسم وفعل وحرف سے متعلق اس قدر جامع ومکمل تحقیقات عرب وعجم کی کسی کتاب میں نہیں دیکھیں۔ اس کتاب نے میرے علم میں بے انتہا اضافہ کیا“۔ نظر ثانی کے بعد مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں مزید علمی دقائق وقیمتی ابحاث کا اضافہ کیا ہے جس سے اس کتاب کی ضخامت دوگنی ہوکر تقریباً پانچ صد صفحات تک پہنچ گئی ہے۔

فتح الصمد

بنظم

اسماء الاسد

المعروف بلقب

نظم الفقیر الرّوحانی فی رثاء الشّیخ عبد الحقّ الحقّانی

علماء، فضلاء اور ادب عربی کے شائقین کیلئے نابغۂ روزگار سرمایہ

محدثِ اعظم، مفسر کبیر، سراج العلماء، امام الاولیاء، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تصنیف کردہ معرکۃ الآراء عربی مرثیہ جسے دیکھ کر علماءِ عرب بھی ورطۂ حیرت میں پڑ گئے۔ ایک ایسا قصیدہ جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس بے نظیر و بے مثال قصیدہ میں عربی زبان میں شیر کے چھ سو ٦٠٠ سے زائد اسماء کو جمع کر کے تقریباً دو سو ٢٠٠ اشعار کی صورت میں منظوم کیا گیا ہے جس سے نہ صرف عربی زبان کی وسعت اور خصائص و فضائل کا پتہ چلتا ہے بلکہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمی وسعت و عربی زبان میں مہارت تامہ کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ قصیدہ اپنے استاد شیخ المشائخ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمہ اللہ تعالیٰ کی رثاء میں تحریر فرمایا۔ تعمیم فائدہ و تسہیلِ فہم کیلئے مصنف رحمہ اللہ نے قصیدے کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی کیا ہے اور حواشی بھی تحریر فرمائے ہیں۔

النهج السهل

إلى

مباحث الآل والأهل

تصنیف

محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذئ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ وأعلی درجاتہ فی دار السلام

انتہائی جامع، محقق اور عظیم الشان علمی خزانہ

- بزبان عربی تقریباً چار صد صفحات پر مشتمل عجیب و بدیع کتاب۔
- لفظ ”آل“ و ”اہل“ سے متعلق انتہائی جامع اور کامل ابحاث۔
- ”آل“ و ”اہل“ کے درمیان ۳۸ لطیف و دقیق فروق کی تشریح و توضیح۔
- ”آل نبی“ سے کون لوگ مراد ہیں؟
- آل نبی کے مصداق میں ائمۂ اسلام کے ۱۵ اقوال کی تفصیل۔
- اہل تشیع کے متعدد پیچیدہ اعتراضات کے دقیق جوابات۔
- جدید علمی مباحث و فنی دقائق جو دیگر کتب سلف و خلف میں نہ ملیں گے۔
- مزید برآں آج تک اسلاف کی تمام کتابوں میں لفظ ”آل“ کے صرف دو ماخذ مذکور رہیں مگر اس کتاب میں لفظ ”آل“ کے ۱۷ عجیب و غریب ماخذ کی توضیح مع ادلہ ہے جو مصنف رحمہ اللہ تعالی کے علمی مرتبے کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔

النَّجمُ السَّعدُ

فِی مباحث

أمَّا بعدُ

ایک مختصر لفظ یعنی " أما بعد " پر محدث اعظم ، فقیہ افہم ، امام العصر ، حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی طیب اللہ آثارہ کی تحریر کردہ ایک عظیم اور منفرد کتاب۔

بلند علمی ذوق رکھنے والوں کیلئے ایک منفرد، شاہکار اور گراں قدر علمی ذخیرہ

کتاب میں شامل چند اہم مباحث کی تفصیل۔

- " أما بعد " کا شرعی حکم کیا ہے ؟
- سب سے پہلے لفظ " أما بعد " کس نے استعمال کیا ؟
- " أما بعد " کن مواقع میں ذکر کیا جاتا ہے ؟
- " أما بعد " کی اصل کیا ہے اور اس کا کیا معنی ہے ؟
- " أما بعد " سے متعلق تمام ابحاث و تحقیقات۔
- نیز کتابِ ہذا میں حضرت شیخ المشائخ رحمہ اللہ تعالی نے لفظ " أما بعد " کی نحوی ترکیب میں تیرہ لاکھ انتالیس ہزار سات سو چالیس ۱۳۳۹۷۴۰ وجوہ اعراب ذکر کی ہیں اور ان کی تشریح کی ہے۔ ایک مختصر سے لفظ کی اس قدر نحوی تراکیب پڑھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے اور انسان بے اختیار عربی زبان کو سید الالسنہ اور مصنف رحمہ اللہ کو سید المصنّفین کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔
- مزید براں اس کتاب میں بہت سی ایسی دقیق ابحاث، علمی مسائل اور فنی غرائب کی تفصیل ہے جن کے حصول کیلئے علمی ذوق و شوق رکھنے والے حضرات بیتاب رہتے ہیں۔

رِیَاضُ السُّنَن

شَرحُ السُّنَن لِلإمام التِّرمذِی رحمہ اللہ

محدّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مُصنّفِ الفخم، ترمذیٔ وقت

حضرت مولانا محمّد موسیٰ روحانی بازی

طیّب اللہ آثارہ وأعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

سنن ترمذی کی بزبانِ اردو عظیم الشان شرح

محدث اعظم حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیفِ لطیف۔ عرصہ دراز سے علماء وخواص اس کتاب کی اشاعت کا مطالبہ کررہے تھے۔ علم وحکمت کے بے بہا موتیوں سے لبریز ایک عظیم علمی شاہکار۔ اب تک صرف جلد ثانی زیورطبع سے آراستہ ہوئی ہے۔

البرکات المکیۃ

فی

الصلوات النبویۃ

امیرالمؤمنین فی الحدیث شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی طیب اللہ آثارہ
کی تصنیف کردہ انتہائی مبارک اور پرتاثیر کتاب۔

وظائف پڑھنے والوں کیلئے بیش بہا اور نادر خزانہ

حیرت انگیز تاثیر کی حامل درود شریف کی عجیب و غریب کتاب جو عوام و خواص میں بے انتہاء مقبول ہے۔اس کتاب میں حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کے آٹھ سو (۸۰۰) سے زائد اسماء کو احادیث کی مستند کتب سے انتہائی تحقیق کے بعد درود شریف کی شکل میں یکجا کیا ہے۔
کتاب کی ابتداء میں درود شریف کے فضائل اور کتاب پڑھنے کا طریقہ تفصیلاً درج ہے۔
حضرت محدث اعظمؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بیشمار لوگوں نے بتلایا ہے کہ اس کتاب کے گھر میں پہنچتے ہی انہوں نے قلیل مدت میں اس کتاب کے عجیب و واضح فوائد محسوس کیے اور ان کی تمام مشکلات حل ہوئیں۔وفات کے بعد ان کے ایک شاگرد نے خواب میں دیکھا کہ روضۂ رسول ﷺ کی جالی کا دروازہ کھلا اور اندر سے حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالی انتہائی خوشی کی حالت میں مسکراتے ہوئے باہر تشریف لائے۔شاگرد نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور عرض کیا کہ استاذی آپ کی قبر مبارک سے جنت کی خوشبو آرہی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ تو حضرت محدث اعظم رحمہ اللہ تعالی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ میری کتاب "برکاتِ مکیہ" کو بارگاہ نبوی ﷺ میں شرفِ قبولیت حاصل ہوا ہے اسی لئے میری قبر سے جنتی خوشبو آرہی ہے۔

مقدمۃ شرح البیضاوی

المسمّاۃ

اثمار التکمیل

لِمَا فِی

انوار التنزیل

تصنیف

محدّثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ و أعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

عجیب وغریب نکات کی حامل کتاب

جو دراصل تفسیر بیضاوی کی شرح ازہار التسہیل کا دو جلدوں پر مشتمل مقدمہ ہے (ازہار التسہیل تقریباً ۵۰ جلدوں پر مشتمل ہے)۔

اپنی نوعیت کی منفرد کتاب

جس میں تفسیر بیضاوی میں مذکور شعراء کے تراجم کے علاوہ تراجمِ محدثین، تراجمِ قراء و رواۃِ قراء، تاریخِ بلاد، احوال حیوانات، احوال ملوک، فرقِ اسلامیہ اور ان کے عقائد کی توضیح، تاریخِ انبیاء علیہم السلام، احوالِ قبائل، اصولِ تفسیریہ، مسائلِ ادبیہ، تفصیلِ شروح و حواشی تفسیر بیضاوی اور دیگر فوائد عظیمہ حروف تہجی کی ترتیب سے درج کیے گئے ہیں۔گویا یہ کتاب ایک اچھوتا، مختصر انسائیکلوپیڈیا ہے۔

گلستانِ قناعت

مسمّٰی بہ

جَنَّۃُ القَنَاعَۃ

محدثِ اعظم، مفسر کبیر، شیخ المشائخ، ترمذیٔ وقت

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

رحمہ اللہ تعالی کی ایک انتہائی مفید و محقق تصنیف

قناعت سے متعلق آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ مرفوعہ وموقوفہ، اقوالِ صالحین، مواعظِ عارفین، حکایاتِ متقین، کراماتِ اولیاء اور واقعاتِ ائمۂ کرام کا نہایت مفید، روح پرور اور ایمان افروز ذخیرہ وگنجینہ

تقریباً چھ صد صفحات پر مشتمل ایک انتہائی عجیب و بدیع کتاب جو علمی تحقیقات کے ساتھ ساتھ اصلاحی، تبلیغی، اخلاقی مواعظ ونصائح پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب دراصل اہل علم کے ایک استفتاء کا محققانہ، واعظانہ، حکیمانہ عارفانہ مفصل جواب ہے۔ اہل علم و دانش کے ساتھ ساتھ عوام بھی اس کتاب سے پوری طرح استفادہ کر سکتے ہیں۔

کتابِ ہذا میں حرصِ دنیا، ترکِ قناعت اور حب دنیا کے تباہ کن نتائج کی تحقیق و تفصیل پیش کی گئی ہے مزید براں یہ کتاب زہد وقناعت کے علمی، اصلاحی، دنیوی واخروی، اخلاقی، ظاہری و باطنی فوائد و برکات اور ثمرات کی ایمان افزا تفصیلات پر بھی مشتمل ہے۔ تکمیلِ افادہ کی خاطر کثرت سے مفید و رقت انگیز اشعار بھی ذکر کیے گئے ہیں۔

حکومت پاکستان سے ایوارڈ یافتہ کتاب

فلکیاتِ جدیدہ

و

سیر القمر و عید الفطر

تصنیف محدّثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذئ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ وأعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

علم فلکیات پر اردو زبان میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب

ستارے کیسے وجود میں آئے؟ سیارے اور ستارے میں کیا فرق ہے؟ ستاروں کی تعداد کتنی ہے؟ نظام شمسی کی پیدائش کیسے ہوئی؟ سیاروں کی دائمی گردش کا راز کیا ہے؟ کیا سماء اور فلک ایک شے ہیں؟ کیا ستارے آسمانوں میں پھنسے ہوئے ہیں یا ان سے نیچے ہیں؟ تقویم کسے کہتے ہیں؟ ہیئت کے بارے میں قدیم نظریات کیا ہیں؟ ہیئت جدیدہ کے اہم نظریات کون کونسے ہیں؟ کرہ ہوائی سے کیا مراد ہے؟ زیریں سرخ، بالائے بنفشی، لاسلکی اور ریڈیائی شعاعوں میں کیا فرق ہے؟ ہمیں آواز کیسے سنائی دیتی ہے؟ فضا ہمیں نیلگوں کیوں دکھائی دیتی ہے؟ کیا قرآن اور ہیئت جدیدہ کے نظریات میں کوئی اختلاف ہے؟ سال کے مختلف موسموں میں شب و روز کی لمبائی کیوں بدلتی ہے؟ کیا براعظم سرک رہے ہیں؟ سورج گرہن اور چاند گرہن کیوں ہوتا ہے؟ کائنات کتنی وسیع ہے؟ کائنات کی ابتداء کیسے ہوئی اور اسکی عمر کتنی ہے؟ علم ہیئت میں مسلمان سائینسدانوں نے کیا کارنامے سرانجام دیئے؟ قدیم مسلمان سائینسدانوں کی تحقیقات اور جدید ترین سائنسی تحقیقات میں کتنا فرق ہے؟

مندرجہ بالا موضوعات کے ساتھ ساتھ نظام شمسی کے سیارات کے حالات، چاند کی سرگزشت، آواز، روشنی کی اقسام، شب و روز، زمین کی گردش، سمت قبلہ، معجزۂ شق قمر، عناصر کا بیان، ہفتے کی تقرری کی وجوہات، براعظموں کا بیان، آسمانی بجلی کی تفصیل، زمین کی گردش، عرض بلد وطول بلد وغیرہ کے بارے میں مفصل ابواب ہیں۔ کتاب ہذا کے دوسرے حصے میں عید الفطر اور ہلال عید کے بارے میں تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ جدید طباعت میں بیشمار قیمتی تصاویر کے علاوہ اسی (۸۰) سے زائد آرٹ پیپر کے صفحات پر رنگین و نادر تصاویر بھی شامل ہیں۔

لطائفُ البال

فی

الفروق بین الأهل والآلِ

تصنیف محدّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مُصنّفِ افخم، ترمذئ وقت حضرت مولانا محمّد موسیٰ رُوحانی بازِی
طیّب اللہ آثارہٗ وأعلیٰ درجاتہٗ فی دارالسلام

لفظ ''آل'' اور ''اہل'' کے درمیان فروق پر مشتمل مختصر کتاب۔ کتب اسلامیہ عربیہ میں لفظ ''آل'' اور لفظ ''اہل'' نہایت کثیر الاستعمال ہیں۔ ان دونوں لفظوں میں حضرت محدث اعظم مختلف دقیق فروق کی نشاندہی فرماتے ہیں۔ مدرّسین حضرات اور طلباء کیلئے نہایت قیمتی تحفہ۔

کتاب

الأربعین البازیّۃ

تصنیف محدّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مُصنّفِ افخم، ترمذئ وقت حضرت مولانا محمّد موسیٰ رُوحانی بازِی
طیّب اللہ آثارہٗ وأعلیٰ درجاتہٗ فی دارالسلام

حضرت محدث اعظم رحمہ اللہ تعالی کی منتخب کردہ نہایت قیمتی چالیس احادیث کا مجموعہ۔

نيلُ البَصِيرة

في

نِسبة سُبع عرض الشَّعِيرة

إمام المحدِّثين نجم المفسّرين زبدة المحقّقين

العلّامة الشّيخ مولانا محمّد موسیٰ الرّوحانی البازی

رحمہ اللہ تعالی وأعلی درجاته فی دار السّلام

علماء وطلباء کے لئے نہایت مفید علمی خزانہ

ہیئت قدیم میں لکھی جانے والی یہ کتاب دراصل تصریح و شرح چغمینی کے ایک مشکل مقام کی شرح وتوضیح ہے۔ عربی زبان میں لکھی جانے والی یہ کتاب بہت سے ایسے قیمتی، علمی نکات پر مشتمل ہے جو اہل علم کے لئے نہایت گرانقدر سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

الھیئۃ الکبریٰ

مع شرحہا

سماء الفکری

مصنف

کلاھما لإمام المحدثین نجم المفسرین زبدۃ المحققین

العلامۃ الشیخ مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازی

رحمہ اللہ تعالیٰ وطیب آثارہ

جدید ہیئت کے مسائل ومباحث کا عظیم خزانہ وجامع فتاویٰ

مدارس دینیہ کی سب سے بڑی تنظیم وفاق المدارس العربیہ کے اراکین علماء کبار کی فرمائش پر حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالی نے بزبان عربی دو جلدوں میں یہ ضخیم کتاب تالیف کی جس کے ساتھ نہایت مفصل اردو شرح بھی ہے جس کی وجہ سے اردو خواں حضرات بھی اس سے مکمل استفادہ کر سکتے ہیں۔ جدید ترین تحقیقات وآراء پر مشتمل یہ بے مثال کتاب جدید ہیئت کے مسائل ومباحث کا عظیم خزانہ وجامع فتاوی ہے۔ کتاب کے آخر میں علم ہیئت کی اصطلاحات کا نہایت اہم ومفید رسالہ بھی ہے۔ پس ہیئت کبریٰ دراصل تین نادر کتابوں کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب بہت سی قیمتی اور نایاب تصاویر پر مشتمل ہے۔

الهيئة الوسطیٰ

مع شرحہا

النجوم النشطیٰ مصور

کلاهما لإمام المحدّثين نجم المفسّرين زبدة المحقّقين

العلّامة الشّيخ مولانا محمّد موسیٰ الرّوحانی البازی

رحمہ اللہ تعالیٰ وطیّب آثارہ

علم فلکیات کا شوق رکھنے والے حضرات کیلئے ایک درّ نایاب

یہ دوسری کتاب ہے جو حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالی نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی کمیٹی برائے نصاب کتب کے اراکین علماء کبار و مشائخ عظام کی فرمائش پر تصنیف کی۔ عربی متن کے ساتھ ساتھ انتہائی مفصل اردو شرح ہے جس کی وجہ سے اردو خواں طبقہ بھی اس سے مکمل فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ یہ کتاب ایک شاہکار اور درّ نایاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کی افادیت و جامعیت کے پیش نظر پاکستان، ایران، افغانستان کے بہت سے مدارس نے اسے اپنے نصاب میں شامل کیا ہے۔ یہ کتاب بیشمار قیمتی اور نایاب رنگین وغیر رنگین تصاویر پر مشتمل ہے۔ ہیئت کبریٰ، ہیئت وسطیٰ اور ہیئت صغریٰ تینوں کتب کو سعودی حکومت نے ان کی علمیت و جامعیت کے پیش نظر بڑی تعداد میں منگوا کر علماء کرام میں تقسیم کیا ہے۔

الهیئۃ الصُّغریٰ

مع شرحها

مدارُ البُشریٰ

کلاھما لإمام المحدّثین نجم المفسرین زبدۃ المحققین

العلامۃ الشیخ مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازی

رحمہ اللہ تعالیٰ وطیّب آثارہ

علم فلکیات کی دقیق مباحث پر مشتمل ایک قیمتی کتاب

یہ تیسری کتاب ہے جو حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالی نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی کمیٹی برائے نصاب کتب کے اراکین علماء کبار و مشائخ عظام کی فرمائش پر تصنیف کی۔ عربی متن کے ساتھ ساتھ انتہائی مفصل اردو شرح ہے مصنف نے اس چھوٹے حجم والی کتاب میں علم ہیئت کی انتہائی کثیر اور دقیق مباحث جمع کر کے گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ مؤلف کی دیگر تالیفاتِ علم ہیئت کی طرح یہ کتاب بھی جامع، محقق اور جدید مسائل فن پر حاوی ہونے کے علاوہ بہت سی قیمتی رنگین و غیر رنگین تصاویر پر مشتمل ہے۔

قصیدۂ طوبیٰ

فی

اسماءِ اللہ الحُسنیٰ

تصنیف

محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ واعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

پریشانیوں اور مصائب میں مبتلا لوگوں کیلئے ایک عظیم تحفہ

نہایت مبارک اور بے مثال و بے نظیر قصیدہ

اس مبارک قصیدے میں اللہ جل جلالہ کے ننانوے اسمائے حسنیٰ سمیت تقریباً پونے دوصد نام نظم کیے گئے ہیں۔ قصیدۂ طوبیٰ عالم اسلام کا پہلا قصیدہ ہے جس میں اللہ تعالی کے اسماء دعا کے انداز میں بزبان عربی منظوم ہیں اور عوام الناس کی آسانی کیلئے اردو ترجمہ بھی درج کیا گیا ہے۔ عرب وعجم میں بے شمار علماء وخواص وعوام نے اس قصیدے کو تکالیف، پریشانیوں اور مصائب سے نجات، مشکلات کے حل اور قضائے حاجات کے لیے بے انتہاء مفید پایا ہے۔ قصیدۂ طوبیٰ پڑھنا شروع کیجئے چند دن میں ہی آپ خود اس کی برکات کا مشاہدہ کرلیں گے

قصیدۂ حُسنیٰ

فی

اسماءِ النبی الاعظمﷺ

تصنیف

محدّثِ اعظم، مُفسرِ کبیر، مُصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمّد موسیٰ رُوحانی بازیؒ

طیب اللّٰہ آثارہٗ و أعلیٰ درجاتہٗ فی دار السلام

دنیائے اسلام میں اپنی نوعیت کا پہلا اور نہایت مبارک قصیدہ

حل مشکلات اور قضائے حاجات کیلئے بے انتہاء مفید

قصیدۂ حسنیٰ دنیائے اسلام کا پہلا قصیدہ ہے جس میں پانچ سو (500) سے زیادہ مستند اسماء النبی ﷺ دعائیہ طریقے سے بزبانِ عربی منظوم ہیں۔ تکمیل فائدہ اور آسانی کے لئے ساتھ ساتھ اردو ترجمہ بھی درج کیا گیا ہے۔ یہ قصیدہ عرب وعجم میں نہایت مقبول و معروف ہے۔

حرمین شریفین (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ)، افغانستان، ایران، بنگلہ دیش، امریکہ، برطانیہ، عراق، مصر، سری لنکا، برصغیر پاک و ہند اور دیگر بہت سے ممالک میں بیشمار اولیاء اللہ و عوام اسے بطور وظیفہ پڑھ رہے ہیں۔ تکالیف و مشکلات کو دور کرنے اور قضائے حاجات کیلئے نہایت مؤثر، مفید اور مجرب ہے۔ قصیدۂ حسنیٰ پڑھنا شروع کرتے ہی چند ایام میں آپ اپنے ہر کام میں واضح برکات محسوس کریں گے۔

چھوٹے گناہوں اور نیکیوں کے اَثرات

مسمّٰی بہ

اِستِعظَامُ الصَّغَائِرِ

تصنیف

مُحدّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مُصنفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمّد موسیٰ رُوحانی بازِی

طیّب اللّٰہ آثارہٗ و أعلیٰ درجاتہٗ فی دار السلام

قلب وروح کی تسکین کا سامان لئے ہوئے ایک منفرد کتاب

اندھی مادیت کے اس عہدِ زیاں کار میں گناہوں کی یلغار بڑھتی جارہی ہے جس نے دولتِ ایمان و یقین سے بہرہ مند باعمل مسلمانوں کو سخت صدمے سے دوچار کررکھا ہے تو عام مسلمان بھی روح واحساس سے عاری اس زندگی میں شدید مایوسی اور پریشانی کا شکار ہیں۔اس مایوسی کے عالم میں گناہوں اورنیکیوں کی حقیقت اوران کی تاثیر سے روشناس کروانے والی یہ البیلی کتاب روشنی وہدایت کی طرف انسان کی رہنمائی کرتی ہے۔زبان و بیان کی تاثیر لیے ہوئے یہ عجیب و منفرد کتاب جس کا لفظ لفظ اورسطر سطر دل کے دریچوں پر دستک دیتا ہوامحسوس ہوتا ہے۔مزید برآں اس مبارک کتاب میں امتِ محمدیہ اورگذشتہ امتوں کے بہت سے بزرگوں کے ایمان افروز واقعات بھی درج کیے گئے ہیں۔ نیز اس کتاب میں بہت سے ایسے مختصر اعمال و مختصر دعائیں بھی مذکور ہیں جن کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

حکومت پاکستان سے ایوارڈ یافتہ کتاب

رزقِ حلال و غیبی معاشِ اولیاء

مسمّٰی بہ

ترغیب المسلمین

فی

الرِّزقِ الحلالِ وطِعمۃ الصّالحین

تصنیف شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ

سخت سے سخت دلوں کو موم کرنے اور نرم دلوں کو تڑپا دینے والی کتاب

مسئلہ رزق نے انسان کو مادّیات کی اس دنیا میں پھنسا دیا ہے۔ مال و دولت اس کی زندگی کا محور بن چکے ہیں اور وہ آخرت سے کلیتاً غافل ہو چکا ہے۔ کتابِ ہٰذا میں رزقِ حلال کی تبشیر و ترغیب اور حرام مال سے تخویف و ترہیب سے متعلق آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ مبارکہ مرفوعہ و موقوفہ کی توضیح و تشریح کے علاوہ علماء کرام، محدّثینِ عظام، مفسّرینِ فخام، اولیاءِ اعلام، سلفِ صالحین، زاہدین، عابدین، ذاکرین، صادقین متقین، شاکرین، صابرین، قانعین، مخلصین، متوکّلین اور تارکینِ دنیا کے ایمان افروز احوال، حکیمانہ اقوال، عبرت انگیز واقعات، سبق آموز خصالِ سعیدہ و اخلاقِ حمیدہ، دردانگیز حکایات، نصیحت آمیز کرامات اور رقت خیز مواعظ کا کافی و وافر ذخیرۂ روحانیّہ و ایمانیّہ جمع کیا گیا ہے۔ رزق سے متعلق اسلاف کے عجیب و غریب اور نادر و نایاب واقعات پر مشتمل یہ واعظانہ کتاب انسان کو بے اختیار آنسو بہانے پر مجبور کر دیتی ہے۔

مبارک دعائیں

مرتب

عبدِ ضعیف محمد زُہیر رُوحانی بازی عفا اللہ عنہ وعافاہ

حکومت پاکستان سے ایوارڈ یافتہ کتاب

چھوٹی اور مختصر دعاؤں کا مجموعہ جس نے ملک بھر میں مقبولیت کے نئے ریکارڈ قائم کر دیئے۔ جیبی سائز کی اس نہایت مبارک کتاب میں ایسی مختصر دعائیں جمع کی گئی ہیں جن کا ثواب و فائدہ بہت زیادہ ہے۔ جو احباب اپنے فوت ہو جانے والے عزیز واقارب کے لیے صدقۂ جاریہ کے طور پر اس کتابچہ کو طبع کروا کر تقسیم کروانا چاہیں وہ ادارہ سے رابطہ کر سکتے ہیں۔